

# فتاویٰ رضویہ

مجموعہ فتاویٰ رضویہ

دارالعلوم حنفیہ رضویہ  
بیت اللہ اسلامیہ اودھ

مفتاویٰ رضویہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كشف اللاحق بحال

حسبنا الله ونعم الوكيل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ**

مَنْ لَمْ يَكُنْ يَتَّقِ اللَّهَ وَرَفَعِ صَوْتَهُ كَصَوْتِ الدُّعَاةِ فِي سُبْحَانِهِ  
 وَقِيلَ مَنْ تَجَبَّرَ بِمُرَاتِبِهِ لَمْ يَكُنْ يَتَّقِ اللَّهَ وَرَفَعِ صَوْتَهُ كَصَوْتِ الدُّعَاةِ فِي سُبْحَانِهِ  
 فَهَذَا الَّذِي لَمْ يَكُنْ يَتَّقِ اللَّهَ وَرَفَعِ صَوْتَهُ كَصَوْتِ الدُّعَاةِ فِي سُبْحَانِهِ

يَسْتَفِوْنَكَ ط

قُلِ اللّٰهُمَّ

يَقْدِرْكُمْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَلَا تُجَادِلُوْا قَوْمَ الذِّكْرِ اِنَّهُمْ لَعَالَمٌ اَوْفٰی  
بِغَدٰثِمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

# فتاویٰ نوریہ

جلد چہارم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیر عظیم مولانا حاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب انعمی نقادی علیہ الرحمۃ  
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ و الحدیث حضرت مولانا علاء حاج محمد حبیب اللہ صاحب نوری مدظلہ  
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ  
بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

_____	کتاب
فتاویٰ نوریہ	
_____	جلد
چہارم	
_____	تصنیف
فقیر اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ	
_____	ترتیب
(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری	
_____	اشاعت اول
جنوری 1990ء / جمادی الاخریٰ 1410ھ	
_____	اشاعت دوم
مئی 1998ء / محرم الحرام 1419ھ	
_____	صفحات
616	
_____	مطبع
شرکت پرنٹنگ پریس، ۳۳ نسبت روڈ لاہور	
_____	ناشر
شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ	
_____	قیمت
بصیر پور شریف (اوکاڑہ) فون نمبر 71014 (04449)	
_____	
300 روپے	



## نقش آغاز

حجۃ الاسلام سیدی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف ”فتاویٰ نوریہ“ کی چوتھی جلد عرصہ سے نایاب تھی، اب اللہ رب العزت (جل جلالہ و عم نوالہ) کے لطف و کرم اور اس کی توفیق و عنایت سے جدید ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

پہلی تین جلدیں طہارت، نماز، مساجد، زکوٰۃ، عشر، رویت ہلال، روزہ، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح، طلاق، ظہار، ذبح، حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور خطرو اباحت وغیرہ ابواب پر مشتمل ہیں۔۔۔۔۔ جب کہ پانچویں اور چھٹی جلد میں عقائد، تفسیر، حدیث اور متفرق ابواب سے متعلق فتوے ہیں۔

زیر نظر جلد سرقہ (چوری)، دیت و قصاص، بیوع (خرید و فروخت)، ربو (سود)، رہن (گروی)، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت اور فرائض (احکام میراث) وغیرہ مسائل سے متعلق اٹھارہ ابواب و کتب پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔ مجموعی طور پر اس جلد میں 190 استفتاءات شامل کیے گئے ہیں۔

بلاشبہ فتاویٰ نوریہ میں ہزاروں احکامات و جزئیات کی تفصیل موجود ہے۔ اس ایڈیشن میں سائز کی تبدیلی کے علاوہ ہر کتاب کے آغاز میں مختصر تعارف پیش

کیا گیا ہے، جس سے موضوع کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

کتاب الفرائض میں چند ابواب کا اضافہ کر کے اس کی داخلی ترتیب کو بہتر بنایا گیا ہے، نیز آخر میں فہرست مآخذ و مراجع کے ساتھ آیات و احادیث کی فہرستوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ جنہیں عزیزم مفتی محمد لطف اللہ نوری نے بڑی جانفشانی سے مرتب کیا ہے، پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے صاحب فتاویٰ پر مضمون قلمبند کیا، مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے پروف ریڈنگ میں حصہ لیا، مولانا شاہ محمد چشتی نے کتابت کی، مولانا عزیز احمد نوری نے انہیں اس کام کے لئے مستعد رکھا، جب کہ عزیزم صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے کمپوزنگ، پیسٹنگ اور جملہ طباعتی امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے، مولانا محمد یوسف نوری (بھڈالوی) نے ان کا ہاتھ بٹایا۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ جل و علا جملہ معاونین کو اجر عظیم سے نوازے اور فتاویٰ نوریہ کے علمی و فقہی نور سے اہل ایمان کے قلوب و اذہان کو مستنیر فرمائے۔۔۔۔۔

امین بجاہ طہ و یس صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

20 محرم الحرام 1419ھ

17 مئی 1998ء



فہرست

13 تا 14	فهرست کتب و ابواب
15 تا 50	فهرست مسائل
51 تا 71	سیدی فقیه اعظم
72	قطعه از حافظ محمد افضل فقیر
73 تا 596	فتاوی نوریہ
599 تا 602	فهرست آیات کریمہ
603 تا 606	فهرست احادیث مبارکہ
607 تا 615	فهرست ماخذ و مراجع



# فهرست کتاب و ابواب



75	کتاب السرقة
93	کتاب الديات و القصاص
115	کتاب البيوع
155	کتاب الربو
179	کتاب الرهن
201	کتاب الدعوى
225	باب ثبوت النسب
237	باب حضانه الولد
245	کتاب الوصايا

261	كتاب الفرائض
273	باب ذوى الفروض
347	باب العصابات
393	باب ذوى الارحام
407	باب العول
419	باب الرد
427	باب التصحيح
505	باب المناسخة
587	باب مسائل الشتى



# فہرست

## مسائل فتاویٰ نوریہ

### کتاب السرقہ

- |          |   |   |
|----------|---|---|
| 79 تا 84 | تعارف کتاب السرقہ   | 1 |
| 86       | عملیات کے ذریعے چوری کا ثبوت شرعاً معتبر نہیں ہے۔                                   | 2 |
| 86       | عیار لوگ اپنی جیبیں پر کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈوں سے فساد برپا کرتے ہیں۔            | 3 |
| 86       | بعض عقاقیر و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ اثر نہیں کرتی۔        | 4 |
| 86       | ایسے عالموں سے چوری دریافت کرنے والوں کی چالیس دن کی نمازیں قابل قبولیت نہیں رہتیں۔ | 5 |
| 86       | مالیت سرقہ میں مدعی و مدعی علیہ کے اختلاف کی صورت میں ایک استفتاء کا جواب۔          | 6 |
| 88       | چور پر لازم ہے کہ چوری کردہ تمام مال اور نقدی واپس لوٹائے۔                          | 7 |
| 88       | جو شخص کسی کا نقصان کرے، اس پر ضمان پڑتی ہے۔  | 8 |



	اگر کسی وجہ سے چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تو مال مسروقہ ضائع ہو جانے کے باوجود بھی اس پر ضمان لازم ہے۔	9
89 - 91		
89	مانع ضمان صرف قطع ید ہے۔	10
	چور، چوری کے اقرار کے بعد پھر جائے تو قطع ید نہیں مگر ضمان لازم ہے۔	11
89		
	قطع ید کی صورت میں ضائع شدہ مال از روئے قضاء معاف ہے۔	12
89		
	متہم بالسرقة کو تیس (30) درے لگا کر بری سمجھنے کا قانون کسی فقہی کتاب میں نہیں ہے۔	13
91		
91	حکومت کو ثالث و حکم کہنا عجیب ہے۔	14
91	ثالث کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔	15
91	پولیس کو ”حکومت“ کہنا خوش فہمی ہے۔	16
	خرد برد کیا ہوا مال قطع ید کے بعد بھی دیانہ دینا پڑتا ہے، مفتی یہی فتویٰ دے۔	17
91		



## کتاب الدیہ و القصاص

99 تا 107	تعارف کتاب الدیہ و القصاص	18
110	دماغ تک پہنچنے والے زخم کو آمہ کہتے ہیں۔	19
110	ایسے زخم میں ایک تہائی دیت ہے۔	20



110	دیت کے طور پر دی جانے والی اونٹنیوں کی تفصیل۔	21
	نقدی کی صورت میں دیت ایک ہزار دینار سونا یا دس ہزار	22
110	درہم چاندی ہے۔	
	بیوی سے بد فعلی کرنے والے کو قتل کرنے سے خاوند قاتل	23
111	پر دیت یا قصاص لازم ہے یا نہیں؟	
	بد کاری میں مشغولیت کے عین موقع پر قتل کی اجازت	24
113	ہے۔	

## کتاب الیسوع

119 تا 125	تعارف کتاب الیسوع	25
127	قرض گندم جائز ہے۔	26
	گندم شرعاً مکمل ہے لہذا قرض یا گندم سے مبادلہ کی	27
128	صورت میں تول سے جائز نہیں ہے۔	
	یدا بید کی قید سے قرض کی ممانعت سمجھنی نہایت ہی بے جا	28
128	ہے۔	
	یدا بید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ اس وجہ سے قرض کو	29
129	ممنوع قرار کیوں دیا جائے۔	
	اگر یدا بید کی قید سے قرض گندم کو ناجائز کیا جائے تو	30
129	روپیہ اشرفی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا۔	
129	بیع کی تعریف۔	31
129	قرض کی تعریف۔	32



129	قرض در حقیقت ایک خاص قسم کی عاریت کا نام ہے۔	33
130	لفظ عاریت سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے۔	34
130	واپسی قرض در حقیقت مبادلہ نہیں ہے۔	35
	استقراض الحنطہ کے فتوے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا	36
130	غلام رسول رضوی کی تصدیق۔	
132	موزونات ذوات الامثال ہیں۔	37
132	زیور مثل ہے۔	38
	مضر تبعیض موزونات کا ذوات الامثال نہ ہونا عام استثناء	39
132	نہیں ہے۔	
132	صنعت عباد سے ہونا مثل ہونے کے منافی نہیں ہے۔	40
	دراہم و دنانیر کی تبعیض مضر یونہی صنعت عباد سے بھی	41
133	ہیں مگر اجماعاً مثل ہیں۔	
133	ذوات التقسیم اور مثلیات کے بارے میں شامی کے الفاظ۔	42
	اختلاف زمانہ کی وجہ سے نرخ کا مختلف ہونا مثلیت کو مضر	43
133	نہیں ہے۔	
135	وکیل امین ہوتا ہے۔	44
135	وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے۔	45
135	لامانتہم و عہدہم رعون میں امانت و عہد کے عموم کا بیان۔	46
135	منافق کی تین نشانیاں۔	47
	صدہا آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ رعایت امانات و	48
135	عہد نہایت ضروری ہے۔	



136	امانت میں خیانت موجب ضمان ہے۔	49
136	شرط موکل کا اعتبار ضروری ہے۔	50
136	عند القدرة جس، دلیل غصب اور موجب ضمان ہے۔	51
138	شریک شرعا امین ہے۔	52
138	امین پر بلا تعدی ضمان نہیں ہے۔	53
140	مسائل عامہ کی بناء عرف و عادت تجار پر ہے۔	54
	اگر سلطان جابر کے طمع کی وجہ سے مضارب مال مضاربت	55
	سے کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو بوجہ عرف	
141	ضمان نہیں ہے۔	
	عرف میں چونکہ رب المال اور مضارب دونوں نفع و	56
142	نقصان میں شریک ہوتے ہیں، لہذا اسی پر بناء ہے۔	
	حضرت قبلہ سید ابو البرکات و سید ابو الحسنات علیہما	57
147	الرحمہ کی تصدیق۔	
	فصل کے موقع پر گندم اکٹھی کرنا اور وقتاً فوقتاً جو موجود	58
148	نرخ ہو اس کے مطابق فروخت کرتے رہنا جائز ہے۔	
149	اختکار ناجائز ہے۔	59
149	اختکار ممنوع کی تعریف۔	60
149	اہل اسلام کا میل جول شرعا محمود ہے۔	61
	اگر لاؤڈ سپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خریدا گیا	62
150	تو وہ مدرسہ ہی کا ہے۔	



	کسی کو اختیار نہیں کہ ایسا سپیکر مسجد کا سمجھ کر قبضہ کروا دے۔	63
150		
	اپنے محسن، بلا معاوضہ پرورش کرنے والے سے تین ہزار کا مطالبہ بالکل بے جا ہے۔	64
152		
	جب ان کے عقائد و اعمال و اقوال خلاف شرع ہیں تو لازم ہے کہ زید ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے۔	65
152		

## کتاب الربو

159 تا 169	تعارف کتاب الربو	66
	غیر مسلم ممالک میں مکان کے لئے قرض، انشورنس اور بنکوں سے سودی کاروبار وغیرہ مسائل پر مشتمل لندن سے آمدہ استفتاء۔	67
171		
173	مال حربی غیر معصوم مباح ہے۔	68
	مسلمان، حربی کی رضا سے بلا عذر و خیانت اس کے مال پر قابض ہونے سے مالک بن جاتا ہے۔	69
173		
173	مال حربی میں ربو نہیں ہے۔	70
	طرفین کے نزدیک دار الحرب میں مسلمان تاجر کے لئے ایک کے بدلے دو درہموں کی بیع جائز ہے، مسلم کو نفع ہو یا حربی کو۔	71
173		
174	حدیث پاک سے طرفین کا استدلال۔	72



174	مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔	73
	بنکوں کا موجودہ طریق منافع مضاربت فاسدہ کی صورت	74
174	ہے جس میں قبضہ سے ملک ثابت ہو جاتا ہے۔	
	پاکستانی بنکوں کی بجائے غیر مسلم بنکوں کی طرف میلان	75
174	قومی و ملکی وقار کے منافی ہے۔	
175	بدگمانی سے بچنا ضروری ہے۔	76
176	اشیاء میں اصل اباحت ہے۔	77
	جن اشیاء کی ممانعت دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو وہ	78
176	حلال و جائز الاستعمال رہتی ہیں۔	
176	دوکانات پر پگڑی کا حکم۔	79
176	اہل اسلام کا عرف و رواج معتبر ہے۔	80
177	قرعہ اندازی کے ذریعے انعام کے بہانے۔	81
178	حیلے بہانوں سے حرام کھانے کی کوشش۔	82

## کتاب الرہن

183 تا 185	تعارف کتاب الرہن	83
188	قرض کے عوض رہن رکھی گئی زمین کا منافع سود ہے۔	84
	ایسا قرض جس میں دینے والے کی منفعت مشروط ہو، رلو	85
188	ہے۔	
	مستقرض کو اس کے گھوڑے پر سواری کی شرط سے قرض	86
188	دینا سود ہے۔	



189	حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت فضالہ بن عبید ایسے جلیل القدر صحابہ کے آثار۔	87
189	صحابہ و تابعین رہن سے ذرہ بھر بھی نفع اٹھانے کو برا جانتے ہیں۔	88
189	عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، شعی، شریح وغیرہ حضرات نے رہن سے نفع کو سود کہا ہے۔	89
189	متعدد آیات، احادیث، اجماع امت اور قیاس شرعی سے خبثت سود اور شقاوت سود خواران ثابت ہے۔	90
189	قرض کے عوض رکھے گئے مکان سے نفع حاصل کرنا رہن نہیں بلکہ اجارہ فاسدہ ہے، منفعت کے مطابق اجر مثل دینا پڑے گا۔	91
190	روپے کے عوض مرہون زیور چوری ہوا تو قرض اور مرہون کا حکم۔	92
194	رہن کی حیثیت امانت کی سی ہے۔	93
196	جن صورتوں میں ودیعت ضائع ہونے پر تاوان نہیں، وہاں رہن کے ضیاع میں بھی تاوان نہیں ہے۔	94
196	(امین) جس کے پاس امانت رکھی گئی وہ کہے ودیعت ہلاک ہو گئی، جب کہ مودع تکذیب کر دے تو امین سے حلف لیا جائے، بصورت انکار ودیعت کا ذمہ دار ہو گا۔	95
196	قرض کے عوض گروی رکھا گیا مال چوری ہو گیا، اگر یہ مال قرض سے زیادہ قیمت کا ہے تو زائد بلا معاوضہ ضائع ہو	96



198

گیا۔

97 صورت مذکورہ میں اگر قرض زیادہ ہے تو مستقرض پر زائد

198

کالوٹانا لازم ہے۔

## کتاب الدعویٰ

205 تا 207

98 تعارف کتاب الدعویٰ

99 کارخانہ کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں روپے لے کر مقدمہ

210

سے دستبرداری کا حکم۔

210

100 دعوائے مال میں صلح جائز اور بیع کے حکم میں ہے۔

101 نکاح کے موقع پر لڑکی کو دی گئی بھینس کے بارے میں

211

ایک مسئلہ۔

102 خاوند کی رضا سے عورت کے زیر استعمال زیورات میں

وفات زوج کے بعد زوجہ کا دعویٰ ملکیت بلا دلیل معتبر

213

نہیں ہے۔

213

103 عورت کے استعمال کو ملکیت سمجھنا غلط ہے۔

104 زوج کی خریداری کا اقرار یا زوج سے خرید لینے کا دعویٰ

214

زوج کی ملکیت کی دلیل ہے۔

214

105 ایسے دعویٰ پر ثبوت ملکیت کے لئے دلیل ضروری ہے۔

106 زید کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کا کتابیں فروخت

216

کرنے کی صورت میں حکم۔



	زید نے بکر سے حقہ مانگا، اس سے ایک مہمان نے لے	107
220 - 217	لیا، حقہ چوری ہو جانے پر مہمان کس کے ذمہ ہے؟	
	مسجد کی بیٹری چارج کرانے کے لئے دی، تبدیل ہو جانے	108
222	کی صورت میں حکم۔	
	اجیر مشترک سے بلا تعدی ضائع ہو جانے والی چیز پر ضمانت	109
222	نہیں پڑتی۔	

## باب ثبوت النسب

	نکاح سے چھ ماہ یا زائد عرصہ گزرنے کے بعد بچہ پیدا	110
	ہونے پر خاوند انکار نسب نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو	
228	نسب ثابت ہو جائے گی۔	
228	صراحتاً یا دلالتاً اقرار نسب کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔	111
	کسی کو اپنا بیٹا قرار دینے کے دعویٰ پر ثبوت نسب کے لئے	112
230	شرائط۔	
	مقر لہ، مقر کا وارث بن جائے گا اگرچہ باقی ورثاء نسب	113
230	سے انکار کریں۔	
232	خاوند بچہ ہو تو نسب ثابت نہ ہوگی۔	114
232	مادہ منویہ کے بغیر حمل متصور نہیں۔	115
	انعقاد نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت ہو سکتا	116
233	ہے۔	
	زید کے گھر بچہ پیدا ہونے پر اس نے نفی نہ کی بلکہ اپنا لڑکا	117





- 233 سمجھتا رہا، تو بعد کی نفی سے نسب منتفی نہ ہو گا۔
- 118 منکوحہ کے بچے کا نسب صرف خاوند کی نفی سے منتفی نہیں ہو سکتا جب تک لعان و تفریق اور قاضی کی طرف سے انقطاع نسب کا اعلان نہ ہو۔
- 234

### باب حضانه الولد (حق پرورش) ----- 237

- 240 ماں کے بعد نانی پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔ 119
- 278 حق حضانت میں سب سے اول و احق ماں ہے۔ 120
- کمزور دادی و نانی وغیرہ جو بچے کی حفاظت و پرورش نہ کر سکے، حق دار نہیں۔ 121
- 278
- سوتیلی ہمشیرہ کے خاوند کا نابالغہ کی پرورش کرنا تبرعا تھا، لہذا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ 122
- 242 قاضی کے حکم یا والدین کی رضا کے بغیر پرورش کرنے والا خرچہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ 123
- 242 اگر ماں کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے یتیموں کے مال ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ان یتیموں کی جائیداد کو الگ رکھا جائے۔ 124
- 244 یتیم بچوں کی ماں اگر غیر مرد سے تعلقات قائم کرے جس سے بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس ماں کے لئے پرورش کا حق نہیں رہتا۔ 125
- 244 والدہ کی وفات کے بعد لڑکی کی پرورش کا حق جوان ہونے تک نانی کا ہے۔ 126
- 431



559 غیر محرم، لڑکی کی پرورش کا حق نہیں رکھتا۔ 127

560 نانا پرورش کا حق رکھتا ہے۔ 128

## کتاب الوصایا

249 تا 251 تعارف کتاب الوصایا 129

254 موصی لہ قبضہ اور قبول کر لینے کے بعد مالک بن جاتا ہے۔ 130

تجینز و تکفین کے بعد دیون (قرض) پھر ثلث مال تک وصایا 131

277 معتبر ہے، بقیہ مال ورثاء میں تقسیم ہو گا۔

متوفی تمام مال کی وصیت لڑکی کے لئے کر گیا تو یہ وصیت 132

296 باطل ہے۔

256 وصیت صرف تیسرے حصے تک نافذ کی جائے۔ 133

اگر وارث اجازت دیں تو ثلث سے زائد وصیت بھی نافذ 134

308 ہو سکتی ہے۔

259 وصیت اور ہبہ میں فرق۔ 135

ہبہ میں لڑکوں کو ایک دوسرے پر تفضیل کی جائز اور 136

259 مکروہ صورتوں کی تفصیل۔

متوفی کا کوئی لڑکا زندہ ہو تو پوتے پوتیاں مطلقاً وارث نہیں، 137

259 البتہ ان کے حق میں وصیت جائز ہے۔

مسجد کے لئے اگرچہ کل مال کی وصیت کی گئی ہو، ثلث 138

257 تک جائز ہے۔

443 وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے۔ 139



443	وارث کے حق میں وصیت کے جواز کی صورت۔	140
446	تیسرے حصے تک وصیت جائز ہے۔	141
	دو لڑکیوں، پانچ بھائیوں اور تین پوتیوں میں تقسیم جب کہ	142
446	پوتیوں کے لئے وصیت کی گئی۔	

## کتاب الفرائض

271 تا 265	تعارف کتاب الفرائض	143
------------	--------------------	-----

## باب ذوی الفروض

276	اغوا کردہ عورت کو وراثت سے کوئی حق نہیں۔	144
276	حقیقی بہن کے ہوتے ہوئے سوتیلی بہن کا حق نہیں۔	145
276	دین اسلام سے الگ ہونے والی محروم ہے۔	146
276	منکوحہ عورت، لڑکی اور سگی بہن میں ترکہ کی تقسیم۔	147
277	حق مرد داخل دیون ہے۔	148
	تقدیم دین بروصیت بحکم حدیث شریف ہے اور عطف	149
278	متقاضی ترتیب نہیں۔	
	بیوی ایک ہو یا زیادہ، صرف آٹھویں حصہ ہی کی حقدار	150
280	ہے۔	
	ایک لڑکی کے ہوتے ہوئے پوتی کو محروم کرنے کے بارے	151
283	میں ایک فتوے کا رد۔	
283	یہ فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے۔	152



283	ایک لڑکی کے لئے نصف اور اس کے ساتھ پوتی ہو تو پوتی کے لئے سدس، تکملہ ثلاثین ہے۔	153
284	مقررہ حصوں سے جو بچے وہ سب سے قریبی مرد کے لئے ہے۔	154
285	موت سے ملک وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔	155
286	مرفوع کلمات مبارکہ میں رعایت جمیع ورثہ کی ہدایت فرمائی۔	156
286	گر ہمیں مفتیان و اس فتویٰ	157
288	دخت و مادر حلال خواہد شد	158
288	متوفی کی بیوی، بھائی اور والدہ میں تقسیم ترکہ۔	159
288	متوفی کے بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں۔	160
289	ثلث و ربع جمع ہوں، مسئلہ بارہ سے آئے گا۔	161
290	اولاد نہ ہو تو دین وغیرہ دینے کے بعد بیوی کا چوتھا حصہ ہے۔	162
290	بیوی، دو بہنوں اور چچا زاد میں تقسیم۔	163
290	اختلاط ربع و ثلثان سے مسئلہ بارہ سے آئے گا۔	164
291	بہتیبی محروم محض ہے۔	165
291	کوئی حاجب نہ ہو تو پوتے پوتیاں، لڑکوں اور لڑکیوں کے حکم میں ہیں۔	166
291	متوفی کی اولاد ہو تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔	



292	فریضہ ثمن ہو تو مسئلہ آٹھ سے آئے گا۔	167
	لڑکیوں کی دو تہائی بیوی کا آٹھواں اور باقی بھائی بہن کا	168
293	ہے۔	
	اگر بھائی بہن وارث ہوں تو بھائی کا بہن سے دو گنا حصہ	169
293	ہے۔	
293	بھائی نہ ہو تو بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔	170
	ایک لڑکی اور ایک بہن ہو تو لڑکی کا حق نصف اور باقی	171
293 - 296 - 330	نصف بہن کا ہے۔	
298	بیوی اور بھتیجے میں تقسیم۔	172
311 - 298	بھتیجے کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے محروم۔	173
300	ایک لڑکی، ایک پوتا اور دو پوتیوں میں تقسیم۔	174
302	بھائی کے ہوتے ہوئے بھتیجے کا حق نہیں۔	175
	بیوی بعد از تقسیم صرف اپنا حصہ بہہ یا پٹہ پر دے سکتی	176
302	ہے۔	
302	اگر سوال میں فرق ہو تو جواب بدل جائے گا۔	177
305	ایک لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔	178
305	لڑکی کے لڑکے اور خاوند کے بھتیجے محروم ہیں۔	179
319 - 306	اولاد نہ ہو تو خاوند نصف کا مستحق ہے۔	180
	مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد خاوند فوت ہو تو وہ	181
325 - 309	وارث نہ ہوگی۔	



309	ایک بیوی اور ایک مطلقہ سے متوفی کے بیٹے میں تقسیم۔	182
311	ایک لڑکی کے لئے کل ترکہ سے نصف ہے۔	183
	بیوی کا ثمن نکال کر لڑکی کو باقی سے نہیں بلکہ کل ترکہ	184
312	سے نصف دیا جائے۔	
312	بہن اپنے بھائی کی وجہ سے محروم نہیں۔	185
312	بہن کا حصہ بھائی سے آدھا ہے۔	186
314 - 313	خاوند، والدہ اور برادر حقیقی میں ترکہ کی تقسیم۔	187
316	لڑکی، بیوی اور بھائی میں ترکہ کی تقسیم۔	188
319	خاوند، باپ اور ماں میں تقسیم۔	189
	متوفی کی صرف بیوی اور ایک عینی یا علاقائی بھائی زندہ ہو تو	190
320	ربع بیوی کا باقی تمام بھائی کا حق ہے۔	
213	لڑکوں، لڑکیوں کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں بن سکتی۔	191
	جو مال اسباب والدین اپنی لڑکی کو شادی کے وقت دیں وہ	192
343 - 324	اس لڑکی کا ہی ہے۔	
	عورت کو اپنے سامان کے ساتھ زوج متوفی کے ترکہ سے	193
324	بھی حصہ ملتا ہے۔	
	مرض الموت میں اگرچہ طلاق مغلطہ دی جائے، عدت	194
	پوری ہونے سے پہلے اگر خاوند فوت ہو، عورت وارث ہو	
325	گی۔	
	طلاق رجعی سے رجوع کے بعد فوت ہوا تو عورت باقاعدہ	195
326	بیوی اور وارثہ شمار ہوگی۔	



	صرف ایک لڑکی اور بھائی ہوں تو نصف حصہ لڑکی کا باقی	196
326	بھائیوں کا ہے۔	
329	حقیقی بھائی کے ساتھ سوتیلے بہن بھائی وارث نہیں۔	197
	متوفی کی بیوی اور ایک بھائی ہو تو بیوی کا حصہ چوتھائی اور	198
332	باقی تین چوتھائی حصہ بھائی کا ہے۔	
	والدہ، بیوی، لڑکی، بہن اور متوفی کے چچے ہوں تو چچے	199
333	محروم ہوں گے۔	
336	بھائی، بہن اور بیوی میں تقسیم۔	200
	اگر بیوی کی اولاد ہو تو بیوی کے فوت ہونے پر خاوند کا حق	201
338	چوتھائی ہے۔	
	بیوی فوت ہو تو خاوند اپنی اولاد کا جائز وارث اور نگران	202
338	ہونے کی وجہ سے اس کے حصے طلب کر سکتا ہے۔	
	ماں، باپ، خاوند، دو لڑکوں اور ایک لڑکی میں تقسیم	203
340	وراثت۔	
	بیوی فوت ہوئی، تو اگر خاوند اس کا حق مہر ادا نہیں کر چکا	204
340	تو مہر بھی ترکہ میں شامل کیا جائے۔	
	جو مال خاوند اپنی زندگی میں بیوی کو ہبہ کرے، بیوی کا	205
343	ہے۔	
345	ایک بہن، دو بھائیوں اور دو بھانجوں میں ترکہ کی تقسیم۔	206



207 خاوند نے تندرستی یا بیماری کی حالت میں طلاق دی اور  
عدت گزرنے سے پہلے فوت ہو گیا، تو بیوی کو اس کی  
وراثت ملے گی۔ 341

208 بیوی لڑکی اور عصبات میں تقسیم۔ 404

209 بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔ 404

### باب العصبات-----347

210 لڑکی کی وجہ سے بہن عصبہ بن گئی تو چچوں کو کچھ نہ دیا  
جائے۔ 278

211 عصبہ بنفسہا، بغیرہا اور مع غیرہا جمع ہوں تو اقرب کو ترجیح  
ہے۔ 278

212 اصحاب الفرائض کے بعد نسبی عصبے حق دار ہیں۔ 306

213 میت کا لڑکانہ ہو تو پوتا لڑکے کے حکم میں ہے۔ 350

214 اس مسئلہ میں کوئی اختلاف معتمد نہیں ہے۔ 350

215 پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں تقسیم وراثت۔ 351

216 بہن نادار ہو تو مالدار بھائی پر اس کی کفالت لازم ہے۔ 352

217 بھائی نادار ہو اور بوجہ مرض کسب پر قادر نہ ہو تو مالدار

بہنوں پر لازم ہے کہ حسب دستور شرع اس کے لئے

خرچ کریں۔ 352

218 متوفی کا کوئی لڑکانہ ہو تو لا محالہ پوتا وارث ہو گا۔ 353





355	دو لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم وراثت۔	219
	قریب ترین مرد کے ہوتے ہوئے دور والے عصبے وارث	220
356	نہیں ہو سکتے۔	
358	چار لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم۔	221
359	ایک لڑکے اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔	222
	چچا زاد کے ہوتے ہوئے تایا زاد بھائیوں کی اولاد محروم	223
362	ہے۔	
364	برابر درجے کے عصبے برابر حق دار ہیں۔	224
364	سرکاری شجرہ نسب میں نام درج ہونا شرط وراثت نہیں۔	225
364	وارث کے نام پہلے سے زمین ہونا شرط نہیں۔	226
365	انگریزوں کے کافرانہ قانون سے دھوکہ۔	227
	دو رشتوں والا عصبہ ایک رشتے والے عصبے سے زیادہ	228
366	مستحق ہوتا ہے۔	
366	سگے بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلا بھائی وارث نہیں۔	229
366	علاتی بھائی سے عینی بھائی مقدم ہے۔	230
	سگا بھائی مسلمان نہ ہو یا مرنے والے کا قاتل ہو تو سوتیلا	231
366	بھائی وارث بنے گا۔	
369	حقیقی بھائی کے ہوتے، الگ ماں والا بھائی وارث نہیں۔	232
	متوفی کا لڑکا پہلے فوت ہو چکا ہو تو پوتے عصبے اور وارث	233
370	ہوتے ہیں۔	



	متوفی کی امانت بطور ترکہ حق داروں میں تقسیم ہوگی	234
372	اگرچہ بعد میں معلوم ہو۔	
	ہم درجہ نسبی عصبات متعدد ہوں تو وہ تمام برابر وارث	235
374	ہوں گے۔	
	قریبی عصبات کی وجہ سے دور والے محروم و محبوب ہوں	236
374	گے۔	
378	چچا کے پڑپوتے عصبہ ہیں اور بہن کی اولاد محروم ہے۔	237
	جب کوئی اور رشتہ یا نسبی و سببی قرابت نہ ہو تو بہو اپنے	238
381	سر کی وارث نہیں بن سکتی۔	
384	کوئی حاجب نہ ہو تو بھتیجے وارث ہو سکتے ہیں۔	239
386	حرام زادی اولاد باپ کی وارث نہیں۔	240
	اگر کوئی اور وارث نہیں، صرف ایک بھائی اور بہن عینی یا	241
387	علاقہ ہوں تو دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا ہے۔	
	اگر باپ سے پہلے لڑکا فوت ہوا تو وہ لڑکا وارث نہیں، لہذا	242
	اس لڑکے کی بیوی یا اولاد کو بھی اس وراثت سے حصہ	
389	نہیں مل سکتا۔	
340	چار لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔	243
413	ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال پر عصبہ کا حق ہے۔	244
	لڑکیوں کے ساتھ حقیقی بہن عصبہ بن جائے گی اور علاقہ	245
465	بھائی بہن محروم۔	



246 چچازاد بھائیوں کی موجودگی میں چچوں کے پوتے عصبات  
بعیدہ ہیں، وارث نہیں۔

565

### باب ذوی الارحام-----393

247 خالہ کی اولاد ذوی الارحام سے ہے۔

395

248 ذوی الارحام کا حق عصبات سے بہت پیچھے ہے۔

364

249 بھانجا ذوی الارحام سے ہے۔

364

250 ذوی الارحام میں بھی ترتیب شرعی کے ساتھ وراثت

396

جاری ہوتی ہے۔

397

251 ماں کے ہوتے ہوئے دادی کا کوئی حق نہیں۔

398

252 پھوپھی ذوی الارحام سے ہے۔

253 ماں اور عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کا قطعاً حق

398

نہیں ہے۔

254 والدہ، بیوی اور والدہ کے چچا زاد بھائی میں بطور ذوی

402

الارحام تقسیم۔

255 والدہ، بیوی اور والدہ کے چچازاد بھائی میں تقسیم کا ایک

402

مسئلہ۔

### باب العول-----407

256 والدہ، بیوی اور حقیقی ہمشیرگان ہوں تو بیوی کے لئے چوتھا،

409

والدہ کے لئے چھٹا اور بہنوں کے لئے دو تہائی ہے۔



- 409 حقیقی بہنیں حقدار ہیں اور غیر حقیقی بھائی محروم۔ 257
- اگر والدین نے زیور ہبہ کر کے قبضہ میں دے دیا تو 258
- 410 موہوب لہ یا موہوب لھا ہی مالک ہو گا۔
- 412 مسئلہ منبریہ۔ 259
- 413 دو بیویوں، ایک بہن اور ماں کے ساتھ چچا زاد محروم۔ 260
- ذوی الفرائض سے چونکہ کچھ نہیں بچتا، لہذا چچا زاد بھائی جو 261
- 413 کہ عصبہ ہے، محروم ہے۔
- میت کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کے لئے چوتھا حصہ 262
- 413 ہے۔
- بیوی ایک ہو یا زیادہ، اولاد نہ ہو تو ان کے لئے چوتھا حصہ 263
- 413 ہے۔
- ایک بہن کا حق نصف ہے۔ 264
- 413
- 414 بہنیں، ماں باپ سے ہوں تو اعیانی کہلاتی ہیں۔ 265
- بیوی، ماں اور دو عینی بہنیں ہوں تو مسئلہ 12 سے اور عول 266
- 415 13 سے آئے گا۔
- بیوی، ماں، ایک عینی اور ایک علاقائی بہن ہو تو مسئلہ بارہ 267
- 415 سے اور عول تیرہ سے ہو گا۔
- بیوی، ماں، دو اخیانی بہنیں اور چچا ہو تو بیوی کو 3/12، ماں 268
- کو 2/12، اخیانی بہنوں کا اکٹھا حق 4/12 اور باقی 3/12
- 415 چچا کا ہے۔



	بیوی، ماں، ایک اخیانی اور ایک عینی یا علاقائی بہن ہو تو	269
415	مسئلہ از 12 اور عول 13 سے ہو گا۔	
416	عول کی صورت میں عصبہ محروم ہے۔	270
	والدہ، خاوند اور تین لڑکیوں کے ساتھ تمام بھائی بہن	271
417	محروم۔	
417	حقیقی بہن ہو تو سوتیلے بھائی بہن محروم۔	272

### باب الرد-----419

422	صلبی لڑکیاں نہ ہوں تو پوتیاں لڑکیوں کی طرح ہیں۔	273
	ایک بہن ماں سے، ایک بیوی اور ماں ہوں تو بیوی کا	274
423	چوتھا، ماں کا تیسرا اور بہن کا چھٹا حصہ ہے۔	
	چونکہ کوئی عصبہ نہیں اور ماں، بیوی اور اخیانی بہن سے	275
	بچتا ہے تو باقی ماں اور بہن پر حصوں کی نسبت سے رد کیا	
423	جائے گا۔	
	بیوی کو بطور رد زائد سے کچھ نہیں ملتا، بیوی ایک ہو یا	276
423	زیادہ۔	
426	بیوی کا 1/8 اور باقی، دونوں لڑکیوں کا۔	277
	انگریزی دور کے انتقال سے لڑکیوں کے شرعی حقوق قطعاً	278
426	زائل نہیں ہو سکتے۔	

### باب تصحیح-----427

	ایک لڑکی، ایک بیوی، ایک بھائی اور تین بہنوں میں	279
--	---	-----



430	تقسیم۔	
431	فتویٰ بصورت ثالثی۔	280
	ایک بھائی، دو بہنوں، ایک بیوی اور دو لڑکیوں میں تقسیم،	281
432	جن میں سے ایک لڑکی حمل کی صورت میں تھی۔	
433	دو بیویوں، ایک لڑکی اور ایک بھائی میں تقسیم۔	282
257	حصہ وراثت، رواج وغیرہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔	283
257	بیوی، ماں، دو بھائی اور دو بہنوں میں تقسیم۔	284
260	دو بیویوں، دو لڑکیوں اور ایک بھائی میں تقسیم۔	285
435	بیوی، چار لڑکیوں اور تین چچا زاد بھائیوں میں تقسیم۔	286
437	بیوی، بیٹی، پوتی اور قریبی عصبات میں تقسیم۔	287
	انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام انتقال سے بیوی کا	288
439	مستقل ملک نہیں بنتا۔	
439	لڑکی، بیوی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔	289
	خاوند کی تمام اولاد وراثت کی مستحق ہے، اگرچہ بعض اولاد	290
441	کی ماں پہلے فوت ہو چکی ہو۔	
442	انگریزی دور کے اکثر انتقالات غاصبانہ تھے۔	291
443	لڑکی اور دو چچا زادوں میں تقسیم۔	292
444	لڑکیوں کا حق شرعاً ثلثین (دو تہائی) ہے۔	293
444	تین لڑکیوں اور چار بھتیجوں میں تقسیم۔	294



404	بیوی، لڑکی اور عصبات میں تقسیم۔	295
404	بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔	296
447	دو بیویوں، دو بہنوں اور عم زاد بھائی میں تقسیم۔	297
450	ماں، بیوی، دو بھائیوں اور ایک بہن میں تقسیم۔	298
	اگر بھائی پہلے فوت ہو تو وہ بہن کا وارث نہیں بن سکے گا۔	299
452		
452	لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ بہن عصبہ بن جاتی ہے۔	300
456	والدہ، بیوی، لڑکی اور دو بہنوں میں تقسیم۔	301
458	بہن کا حق نصف ہے۔	302
458	ایک بہن اور چھ عصبات میں تقسیم۔	303
460	دو بیویوں، تین لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔	304
462	بیوی، چار لڑکیوں اور ایک پوتے دو پوتیوں میں تقسیم۔	305
463	والدہ، دو بیویوں اور لڑکے میں تقسیم۔	306
467	حقیقی بہن اور تایا زاد بھائیوں میں تقسیم۔	307
469	والدہ، ہمشیرگان اور چچا زادگان میں تقسیم۔	308
471	بیوی، لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔	309
473	والدہ، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔	310
	ایک بیوی، دو بہنیں اور دس چچا زاد ہوں تو بیوی کا حق چوتھا، بہنوں کا دو تہائی اور باقی چچا زادگان کا ہے۔	311
475		
477	ایک بہن، دو بیویوں اور دو بھتیجیوں میں تقسیم۔	312



479	والدہ کی اولاد سے بہن بھائی ہوں اور باقی عصبات، تو بہن بھائیوں کا $1/3$ میں مساوی حصہ ہے جب کہ باقی عصبات کا حق ہے۔	313
481	ایک بیوی، تین لڑکیوں اور تین بھتیجیوں میں تقسیم۔	314
481	حقیقی بھتیجیوں کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی کے لڑکے محروم اور بھتیجیاں بھی محروم۔	315
482	بیوی، لڑکی اور دو حقیقی ہمشیرہ ہوں تو بیوی کا آٹھواں حصہ، لڑکی کا نصف اور باقی بہنوں کا حق ہے۔	316
484	دو بیویوں، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم وراثت۔	317
486	پہلے سے فوت شدہ کا کوئی حق نہیں۔	318
486	غسل، کفن، دفن، قرض اور وصیت سے بچا ہوا سارا مال وارثوں میں تقسیم ہو گا۔	319
486	تین لڑکیوں اور ایک بھتیجے میں تقسیم۔	320
487	بیوی، دو لڑکیوں، ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی میں تقسیم۔	321
488	متوفی کی ایک بیوی پہلے اور دوسری، خاوند سے بعد فوت ہو، اور اولاد دونوں سے ہوئی تو تمام اولاد اور دوسری بیوی کو حصہ ملے گا۔	322
490	بہن، بھتیجا اور دو بیویوں میں تقسیم۔	323
493	بیوی، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم۔	324
494	بیوی، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔	325





494	بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔	326
496	بیوی، والدہ، اخیانی بہنوں اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم۔	327
496	والدہ کے دوسرے خاوند سے لڑکے محروم۔	328
497	بیوی، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم۔	329
497	لڑکیاں اور بہنیں ہوں تو بھتیجے وغیرہ محروم۔	330
499	والدہ، دو بہنوں اور تین چچوں میں تقسیم۔	331
501	ایک ہمشیرہ، ایک برادرزادہ اور دو برادرزادیوں میں تقسیم۔	332
503	زوجہ، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم ترکہ۔	333

## باب المناسخہ ----- 505

334	ایسا پیچیدہ مسئلہ، جس میں تقسیم سے پہلے یکے بعد دیگرے
??	ورثاء مرتے جائیں، اس کو مناسخہ کہتے ہیں۔
335	انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے مالکانہ
508	حقوق نہیں تھے، بلکہ انتقال بصورت امانت، برائے گزر
509	اوقات تھا۔
336	پہلے لڑکا پھر اس کی والدہ فوت ہوئی تو تقسیم بطور مناسخہ۔
337	چار لڑکیوں اور حقیقی بھائی میں تقسیم۔
338	عاقل بالغ اپنا حصہ رضا و رغبت سے ہبہ کر سکتے ہیں۔
339	پہلے بھائی پھر بہن کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم
513	بطور مناسخہ۔
340	انگریزی دور میں عموماً مستورات کے نام انتقال، محض



515	عارضی، ان کے نکاح یا وفات تک کے لئے ہوا کرتے تھے۔	
515	پہلے باپ پھر بیٹیوں کی وفات کی صورت میں تقسیم مناسخہ۔	341
517	پہلے خاوند پھر بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم۔	342
519	انگریزی دور کے منتقلات کے باوجود بیوگان کے نکاح یا وفات کے بعد عصبیات بازگشت ہی مالک قرار پاتے تھے۔	343
522	پہلے خاوند فوت ہوا پھر بیوی، تو تقسیم بطور مناسخہ۔	344
522	انگریزی دور میں جو مستقل انتقال لڑکوں کے نام ہو گئے وہ قانون مال کی رو سے فسخ نہیں کئے جاتے، ورنہ حق وہی جو اوپر تحریر ہوا۔	345
523	جب عارضی انتقال کی وجہ سے کسی کو حصہ نہ دیا گیا تو اس کی اولاد کا اس میں برابر حق ثابت رہتا ہے۔	346
525	چونکہ انگریزی منتقلات میں بیوگان کی فوتیگی کے بعد بازگشتوں کو بھی وراثت ملنی تھی، لہذا وہ متوفی گویا کہ اب فوت ہوا۔	347
528	عارضی انتقال سے مستقل ملک ثابت نہیں ہوتا۔	348
528	خاوند لاولد فوت ہوا جس کا ایک بھائی اور ایک بیوی تھی پھر بیوی دو بہنوں اور ایک تایا زاد بھائی چھوڑ کر لاولد فوت ہوئی تو تقسیم ترکہ۔	349
528	تایا زاد کے ہوتے تایا کا پوتا وارث نہیں۔	350



- 529 غیر حصہ دار کے نام انتقال ناجائز ہوا لہذا فسخ کیا جائے۔ 351
- 530 جو پہلے فوت ہو چکے وہ وارث نہیں بن سکتے۔ 352
- 531 ایک آدمی بیوی، چار لڑکیاں اور بہن بھائی چھوڑ کر فوت ہوا پھر اس کی لڑکی، خاوند، والدہ اور لڑکا چھوڑ کر فوت ہوئی تو تصحیح بطور مناسخہ۔ 353
- 533 جب لڑکیاں اپنے بھائی کے حق میں دستبردار ہوں تو بھائی مالک ہو جاتا ہے۔ 354
- 535 بہنوں کے دستبردار ہونے کے بعد بھائی اگر وہی بہنیں، بیوی اور چچا چھوڑ کر لاولد فوت ہوا تو وہ بہنیں اپنے اس بھائی کے ترکہ سے دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔ 355
- 535 سوال میں بعض وارثوں کا ذکر نہ کرنا سخت غلطی ہے۔ 356
- 537 محمود کا چچا اور بیوی صرف محمود کے وارث ہیں، اس کی ماں کے وارث نہیں۔ 357
- 538 متوفی کا لڑکا اگرچہ نومولود ہو اس کے ہوتے، بھتیجے، بہن اور ان کی اولاد محروم۔ 358
- 538 جب عصبہ ہو تو پھوپھی یا ان کی اولاد محروم ہوگی۔ 359
- 539 ایک آدمی بیوی اور لڑکا چھوڑ کر فوت ہوا، پھر لڑکا اپنی ماں اور چچا زاد بھائی چھوڑ کر فوت ہوا، تو تقسیم بطور مناسخہ۔ 360
- 361 ایک آدمی بیوی، دو لڑکیاں اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوا، پھر ایک لڑکی اپنی ماں اور لڑکے چھوڑ کر فوت ہوئی، پھر یہ ماں



- 541 ایک لڑکی اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوئی تو تصحیح بطور مناسخہ۔ 362
- 543 دو شہائی تین لڑکیوں کا، آٹھواں حصہ بیوی کا اور باقی کا 363
- 544 حقدار عصبات میں سے جو قریبی ہو، خواہ آٹھویں پشت 364
- میں ملے اور اگر کوئی جدی عصبہ نہ ہو تو باقی تینوں لڑکیوں 365
- کا ہے۔ 366
- 544 جب قرض ہے تو کل مال سے پہلے قرضہ پورا کیا جائے۔ 367
- 544 تجہیز و تکفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے 368
- کئے جائیں بعد میں وارث اپنے حق لیں۔ 369
- 545 لڑکا لڑکیاں ہوں تو بھائی کا حق نہیں۔ 370
- 546 ایک شخص لڑکا، دو لڑکیاں وارث چھوڑ گیا، پھر یہ لڑکا اپنی 370
- دو بہنیں اور چچا چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کی تصحیح بطور 371
- مناسخہ۔ 372
- 546 انگریزی دستور سے تمام زمین کا بالترتیب انتقال محض ظلم 373
- اور غصب تھا۔ 374
- 546 ایسے مسائل میں مسائل ہیر پھیر سے مفاد کی کوشش کرتے 375
- 547 ہیں، افسران مجاز خوب غور سے کام لیں۔ 376
- 547 ایک لڑکی، والدہ، بیوی، ایک بھائی اور دو بہنیں چھوڑ کر 377
- فوت ہوا پھر وہ لڑکی، چچا چھوڑ کر فوت ہوئی، تصحیح بطور 378
- 548 مناسخہ۔ 379
- 548 ایک والدہ، بیوی، لڑکی اور تین بہنیں چھوڑ کر فوت ہوا پھر 380



وہ والدہ اپنی تین لڑکیاں اور بھتیجے چھوڑ کر فوت ہوئی تصحیح

551

بطور مناسخہ۔

تقسیم سے پہلے متعدد ورثاء یکے بعد دیگرے فوت ہوتے

371

554

رہے، ان کی تصحیح بطور مناسخہ۔

کوئی وارث مورث کی وفات کے وقت مرتد ہو چکا تو حصہ

372

555

سے محروم رہتا ہے۔

پہلے خاوند، ایک بھائی، دو لڑکیاں اور بیوی چھوڑ کر فوت

373

ہوا، پھر وہ بیوی، دو لڑکیاں، باپ اور دوسرا خاوند چھوڑ کر

559

فوت ہوئی۔

جب لڑکیوں کے ساتھ بہنیں حصہ لیتی ہیں اس وقت

374

561

چچا زاد بھائیوں کا حق نہیں۔

ایک آدمی پھر اس کی لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے وارثوں کو

375

562

چھوڑ کر فوت ہوئے۔

وفات میت کے وقت جو فوت ہو چکا، وہ وارث نہیں۔

562

376

کفن، دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد وارثوں کا حق بنتا

377

ہے، یونہی تہائی تک وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال

562

بچے اس میں وارثوں کے حصے ہوتے ہیں۔

پہلے خاوند، پھر بیوی اور اس کے بعد ان کی ایک لڑکی اپنے

378

565

وارثوں سے بالترتیب فوت ہوئی تو تصحیح مسئلہ بطور مناسخہ۔

مسئلہ مناسخہ یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ یکے بعد دیگرے

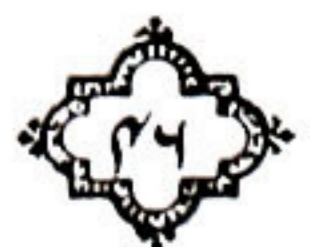
379



567	فوت ہوئے۔	
568	کئی بار دریافت کے باوجود سائل نے بعد میں جا کر بتایا۔	380
	یکے بعد دیگرے آٹھ اموات کی ایک صورت جس میں	381
572	دس ہزار تین سو اڑسٹھ (10368) حصے بنا کر تقسیم ہوئے۔	
	آدمی فوت ہوا پھر اس کی ایک لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے	382
574	اپنے وارثوں کو چھوڑ کر فوت ہوئی۔	
	پہلے عبد الشکور خاں پھر اس کا لڑکا عمر خاں پھر عمر خاں کی	383
	ماں سوندھی بالترتیب فوت ہوئے، اس کی تقسیم بطور	
577-8	مناسخہ۔	
	پہلے عورت اپنا خاوند، ماں، باپ اور بچہ چھوڑ کر فوت ہوئی	384
579	پھر وہ بچہ اپنا باپ چھوڑ کر فوت ہوا۔	
	ایک آدمی دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا، پھر	385
	ایک لڑکا اپنے بھائی بہن میں سے فوت ہوا پھر دوسرا بہن	
581	اور لڑکا، لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا تصحیح بطور مناسخہ۔	
	لڑکے کے دو حصے، لڑکی کا ایک حصہ اور بیوی کا آٹھواں	386
584	حصہ۔	
584	غیر وارث کی اولاد وارث نہیں ہو سکتی۔	387

## باب مسائل شتی (متفرقات) \_\_\_\_\_ 587

	وارثوں میں تقسیم سے پہلے کفن، دفن، دین اور وصیت	388
351	شرعیہ کی تنفیذ کی جائے۔	



- 389 فوت ہونے کے بعد وراثت جاری ہوتی ہے۔ 391
- 390 مرنے والے کی ملک میں جو چیز ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ 391
- 391 جب کوئی وارث نہیں تو بیت المال کا حق ہے۔ 402
- 392 وضع اخراجات تجہیز و تکفین و ادائیگی دیون و تسفیذ وصایا من الثلث کے بعد وارثوں میں تقسیم ترکہ ہوگی۔ 430
- 393 بھائی نے بہن کو جہیز کا مالک بنا دیا تو اس جہیز پر کسی دوسرے کا حق نہیں۔ 430
- 394 علاقائی بھائی بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا محروم ہوگا۔ 454
- 395 بیوہ کے نکاح کر لینے سے اس کے حصہ میں فرق نہیں آتا۔ 456
- 396 اولاد کا فرار ہو کر والد سے والدہ کے پاس چلا جانا حق وراثت زائل نہیں کرتا۔ 473
- 397 ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑ کر مرے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو۔ 590
- 398 حق چراغی مال نہیں لہذا ترکہ بھی نہیں۔ 590
- 399 مجاور کو بطور خود جو کچھ لوگ دیں وہ پہلے ترکہ میں شامل نہیں۔ 590
- 400 صحت و تندرستی میں مالک و قابض بنانے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے، جس سے بعد میں بے دخل نہیں کر سکتے۔ 592



	متوفی اپنی زندگی میں کسی کو اپنی جائیداد کا مالک و قابض بنا دے تو اسے بحال رکھا جائے گا۔	401
254		
594	ترکہ کی ہر چیز میں تمام وارثوں کا حق ہے۔	402
	قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد باقی ترکہ میں سب وارث حق دار ہیں۔	403
594		
595	ترکہ کا فیصلہ مفقود الخبر کی ثبوت و فوات کے بعد ہو گا۔	404
	اگر مفقود الخبر کی وفات کی شہادت نہ مل سکے تو اس کی پیدائش سے نوے سال کا عرصہ گزرنے پر موت کا حکم لگایا جائے گا۔	405
596		
391	وراثت فوت ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے۔	406
	مرنے والے کی ملک میں جو چیز بھی ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔	407
391		
451	خیرات کے نام پر ترکہ کو خرچ کرنا جائز نہیں۔	408
	متوفی کے مال سے ورثاء کی اجازت کے بغیر خیرات کرنے والا ضامن ہو گا اور جتنا مال خیرات کیا ہے اس کا پورا معاوضہ ورثاء کو ادا کرے۔	409
451		
503	طوطا حلال ہے۔	410
	طلاق رجعی میں عدت پوری ہونے تک حکماً نکاح ثابت رہتا ہے۔	411
341		
	مدرسہ کے اسپیکر پر مسجد والے ناجائز قابض ہو جائیں تو	412





- 150 ایسے اسپیکر پر اذان وغیرہ جائز نہیں۔
- 413 ناجائز طریقے سے حاصل کردہ چیز مسجد کے لئے اور زیادہ
- 151 غیر مناسب ہے۔
- 151 اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پاک چیز ہی استعمال کی جائے۔ 414

## فوائد و اصول افتاء

- 129 صرف ایک حدیث دیکھ کر حکم لگا دینا، حدیث دانی نہیں۔ 415
- 416 احادیث کے طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا ضروری
- 129 ہے۔
- 137 خصوص سبب سے عموم حکم منع نہیں ہوتا۔ 417
- 141 اطلاق، قوی حجت ہے۔ 418
- 142 لیس للمفتی الجمود علی المنقول فی کتب ظاہر الروایہ 419
- 420 اعتبار العرف الخاص و ان تخالف منصوص کتب المذابب ما لم
- 142 یخالف النص الشرعی
- 421 حقوق میں مفتی و قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف
- 145 کے خلاف فتویٰ یا فیصلہ کریں۔
- 422 جسے اہل زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں وہ فتویٰ
- 145 نہیں دے سکتا۔
- 423 کئی احکام اہل زمان کی عادات و احوال کی وجہ سے بدل
- 145 جاتے ہیں۔
- 146 تعامل کے مقابل قیاس کو ترک کیا جائے۔ 424



146	ثابت بالعرف ثابت بالنص کی مانند ہے۔	425
146	المشروط عرفا كالمشروط شرعا	426
174	مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔	427
175	مسلمان کے کام کو اچھے معنی پر محمول کرنا چاہئے۔	428
195	السكوت في معرض البيان بيان	429
279	مفتی، صاحب بصیرت ہونا چاہئے۔	430
285	مسائل فرائض میں قیاس کو دخل نہیں۔	431
302	جواب، سوال کی واقعیت پر مبنی ہے۔	432
	شرعی فتویٰ حاصل کرتے وقت غلط بیانی کرنا نہایت برا کام	433
536	ہے۔	
503	اباحت اصلیہ آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے۔	434
	فتویٰ، صورت سوال کے مطابق ہوتا ہے جب کہ فیصلہ	435
90	کے لئے فریقین کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے۔	



سیدی فقیہ اعظم

عمر با کعب و سخا نه می ناله حیات  
آرزویم عشق پاک و نامی راز آید برین

# سید کی فقیہ اعظم

پروفیسر خلیل احمد نوری



فقہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز، ان اہل اللہ میں سے تھے جنہیں وراثت نبوت کے مرتبہ کمال پر فائز کر کے قیام حق اور ہدایت امت کا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ جن کے وجود باجود سے اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ جو بدعات و سیئات کا قلع قمع کرتے ہیں اور اپنے تجدیدی کارناموں سے قائم لامر اللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم حضرت فقہ اعظم علیہ الرحمہ علوم و فنون کی متعدد شاخوں اور حقیقت و معرفت کے لاتعداد شعبوں میں اپنا نظیر و عدیل نہیں رکھتے تھے۔ تفہیم دین متین، اعلیٰ اخلاق، معاملہ فہمی اور حسن اہتمام و انصرام میں ان کا کوئی سہیم و شریک نہ تھا۔ ان کا تن بدن اور روح و جاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت اور بے پناہ دارفتگی میں تحلیل ہو چکا تھا۔ عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

مقابلے میں نہ تو دنیوی تمتعات کی گنجائش اور نہ اہل و عیال کی محبت دم مار سکتی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں سے

فداک اخوتی، امی، ابی، ابنائی، احبابی  
وداوی ودی مرغوبی اغثنی یارسول اللہ (۱)

نیز فرمایا: سے

از ہمہ ازکار ذکر شاہ دیں ما را الذ  
از ہمہ افکار فکر مہ جبیں ما را الذ (۲)

اعاظم اہل سنت کی زبانوں پر آپ کا نام نامی نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا تھا۔ آپ کے اساتذہ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید ابوالبرکات کے علاوہ معاصرین میں سے غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، غزالی زمان حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاردی، حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری نور اللہ مرقدہم اور استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیا لوی گوڑوی، مفتی محمد حسین نعیمی، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی، جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم جیسے اہل علم و فضل نے نہ صرف ان کے گوناگوں اوصاف جمیلہ کی نشاندہی کی بلکہ بعض نے ان کے مجددانہ اور مجتہدانہ مقام کا برملا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ استاذ الاساتذہ حضرت بندیا لوی صاحب نے لکھا کہ ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مجدد عطا فرمایا جنہوں نے بدعات کا خاتمہ کر کے دین کی تجدید فرمائی اور

”علماء نے ان مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ



صدی کے آخر اور آئندہ صدی کے اول میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت علامہ ابو الخیر شیخ الحدیث فقیہ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔“ (۳)

حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے استفاء کی صورت میں علمی استفادہ کرنے والوں میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کا ہجوم رہا۔ ان سائلین میں ایسے عوام الناس بھی تھے جو کسی علمی شخصیت سے مخاطب کا درست ڈھنگ بھی نہیں جانتے تھے اور ایسے علم دوست خواص بھی جو صاحب فتاویٰ نوریہ کی خدمت میں استفاء لکھتے وقت ”محافظ شریعت“ مجسمہ طریقت“ منبع معرفت“ ذوالعزت والاحشام“ سراپا قدس واحترام۔۔۔۔۔ فاضل اجل“ مولانا الاکمل۔۔۔۔۔ علامہ زماں“ بیہتی دوراں۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت۔۔۔۔۔ راس المفسرین“ قطب عصر۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ قبلہ وکعبہ“ استاذ العلماء“ محدث عرب و عجم“ (۴) جیسے القاب لکھ کر بھی بچھے چلے جاتے تھے۔

آپ سے فتویٰ طلب کرنے والوں کی فہرست میں جہاں حکومتی عہدوں پر فائز بڑے بڑے آفیسروں اور جاگیرداروں اور وڈیروں کے نام شامل ہیں وہاں وکلاء“ طلباء اور سکالروں کے علاوہ اجلہ علماء وفضلاء کے نام بھی موجود ہیں۔ مثلاً مولانا غلام مرعلی صاحب (چشتیاں شریف) صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب (آلو مہار) مفتی غلام محمود صاحب (جہلم) مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب“ مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب“ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب (کراچی) مولانا غلام معین الدین صاحب (لاہور) مولانا عبدالکریم صاحب (بنگلہ دیش) مولانا محمد کمال الدین صاحب (بنگلہ دیش) مولانا غلام رسول اشرفی صاحب“ مولانا ابوالوفاء منظور احمد صاحب“ مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب“ جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری سابق جج



وفاقی شرعی عدالت، سید اختر حسین جماعتی علی پور سیداں اور مولانا سعید احمد اسعد صاحب (فیصل آباد) وغیرہم۔

علم و ادب کے شناور اور نباض عصر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ نے لندن سے آمدہ دو استفتاء حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں ارسال فرمائے تاکہ آپ ان پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ (۵) حضرت پیر صاحب مدظلہ نے ایک سے زائد مرتبہ حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کو فرمایا کہ میں خود فتاویٰ نوریہ سے استفادہ کرتا ہوں۔ اور اس بات کے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ دور حاضر کے مفتیان اہل سنت (زید مجدہم) فتویٰ نویسی کے مراحل میں فتاویٰ نوریہ کو پیش نظر رکھنا ناگزیر سمجھتے ہیں۔ یہ امر جہاں ان کی وسعت قلبی، کشادہ ظہنی اور علم دوستی کا بین ثبوت ہے وہاں صاحب فتاویٰ نوریہ کی علمی عظمت اور فقہی واجتہادی بصیرت کا اعتراف بھی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ سے استفتاء کے ضمن میں فیض یافتگان کا دائرہ پاکستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اٹاوا، لندن، سعودی عرب، ناروے، بنگلہ دیش جیسے اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں بسنے والے مسلمان بھی اس چشمہ علم و معرفت سے مستفیض ہوتے رہے۔ اس طرح اندرون ملک سے مختلف انجمنوں، سوسائٹیوں، تنظیموں اور مدارس کی معرفت بھی استفتاء آتے رہے۔ مثلاً جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی (۶)، انجمن حزب الاحناف لاہور (۷)، جامعہ نعیمیہ کراچی (۸)، مدرسہ امینیہ رضویہ لائل پور (۹)، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (۱۰)، ماہنامہ سالک راولپنڈی (۱۱)، ماہنامہ نور و ظہور قصور (۱۲)، جمعیت علماء پاکستان (۱۳)، ماہنامہ نوری کرن بریلی (۱۴)، نور المدارس منڈی یزمان (۱۵) وغیرہ۔

فتاویٰ نوریہ کا ہر جلد تقریباً چھ سو مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس طرح چھ





جلدوں میں تقریباً چھتیس سو مسائل پر آپ کی بصیرت افروز اور مجتہدانہ رائے موجود ہے اور وہ فتاویٰ جو دارالافتاء کے کاتب کی عدم فرصت اور عدم توجہی کے باعث ریکارڈ میں محفوظ نہ رکھے جاسکے ان کی تعداد بھی ہزاروں سے کم نہیں۔ آج بھی اگر ملک کی مختلف عدالتوں کے سابقہ ریکارڈ اور متعدد اہم مقدمات کی فائلوں کو کھنگالا اور مطالعہ کیا جائے تو صاحب فتاویٰ نوریہ کے متعدد فتویٰ جات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

ماضی قریب کے علماء نے مسائل نو کو سمجھنے اور ان کے حل کی سہیل پیدا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں نئی نسل دین اسلام سے برگشتہ اور متنفر دکھائی دینے لگی۔ عصر حاضر میں اس جانب پیش رفت ہوئی۔ علماء اہل سنت میں پیر محمد کرم شاہ، علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری جیسے مقتدر فضلاء اور اہل بصیرت نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے آج سے تقریباً چالیس برس پہلے ہی اس نزاکت کا احساس کر لیا تھا چنانچہ فتاویٰ نوریہ میں جہاں عبادات، اخلاقیات اور معاملات پر قابل مطالعہ فتاویٰ موجود ہیں وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل پر بھی آپ کی مجتہدانہ رائے موجود ہے۔۔۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، رویت ہلال، تعلیم کتابت نسواں، روزے میں انجکشن لگوانا، ریل یا طیارے میں ادائیگی نماز، زخموں کو خون کی منتقلی، انگریزی و ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال اور فونو گرافی جیسے اہم مسائل پر آج کے علماء نے طوعاً و کرہاً خاموشی اختیار کر لی ہے اور عملاً جواز کا فتویٰ دے دیا ہے مگر حضرت فقیہ اعظم نے اس وقت ان پر کھل کر بحث کی اور دلائل و براہین سے ان کے جواز پر فتویٰ دیا جب علماء انگشت بندہاں تھے اور ان مفید عام اشیاء کے جواز پر منفی رد عمل ظاہر کر رہے تھے۔



برادر مکرم راجا رشید محمود نے سہ ماہی فروزاں (پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ) لاہور میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آج کل ہوائی جہاز اور ریل میں نماز، رویت ہلال، انتقال خون، بینکاری، انشورنس، انعامی بانڈ اور دوسرے بہت سے ایسے مسائل سامنے ہیں اور ان میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ ایسا جید عالم دین ہی ادا کر سکتا ہے جسے صلاحیت اجتہاد عطا کی گئی ہو۔ اس قسم کے جدید مسائل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا نور اللہ نعیمی نے اپنی مجتہدانہ رائے کا اظہار کیا جن سے ہرچند بعض حلقوں اور علماء کی طرف سے اختلاف بھی کیا گیا لیکن اختلاف کرنے والے علماء بھی مولانا نور اللہ کی جلالت علمی، جودت طبع، دقت نظر اور نقاہت کے قائل ہیں۔“ (۱۶)

اور روزنامہ ”وفاق“ نے رقم کیا ہے:

”ان فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مصنف مقتدر عالم ہیں اور دور حاضر کے معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے تمام مسائل کو شرع متین کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل و براہین سے بھی حل کیا ہے۔“ (۱۷)

مسائل اقتصادی اور معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا مذہبی اور ملکی، صاحب فتاویٰ نور یہ کا قلم اشب اپنے لازوال نقوش چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ کے صفحات کہتے ہیں:

”دور جدید میں بڑھتے ہوئے مسائل اور پھیلتی ہوئی الجھنوں کے دائرے میں یہ کتاب معلوماتی ہے اور کئی عقودوں کو واک کرنے کا باعث ہو سکتی ہے۔“ (۱۸)



شیخ الحدیث حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی برصغیر میں ایک انوکھا اور منفرد واقعہ ہے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بعد تحقیق و تدقیق، عمیق مشاہدے اور حوالہ جات کی بہتات کی بناء پر علم و فن کی دنیا میں شاید ہی کوئی شخصیت دکھائی دے۔ اس حقیقت کا انکار دن کو رات کہنے کے مترادف ہو گا کہ پوری تاریخ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے بعد اس فتاویٰ کی نظیر و مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔ فتاویٰ نوریہ میں قدرت بیاں اور اردو ادب کی انوکھی اور متعدد مثالیں بھی موجود ہیں۔ انداز بیاں عمومی طور پر علمی و جاہت سے لبریز ہے مگر کئی صفحات سہل بیانی کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔ ایک چیز جو ابتداء سے آخر تک برقرار رہی ہے وہ اس میں دیئے گئے دلائل و براہین کا دل و دماغ کو اپیل کرنا ہے۔ تفکر و تدبیر کی جا بجا راہیں دکھائی گئی ہیں اور عقل و خرد کو کام میں لانے کے لئے قاری کو بار بار متوجہ کیا گیا ہے۔



روزنامہ ”مشرق“ نے فتاویٰ نوریہ کی اسی خوبی کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:  
 ”اس دور میں فقہی مسائل کے اس حل کی شدید ضرورت تھی جو شریعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے ساتھ ساتھ عقلیات کو بھی اپیل کرتا ہو۔ اس فتاویٰ نے نہایت دلکش انداز میں اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔“ (۱۹)

اس صدی کے عظیم مجدد اور فقیہ اعظم پاکستان نے فتاویٰ نوریہ کی صورت میں جو علمی و تحقیقی خدمت سرانجام دی ہے اس پر تو کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی مگر ان کا یہ احسان بھی کچھ کم نہیں کہ انہوں نے ان فتاویٰ کے ذریعے ایک بہت بڑی اور خالص معاشرتی خدمت بھی انجام دی ہے۔ فتاویٰ کا ہر ورق معاشرتی الجھنوں اور خاندانی پیچیدگیوں کا حل بتاتا ہے۔ مرد اور عورت کا ازدواجی

تعلق اسلامی معاشرے کا سنگ میل ہے۔ اس ادارے کی بربادی سے معاشرتی زندگی کی دیواروں میں دراڑیں پڑتی ہیں، خاندانوں میں خلیجیں پیدا ہوتی ہیں جس سے ایک نہیں سینکڑوں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ صاحب فتاویٰ نور یہ نے اپنے علم و فن اور قلم کی پوری قوت کو اس ادارے کو آباد کرنے اور معاشرے کے اس اہم یونٹ کو بحال کرنے میں صرف کی اور اس ضمن میں پائی جانے والی بد عنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے خلاف جہاد کیا۔

فتاویٰ کے صفحہ 434 جلد 2 پر ایک ایسے شخص کے بارے میں استفتاء ہے جس نے لوگوں کے سمجھانے کے باوجود جلب زر اور جھوٹی انا کی خاطر اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح گونگے، بہرے اور ناکارہ شخص کے ساتھ کر دیا ہے، لڑکی بھی راضی نہیں ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے اس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے معاشرے کے اندر اس بڑھتے ہوئے ناسور پر کرب و دکھ کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ایسے غلط ناتے اور بے جوڑ رشتے سراسر باعث تکلیف و نقصان اور محض وبال جان، عمر بھر کے لئے لاعلاج مرض اور سوہان مزاج ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔“

مذکورہ شخص کے گھناؤنے کردار پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا:

”خویش و اقارب و دیگر بھی خواہ مشورہ دیتے رہے، سمجھاتے رہے مگر اس نے نہ مانتے ہوئے سراسر سفاہت و طمع زر اور پھر حمیت جاہلیت و نام نہاد زبان پروری کے لحاظ سے نکاح کر دیا۔“

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ جب وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو تو اپنا نکاح جہاں چاہے کر سکتی ہے اس لئے بوقت نکاح ان کی رضامندی ضروری ہوا کرتی ہے مگر ظالم سماج نے ان سے یہ حق چھین لیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی استفتاات



صاحب فتاویٰ نوریہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ایک ایسا ہی استفتاء (۲۰) پیش کیا گیا کہ ایک شخص کی بیٹی نے باپ کے رویے سے تنگ آکر پچیس برس کی عمر میں فرار ہو کر نکاح کر لیا۔ باپ نے اس نکاح کو تسلیم نہ کیا اور بعض علماء نے بھی اس نکاح کو باطل قرار دیا۔۔۔ اس کا جواب دیتے ہوئے یوں ابتداء کی:

”اسلام نے جہاں جہان والوں کو جبر و استبداد کے آہنی بنجوں سے

نجات دلائی وہاں مظلوم عورت کو بھی مظالم سے آزادی عطا فرمائی۔“

اس کے بعد قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے عورت کے اس حق میں دلائل دیئے اور معاشرے کی اس برائی پر برہمی کا اظہار فرمایا اور آخر میں نام نہاد علماء اور مفتیان کرام جنہوں نے مذکورہ نکاح کو باطل قرار دیا تھا، کے رویے پر افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا:

”کاش! ہمارے مہربان نزاکت زمانہ کو ملحوظ فرماتے ہوئے ایسی

حرکات سے باز آتے حالانکہ صورت مذکورہ میں تو سلمیٰ کا باپ بکرولی ہونے کے قابل ہی نہیں کہ اس نے فرمان خداوندی اوفوا بالعقود کی خلاف ورزی کی اور انکحوا الایامی منکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پچیس برس تک لڑکی کو مقید رکھا اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث مرفوع میں تو رات شریف سے منقول ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کو پہنچے تو اس لڑکی سے جو گناہ ہو وہ باپ پر ہے اور اس ظالم نے بارہ اور بارہ، چوبیس سال سے بھی ایک سال زائد مقید رکھا، آخر لڑکی نے ناراض ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔“

اس سلسلے میں دوسرا پہلو بھی آپ کے ذہن رسا سے او جھل نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ بالغ لڑکی کے لئے اچھی تجویز دی اور فرمایا:



”البتہ بہترین صورت یہی ہے کہ اپنے والد اور والدہ کی وساطت

سے غور و خوض کرے کہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو۔“ (۲۱)

دور حاضر میں مادیت کی چکاچوند نے اخوت و بھائی چارے پر کاری ضرب لگائی ہے۔ مال و دولت کی بہتات نے رشتوں کے احترام اور محبتوں کو ذبح کر کے رکھ دیا ہے۔ اپنائیت رخصت ہو چکی ہے، اسلامی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ ایسی ایسی روح فرسا خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی ہیں جس سے قلب و دماغ جل اٹھتے ہیں۔۔۔۔ جاہل مگر بااثر لوگوں کے ہاتھوں سرزد ہونے والے ایسے دلخراش اور جان لیوا واقعات پر فتویٰ پوچھا جاتا تو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ تلملا اٹھتے۔ معاشرے کے ستم رسیدہ اور مظلوم لوگوں کے پڑ مردہ چہرے ان کی نظروں میں گھوم جاتے، قلم میں سختی آجاتی اور پھر کبھی اسلامی شعائر کی پامالی کے مرتکب افراد کو کوستے اور کبھی قرآن و سنت کے قوانین اور احکام کو نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے والوں پر برتتے۔

طلاق کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں قرآن و سنت کے حکم کی

قطعیت کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ قرآن کریم کا اور احادیث شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے۔

روئے زمین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے پورے پورے انتظام سے مقابلہ

کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو اٹھایا بدلا دیں تو قطعاً یقیناً یہ نہ بدل سکتا

ہے، نہ اٹھ سکتا ہے۔۔۔۔ حضرت رب العالمین کا فرمان مبین ہے وما

کان لمومن ولا مومنہ اذا قضی اللہ ورسولہ امران یكون لہم

الخیرہ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبیناً

(۲۲)



قرآن و سنت کے مقرر کردہ حدود و تعزیرات کو جس طرح عدم نفاذ کا سامنا ہے اور جس حد تک اسلامی قوانین کی معطلی پر یہاں کے حکمرانوں کا عمل دخل ہے وہ سب کے سامنے عیاں ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اس اغماض نظر نے طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کو ایسا خود سر بنا دیا ہے کہ وہ معاشرے کو بھوکے کتوں کی طرح مہنبھوڑ رہی ہیں۔ شر و فساد نے پر امن شہریوں اور شریف النفس لوگوں کا جینا دو بھر کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے حضرت فقیہ اعظم جیسی صاحب درد اور غم خوار شخصیت اس پر کیسے خاموش رہ سکتی تھی۔ سچی محفلوں، وعظ و تقاریر کی مجالس اور جمعہ کے خطبات میں بھی انہوں نے حکمرانوں کی اس کوتاہی کا برملا اظہار کیا اور پھر اسمبلی میں پہنچ کر باقاعدہ قانونی جنگ لڑنے کی بھی کوشش کی۔۔۔۔۔ تاہم جب کبھی ایسے سوالات آتے جن میں قوانین الہیہ اور احکام رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی بالادستی کو تار تار کرتے ہوئے ہوائے نفس کی پیروی کرنے والوں کی سنگینی کا تذکرہ ہوتا اور ایسے بد کردار لوگوں کے خلاف تعزیر اور سزا پوچھی جاتی تو آپ کا رد عمل اس طرح کا ہوتا:

”باقی رہی تعزیر تو وہ بہت بڑی سخت ہے مگر جب کوئی لگانے والا ہی نہیں تو لکھنے کا کیا معنی؟ اس دور آزادی و بے باکی میں کیا کیا جائے؟۔۔۔۔۔ والی اللہ المشتکی وهو المستعان وعلیہ التکلان۔۔۔۔۔ (۲۳)

ایک مرتبہ حرام گوشت بیچنے والے دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے سائل کو لکھا:

”اب تک چونکہ پاکستان میں اسلامی قوانین جاری نہیں ہوئے لہذا ہم پوری سزا نہیں دے سکتے۔ بناء علیہ آپ اپنے اختیارات کی رو سے



جتنی سخت سے سخت سزا سے دے سکتے ہیں، دیں اور اخلاقی دباؤ سے اسے مجبور کیا جائے کہ صحیح معنوں میں توبہ کرے اور اہل اسلام سے گڑگڑا کر معافی طلب کرے اور اس عورت اور تیسرے مرد کو بھی توبہ کرائی جائے اور سخت تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بری حرکت نہ کرے۔“ (۲۴)

ایک موقع پر گستاخ رسول کی سزا دریافت کی گئی تو متعدد کتب کے حوالہ جات اور دلائل لکھنے کے بعد فرمایا:

”ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ شہنشاہ کون و مکان، حبیب رب رحمن، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے، عوام الناس کا کام نہیں۔ البتہ اپنا پورا پورا اثر و رسوخ اور آئینی ذرائع سے ایسے شخص کو مجبور کر کے تائب بنانا اور اصلاح کرنا ہر ایک مسلمان کا حق ہے اور ایمان کا تقاضا ہے نیز یہ بھی حق ہے کہ حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ ایسے بدخواہان ملک و ملت کے لئے شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے۔“ (۲۵)

غرضیکہ فتاویٰ نوریہ میں معاشرتی مسائل کا انبار ہے اور لائیکل عقودوں کی بھرمار ہے۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ان عقودوں کو اپنے ناخن تدبیر، تبحر علمی، سلیقہ شعاری، درد مندی اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ کھولتے چلے جاتے





ہیں۔ روزنامہ امروز نے اس جانب اشارہ کیا ہے:

(اس فتاویٰ میں) ”فقہ حنفی کے مطابق جدید معاشرہ کے ضروری

سوالات کا جواب اور مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔“ (۲۶)

تحقیق و تدقیق اور تجسس و تعمق حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ راتوں کو بیدار رہ کر کتب بینی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ بعض اوقات ایک نشست میں پوری کتاب ختم کر ڈالتے۔ ایک مرتبہ علی الصبح درس بخاری شریف سے قبل حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب (اشرف المومنین) پیش کی گئی۔ غالباً یونہی ورق گردانی کے ارادے سے کھولی تو پڑھتے ہی چلے گئے۔ ایسے میں رقت کی وجہ سے آنسوؤں کی بارش کا جو سیلاب تھا وہ ایک الگ بحث ہے مگر یہاں جو بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب تک کتاب کو ختم نہیں کر ڈالا، سر اٹھانا بھی گوارا نہیں کیا۔۔۔ اچھی کتاب کی طلب میں بڑی بے تابی اور اضطراب کا مظاہرہ فرماتے۔ ایک بار پروفیسر محمد طاہر القادری کی تسمیۃ القرآن پر پیر محمد کرم شاہ مدظلہ کا تعارفی مقالہ نور الحیب میں چھپا۔ آپ کی نظر سے گزرا تو راقم کو بلا کر تسمیۃ القرآن طلب کی۔ عدم دستیابی پر ملال ہوا اور فرمایا کہ جب لاہور جاؤ تو پہلی فرصت میں یہ کتاب خرید لینا۔“

آپ عالی ظرفی اور کشادہ دلی کی بناء پر کھلے دل و دماغ کے ساتھ مکتب فکر اور گروہ بندیوں کی پابندی سے آزاد ہو کر مطالعہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مسلک پر عمل پیرا ہونے اور سختی سے موید ہونے کے باوجود منفی طرز فکر نہیں اپناتے تھے۔ مثبت اور ٹھوس بنیادوں پر دین متین کے اصولوں اور فروعات کی محافظت فرماتے۔ تقریر و تحریر کے ذریعے انتشار، بد امنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے نفرت تھی۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر مسلک کا دفاع فرماتے اور دین حق کی



سر بلندی کے لئے کوشاں رہتے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کبھی کسی مصلحت و رواداری کو آڑے نہ آنے دیا۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے پوری زندگی درس و تدریس میں گزار دی۔ گفتگو میں کبھی مزاح کا پہلو ہوتا تو خود بھی حظ اٹھاتے اور دوسروں کو بھی محفوظ ہونے کا موقعہ فراہم کرتے اس کے علاوہ جسمانی و ذہنی تفریح، جس پر اسلام میں نہ صرف کوئی قدغن نہیں ہے بلکہ ولنسک علیک حق کی بنا پر راحت و سکون جسم و جاں کے لئے ضروری بھی ہے مگر اہل اللہ اور خواص امت کی پیروی میں حضرت فقیہ اعظم نے اپنے آپ کو اس حق سے بھی دستبردار کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے جملہ معمولات کو ایک نظام الاوقات کے تحت ترتیب دے رکھا تھا جس میں فراغت کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔ آپ بہت مختصر گفتگو فرماتے جو جامعیت کے تقاضوں پر بھی پوری اترتی اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہوتا۔

اس کے باوجود آپ کے مریدین و متوسلین کا بے کراں ہجوم طلب فیض کے لئے بے قرار رہتا مگر نہ تو خود طویل و ظیفوں اور چلوں میں الجھتے اور نہ معتقدین اور ارادت مندوں کو اس طرف ترغیب دیتے۔۔۔۔۔ وہ اپنے قول و کردار کے سچے بھی تھے اور فولاد کی طرح پکے بھی۔۔۔۔۔ منافقت اور دور رخ پن نے ان کی طبیعت کو کبھی چھوا بھی نہ تھا۔ قول و فعل کی ہم آہنگی میں وہ بلاشبہ و ریب اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔۔۔۔۔ بے پناہ عظمتوں اور علمی رفعتوں کے باوجود انکساری اور فروتنی کو طرہ امتیاز بنائے رکھا اور کبھی غرور و تکبر سے مغلوب نہ ہوئے۔۔۔۔۔ برادر مکرم راجا رشید محمود ایڈیٹر ماہنامہ ”نعت“ لاہور کا یہ تبصرہ کتنا ایمان افروز اور حقیقت کے قریب ہے:

”انہیں اپنے مقام و مرتبے کا ہو کا نہیں تھا۔ انہیں خداوند کریم



نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل عزت و تکریم کی  
 رفعتوں سے شناسا رکھا لیکن انہوں نے اپنی عظمتوں کو کبھی غرور اور تکبر  
 کی عینک سے نہیں دیکھا۔“ (۲۷)

حضرت شیخ العرب والعجم قدس سرہ کو سادہ طرز زندگی سے عشق تھا۔ عام بات  
 چیت سے لے کر عمل و کردار کے ہر پہلو تک، وعظ و تقریر سے لے کر درس و  
 تدریس تک اور مہمان نوازی سے لے کر معاملات زندگی تک انہوں نے کبھی  
 کھوکھلے پن یا تصنع اور بناوٹ کا مظاہرہ نہ فرمایا۔ ان کی کتاب زندگی ان سب  
 واہیات اور رذائل سے بالکل صاف و شفاف اور اجلی اجلی تھی۔ سادہ لباس میں  
 ملبوس دکھائی دیتے اور اس میں پروقار نظر آتے۔ کسی بڑے کی آمد پر بن سنور کر  
 بیٹھنے کا تکلف کبھی گوارا نہ کیا۔ لائق احترام شخصیات سے پروقار انداز میں پیش  
 آتے مگر کسی کی فراوانی دولت، ظاہری شان و شوکت یا عمدہ و منصب ان کی  
 خودداری اور عزت نفس کو نیچا نہیں دکھا سکتا تھا۔۔۔۔۔ اس کے باوجود کہ آپ ایسے  
 علاقے کے باسی تھے جہاں اس ترقی یافتہ دور میں بھی جاگیرداری اور وڈیر اسٹم اپنی  
 تمام تر خرافات کے ساتھ نہ صرف رائج ہے بلکہ روز بروز مضبوط و مستحکم ہوتا جا رہا  
 ہے، آپ اپنی انا اور خودداری کو علاقائی مصلحتوں پر قربان کرنے پر کبھی تیار نہ  
 ہوئے۔ انہوں نے بڑے بڑے اصحاب طنطنہ کو خاطر میں لانا کبھی گوارا نہ فرمایا۔  
 متعدد نازک مواقع پر آپ نے استقامت و استقلال اور توکل علی اللہ کا ایسا لاجواب  
 و لازوال مظاہرہ فرمایا کہ جبروتی اور طاغوتی قوتیں اپنا سامنہ لے کر رہ گئیں۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ ایسے متبع سنت تھے کہ جس طور پر بھی ناقدانہ  
 نگاہ ڈالی جاتی ان کا کردار سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عکاس ہی دکھائی  
 دیتا۔۔۔۔۔ یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ فلاں شخص کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا اور



چلنا پھرنا سنت نبوی کا آئینہ دار ہے مگر حقیقت کی دنیا میں یہ مقام بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ واقعات زمانہ اور معاملات زندگی ہر قدم پر دامن پکڑتے اور چیلنج کرتے ہیں مگر ہم نے آٹھ برس تک ان کی نجی، معاشرتی اور معاملات کی زندگی کو بہر طور اور ہزار پہلو سے دیکھا، پرکھا اور جانچا مگر کبھی سنت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے انچ برابر ہٹا ہوا نہ پایا۔ جب کبھی طبقہ علماء میں بیٹھتے تو ناقدین عمل و کردار اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے سب کا تجزیہ کرتے۔ حضرت سیدی کی نشست و برخاست کا ہر پہلو سنت کے آئینے میں ڈھلا ہوا دکھائی دیتا۔

درس و تدریس اور تحقیق کا کام یکسوئی اور کامل توجہ کا متقاضی ہے اس بناء پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے عملی سیاست سے اجتناب فرمائے رکھا مگر جب کبھی ملک و قوم کو ان کی ضرورت پڑی، ہر اول دستے میں دکھائی دیتے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں کئی ماہ جیل کی صعوبتوں کو برداشت کیا مگر جبیں پر شکن نہ پڑی۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں جلسے جلوسوں اور تحریر و تقریر سے پوری قوت اور تمام توانائیوں کے ساتھ قیادت کا فریضہ انجام دیا۔ 1977ء میں عملی سیاست میں پہلی بار قدم رکھا اور پھر صاف ستھری اور فریب و دھوکہ دہی سے پاک اور مقدس سیاست کا ایک انوکھا اور سنہری باب رقم فرمایا۔ گویا سیاست کو بھی عبادت سمجھ کر انجام دیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بار پھر جیل کی چار دیواری کو اپنے قدم مہمنت لزوم سے نوازا اور سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے قیدیوں کو اعلیٰ اخلاق اور اعمال صالحہ کی تربیت دی۔

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی ذات میں خشیت الہیہ کا رنگ بہت غالب اور نمایاں تھا۔ اس سلسلے میں وہ اسلاف کی کامل اور مکمل تصویر نظر آتے۔ درس



حدیث ہو یا درس قرآن، نماز کی ادائیگی کا مرحلہ ہو یا حرمین شریفین کی روانگی کا، بظاہر معمولی بات ہوتی مگر اس کی تاثیر ان کے جذبات میں تلاطم پھا کر دیتی۔ ان کے وجود میں وہ لرزہ دکھائی دیتا کہ ”مرغ بسک“ اور ”ماہی بے آب“ کے سے محاورے اس منظر کی حقیقی تصویر کشی میں بے بس دکھائی دیتے۔ خاص طور پر عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی روح و جان کا طرف لبالب لبریز دکھائی دیتا وہ سگ دربار نبوی ہونے میں فخر و مباہات کرتے اور مسافر مدینہ طیبہ بن کر جس قدر مسرت ہوتی، کبھی ایسی خوشی کسی اور موقع پر دکھائی نہ دی۔

غرضیکہ فقیہ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث و التفسیر حضرت ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کے بلند منصب پر فائز تھے۔ محاسن و کمالات کا شاندار مرقع تھے۔ سچ ہے کہ

لیس علی اللہ بمستنکر  
ان یجمع العالم فی واحد

اور پھر اس پر طرہ یہ کہ وہ اپنی ہر خوبی میں گویا امیر الامراء اور شہنشاہ پادشاہاں تھے اور ایک مومن کامل کی جو صفات قرآن و سنت میں بیان ہوئیں ان کی عملی شکل کا نام ہی فقیہ اعظم پاکستان تھا۔ تاحال آپ کی ذاتی زندگی اور فقہی مقام کے بعض واقعات کو نوک قلم پہ لانے کی قدغن ہے۔۔۔ جوں جوں وقت کی گاڑی بڑھتی جائے گی آپ کے شخصی اوصاف اور علمی مقام کو تقابلی انداز میں پیش کرنے کی جرات اور حوصلہ بھی پیدا ہوتا جائے گا۔۔۔ تب حضرت فقیہ اعظم کی قدر و منزلت اور بڑھے گی۔ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ان کا نام سہرے حروف سے لکھا جائے گا اور ان کی شخصیت وقت کے قلمکار سے خراج لئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

## حوالہ جات

- ۱۔ اغثنی یا رسول اللہ، تابش قصوری
- ۲۔ انوار حیات، مولانا ابو الفیاض محمد باقر نوری، ص ۱۳۳
- ۳۔ ماہنامہ نور الحیب بصیر پور، شوال ۱۴۰۳ھ، مضمون ”مجدد وقت“ از علامہ عطاء محمد بندیالوی
- ۴۔ فتاویٰ نوریہ جلد سوم، اشاعت اول ۱۹۸۳ء ص ۲۹۰، ۲۲۷، ۲۶۳، ۲۵۹، ۲۵۷
- ۲۰۱، ۲۰۰، ۲۷۰، ۲۵۱ وغیرہم
- ۵۔ فتاویٰ نوریہ جلد ۴ ص ۸۷ تا ۹۰ اور جلد ۵ ص ۴۲۵ تا ۴۲۹
- ۶۔ فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، اشاعت ثانی ۱۹۸۸ء ص ۱۲۷
- ۷۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوئم، اشاعت ثانی ۱۹۸۳ ص ۱۴۳
- ۸۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۱۴۳
- ۹۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۱۶۹
- ۱۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۴۶۸
- ۱۱۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول اشاعت ثانی ۱۹۸۱ء ص
- ۱۲۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۴۲۸
- ۱۳۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۱۹۱
- ۱۴۔ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۵۳
- ۱۵۔ فتاویٰ ج ۲ ص ۴۸۸



- ۱۶۔ سہ ماہی فروزاں لاہور، راجا رشید محمود، جولائی ۱۹۸۲ء
- ۱۷۔ روزنامہ وفاق لاہور، ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء
- ۱۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء
- ۱۹۔ روزنامہ مشرق لاہور، فروری ۱۹۷۸ء
- ۲۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۴۱۹ تا ۴۲۵
- ۲۱۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۴۲۲
- ۲۲۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۲۲۶
- ۲۳۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۰۵
- ۲۴۔ ایضاً
- ۲۵۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۴۱
- ۲۶۔ روزنامہ امروز لاہور، ۴ جنوری ۱۹۷۸ء
- ۲۷۔ ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور، رجب، شعبان ۱۴۰۳ھ



در فقاهت وجود نور اللہ  
 اہل دین را دلیل محکم بود  
 زان سبب در افاضل امت  
 لقب او فقیہ اعظم بود  
 (حافظ محمد افضل فقیر)





فتاویٰ نور

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِشَيْءٍ خَيْرًا يُفِقَّهُهُ فِي الدِّينِ

(متفق عليه)

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا

”فقہ“ بنا دیتا ہے۔



پوری

و السارق و السارقة فاقطعوا  
أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من  
الله و الله عزيز حكيم

(المائدہ : ۳۸)

”اور جو مرد یا عورت چوری کریں تو ان کے (دائیں)  
ہاتھ کاٹ دو (یہ) ان کے کرتوت کا بدلہ، عبرتناک سزا (ہے)  
اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا غالب ہے، نہایت حکمت  
والا“



عن ابن عباس قال قطع رسول الله  
ﷺ يد رجل في مجن قيمته دينار او

عشرة دراهم

سنن ابى داؤد ، كتاب الحدود ،

باب ما يقطع فيه السارق

”حضرت ابن عباس رضي الله عنهما روایت کرتے ہیں،  
رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ایک  
شخص کا ہاتھ کاٹ دیا، اس ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس  
دراہم تھی“



## کتاب السرقۃ

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلامی معاشرہ ریاست کے ہر فرد کو اس کی جان، مال، عزت اور آبرو کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔۔۔۔۔ جو شخص اس نظام میں رخنہ اندازی کرتے ہوئے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کا باعث بنے اسے جرم سے باز رکھنے اور دوسرے شہریوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے حدود و تعزیرات کا نظام وضع فرمایا ہے جو سراسر مبنی بر مصلحت و حکمت ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں نت نئے انداز میں جرائم سامنے آ رہے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر ایسے سنگین جرم جن سے حقوق العباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کی پامالی بھی ہوتی ہے، سات ہیں:

- (1) قتل (2) ارتداد (3) ڈاکہ (4) چوری (5) زنا (6) قذف (تمت لگانا)
- (7) شراب نوشی

ان جرائم کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ جل و علانی جو سزائیں



مقرر فرمائی ہیں، انہیں حدود کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں متعین ہیں اور ان میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔

ان سات کے علاوہ باقی جرائم میں تعزیر ہے، جو حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے، وہ حسب سیاست و حکمت جو سزا چاہے تجویز کر سکتا ہے۔

اس وقت ہمارا مقصود کتاب السرقۃ کا مختصر تعارف کرانا ہے۔

مخفی طور پر کسی کا مال اٹھا لینے کو سرقہ (چوری) کہتے ہیں اور اس عمل کا ارتکاب کرنے والا سارق یا چور کہلائے گا..... علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (م 1205ھ) لکھتے ہیں:

السارق عند العرب من جاء مستترا الى حرز فاخذ مالا لغيره فان اخذ من

ظاہر فهو مختلس و مستلب و منتهب و محترس فان منع ما فی یدہ فهو غاصب

(تاج العروس، جلد: 6، صفحہ: 379)

”اہل عرب کے نزدیک چور وہ شخص ہے جو کسی محفوظ مقام سے، چھپ کر، دوسرے کا مال لے کر چلا جائے۔ اگر وہ ظاہراً لے تو لٹیرا اور اچکا کہلائے گا اور اگر زبردستی چھینے تو وہ غاصب ہو گا“  
علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) فرماتے ہیں:

و صار ذلك في الشرع لتناول الشيء من موضع مخصوص و قدر مخصوص

(المفردات في غراب القرآن، جلد: 2، صفحہ: 150)

”اصطلاح شریعت میں مال غیر کو کسی خاص جگہ سے اور خاص

مقدار میں چرا لینے کو سرقہ کہتے ہیں“

علامہ ابن ہمام حنفی (م 861ھ) نے سرقہ کی شرعی و فقہی تعریف یوں کی



ہی اخذ العاقل البالغ عشرة دراهم او مقدارها خفیة عن من هو متصدد للحفظ

مما لا يتسارع اليه الفساد من المال المتمول للغير من حرز بلاشبہ

(فتح القدير، جلد: 4، صفحہ: 219)

”عاقل بالغ کا کسی کے دس درہم (یا اس سے زائد) یا اس مالیت کی کوئی ایسی چیز جو بسرعت خراب ہونے والی نہ ہو، چھپ کر ایسی محفوظ جگہ سے، جس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو، کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھالینا“ سرقہ کہلاتا ہے“

چوری کے استیصال کے لئے شریعت اسلامیہ میں جہاں بطور حد سخت سزا رکھی گئی ہے وہیں اس امر میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے کہ بلاوجہ کسی کے ہاتھ نہ کٹنے پائیں۔ چنانچہ فقہائے کرام نے قرآن و سنت کے مزاج کو سامنے رکھ کر اجرائے حد کے لئے چور، چوری اور مقام واردات کے بارے میں متعدد شرائط عائد کی ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(1) چور عاقل بالغ ہو، بچہ یا مجنون اگر چوری کرے گا تو حد نہیں لگے

گی۔

(2) مال مسروقہ کی مالیت کم از کم دس درہم (625 . 2 تولہ یا 30.618

گرام، چاندی) کے برابر ہو۔ اس سے کم مالیت پر احناف کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ تعزیر لگے گی، جو حالات و واقعات کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتی ہے۔

(3) جس مقام سے مال چوری کیا جائے وہ محفوظ ہو، خواہ حقیقتاً یعنی ایسی





جگہ جو اپنی وضع کے اعتبار سے مال کی حفاظت کے لئے بنائی گئی ہو، جیسے مکان، دکان، خیمہ، صندوق وغیرہ، خواہ حکماً، جیسے مسجد، کھلا میدان، رستہ وغیرہ بشرطیکہ وہاں کوئی نگران یا چوکیدار مقرر ہو۔ ایسی کھلی جگہوں پر محافظ نہ ہو تو چور کو حد نہیں لگے گی۔

(4) مسروقہ چیز، بسرعت خراب ہو جانے والی نہ ہو۔ جیسے پھل سبزی

وغیرہ

(5) مال کسی کی ملک ہو۔ غیر مملوک مال (مثلاً مردے کا کفن) چرانے پر

حد نہیں۔

(6) مال خفیہ طریقے پر چوری کیا گیا ہو، کھلے خزانے سے یا چھین جھپٹ

کر یا خیانت کے طور پر نہ لیا گیا ہو۔ لٹیرے، اچکے، غاصب اور خائن کی الگ سزا ہے۔

(7) مال مسروقہ کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھائے، چنانچہ نابینا کے ہاتھ

نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ ممکن ہے اس نے اپنی چیز سمجھ کر اٹھائی ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص باپ کا مال یا قرآن کریم چرائے تو حد نافذ نہیں ہو

گی۔

چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں:

(1) اقرار جرم (2) دو مردوں کی گواہی

چوری کے ثبوت کی جملہ شرائط پائی جائیں تو قاضی اسلام حد سرقہ نافذ

کرنے کا حکم جاری کرے گا۔ پہلی مرتبہ چوری کرنے والے کا داہنا ہاتھ، پہنچے

(کلائی کے جوڑ) سے کاٹ کر اسے گرم تیل میں داغ دیا جائے گا۔۔۔۔۔



دوسری دفعہ کی چوری پر بایاں پاؤں ٹخنے سے قطع کیا جائے گا۔۔۔۔۔ دو مرتبہ کی سزا کے بعد اگر چور اپنی اس بری خصلت کو نہ چھوڑے اور تیسری مرتبہ ارتکاب جرم کرے تو اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے، بلکہ اسے تعزیراً زد و کوب کر کے قید میں ڈال دیا جائے گا، تا وقتیکہ وہ تائب ہو جائے۔۔۔۔۔ بار بار چوری کرنے والے فساد اور عادی مجرم کے بارے میں ملا نظام الدین (م 1161ھ) لکھتے ہیں:

للامام ان یقتله سیاستاً لسعیہ فی الارض بالفساد

(فتاویٰ عالمگیری، جلد: 2، صفحہ: 182)

”امام کو اختیار ہے کہ انتظامی حکمت عملی کے پیش نظر زمین

میں فساد برپا کرنے کی بنا پر اسے قتل کر دے“

حد نافذ کرنے کا اختیار قاضی اسلام کو ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں چونکہ شرعی قوانین نافذ نہیں ہیں، یہاں چوری کے ثبوت اور سزا کا طریقہ بھی غیر اسلامی ہے۔۔۔۔۔ اور مقدمہ کا زیادہ تر انحصار پولیس کے رحم و کرم پر ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ نوریہ میں حدود سے متعلق استفتاء بہت کم ہیں۔

کتاب السرقۃ میں صرف دو فتوے ہیں۔۔۔۔۔ ایک فتویٰ، چوری کے ثبوت کے بارے میں ہے جس کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عاملوں کی شعبہ بازیوں اور حساب کے ذریعے چوری ثابت نہیں ہوتی (بلکہ اس کے لئے خود چور کا اقرار یا شرعی گواہی ضروری ہے) دوسرے استفتاء کا تعلق ضمان سے ہے۔ جس کے جواب کا خلاصہ یہ



ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دینے کے بعد اگر مال مسروقہ اس کے پاس موجود ہے تو مالک کو واپس دلایا جائے گا اور اگر ضائع ہو گیا تو تاوان نہیں اور اگر کسی وجہ سے حد نافذ نہ ہو سکی تو چور سے ضائع شدہ مال بھی بطور ضمان واپس لیا جائے گا۔

(مرتب)



# کتاب السرقۃ



## الاستفتاء

سائل مظهر کہ اس کی بیوی کو اس بنا پر چور بنایا جا رہا ہے کہ ایک عامل تیل گرم کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے پانی میں تھن تر کر کے اس جلتے ہوئے تیل میں ڈلواتا گیا مگر دوسروں کے ہاتھ سطح تیل پر اور اس کی بیوی کا ہاتھ ڈبو دیا اور پھر الٹا کر ڈبو یا تو چونکہ ہاتھ کی پیٹھ کا کچھ حصہ اس خاص پانی سے تر نہیں ہوا تھا لہذا صرف وہی حصہ تیل سے متاثر ہوا باقی بالکل ٹھیک رہا تو ہاتھ کے کچھ خاص حصہ کے متاثر ہونے سے عامل نے چور قرار دیا تو کیا شرعاً اس طریق سے چوری ثابت ہو سکتی ہے؟

سجوارا از موضع عزت کے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

بلاشک و شبہ و ریب شرعاً اس قسم کے طریقوں سے چوری ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ایسے طریقوں سے بلا وجہ مسلمانوں کو چور قرار دیا جاسکتا ہے قرآن کریم میں ہے ان بعض الظن اثم اور حدیث شریف میں ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ)

عیار لوگ ایسے سہکنڈوں سے اپنی جیبیں پُر کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا کرتے ہیں۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ عقاقیر و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ نہیں جلاتی بلکہ ایسے عاملوں اور مدعیوں سے چوری دریافت کرنے والے اُلٹے مجرم ہیں انکی چالیس راتوں کی نمازیں قابل مقبولیت نہیں رہتیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف ہے من اٹی عرافا فسأل عن شیء لم یقبل له صلوة اربعین لیلۃ رواہ مسلم لهذا ائمة دین نے ان کی شاعت خوب بیان فرمائی اور ان سے اجتناب کی تاکید ہی ہدایتیں فرمائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزیز الغفیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۲۸ھ



# الاستفتاء

بخدمت فیض درجت جناب مولانا مولوی صاحب

بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ اس جگہ خیریت ہے اور جناب کی خیریت بدگاہِ الہی سے نیک مطلوب ہوں۔ خلاصہ حال احوال یہ ہے کہ سید سرور شاہ آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جاتا ہے۔ برائے مہربانی کر کے ان کے بیانات مثل شامل ہیں، ملاحظہ فرمائیں اور مدعی علیہ میرے پاس آیا اور میں نے جناب مولوی ولی محمد صاحب کی خدمت میں روانہ کیا، ان کا فیصلہ بھی مثل شامل ہیں۔



مدعی سید سرور شاہ کی چوری نقد و زیورات وغیرہ چھ ہزار کا دعویٰ ہے، مدعی علیہ کا اقرار کے میں نے ۳۵۰۰/- روپیہ کی چوری میرے گھر ہے، باقی نہیں ہے، ۲۳ روپے کم تر سو روپیہ مدعی کے گھر ہے۔ مدعی علیہ کا اقرار ہے کہ میرے گھر ۳۵۰۰/- روپیہ ہے۔ براہ مہربانی کر کے فیصلہ شرعی محمدی فرمایا جاوے۔ زیادہ آداب۔

میں جناب کو تکلیف دیتا ہوں کہ ان کا جلدی فیصلہ فرما کر واپسی تحریر فرمائیں اور مولوی شیخ فاضل والے اور مولوی لکھنا والے کو آداب و نیاز۔

جناب مولوی صاحبان فیصلہ فرمائیں اور جلدی فیصلہ فرمائیں کیونکہ الیکٹر صاحب بہادر نے میرے پاس روانہ کیا ہے اگر وہ تبدیل ہو جاوے تو ان کا مقدمہ درمیان رہے گا۔ مورخہ ۲۲-۸-۵۸ کا فیصلہ ولی محمد کا ہے۔ میری تحریر ۲۳-۸-۵۸

دعاگو : خادم الفقرا غلام اولیس از حضرت دیوان صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ

اگر مسئے نذر محمد چشتی ملزم واقعی اقراری ہے کہ اس نے سید سرور شاہ صاحب کے مبلغات ساڑھے تین ہزار روپیہ نقد بھی چوری کئے ہیں تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ ساڑھے تین ہزار روپیہ پورا پورا شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کرے اور اگر کچھ روپیہ برباد کر بیٹھا ہے تو اپنے گھر سے ادا کرے۔ قرآن کریم میں ہے: فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سے راوی کہ فرمایا علی لید ما اخذت حتی تؤدی ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو چوڑے یہاں تک کہ ادا کرے رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵ والبیہقی ج ۸ ص ۲۷۶ والدارمی ص ۳۲۶۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ضرر لا ضرار (وہی نسخۃ اضرار) رواہ ابن ماجہ ص ۱۷۰ والدارقطنی ج ۲ ص ۳۲۱ عن الجسعیدۃ الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بدائع صانع ج ۷ ص ۱۶۵ میں اس حدیث کے بیان میں فرمایا: فقد تعذر نفی الضر من حیث الصوره فیجب نفي من حیث المعنی بالضمان ليقوم الضمان مقام المتلف فينتفي الضرر بالقدر الممكن



جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کسی کا نقصان کرے اس پر ضمان پڑتی ہے۔

حضرات ائمہ دین اور فقہائے معتمدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حسب ہدایات قرآن کریم اور حدیث پاک صاف صاف ارشاد فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے چور کے ہاتھ نہ کا جائیں تو ضائع شدہ مال مسروقہ کی ضمان چور پر لازم ہے۔ مبسوط ج ۹ ص ۱۵۷، ۱۷۷، ۱۷۸، بدائع صانع ج ۷ ص ۱۹۷ والنظم لملك العلماء ان المانع من الضمان هو القطع فاذا سقط القطع زال المانع فيضمن (ترجمہ) بے شک مانع ضمان صرف قطع الید ہی ہے پس جب قطع الید ساقط تو مانع زائل ہو گیا تو ضمان لازم ہوگی جتنے کہ چور اقرار کی ہونے کے بعد انکار کر دے تب بھی ضمان لازم ہے۔ مبسوط سرخسی ج ۹ ص ۱۸۲، بدائع صانع ج ۷ ص ۸۸، درالمختار تحریر شامی ج ۳ ص ۲۶۹ والنظم من البدائع ومنها رجوع السارق عن الاقرار بالسرقة فلا يقطع ويضمن المال یعنی چور جب اقرار سے پھر جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور مال مسروقہ دینا پڑے گا اور جب مسی نذر محمد ملزم مبلغ ایک ہزار چھ سو ستتر روپیہ واپس کر چکا ہے تو ایک ہزار اٹھ سو تیس روپیہ اس کے ذمہ واجب الادا رہیں اور سزا یاب ہونے سے معاف نہیں ہوئے اس لئے کہ قطع الید نہیں ہوا، اگر قطع الید ہو جاتا تو ضائع شدہ مال قضاء معاف ہو جاتا۔

باقی رہا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مال لوپس لے گئی ہے، یہ اس وقت معتبر ہو سکتا ہے جب اس پر باقاعدہ شریعت کے پابند دو گواہ قائم کرے اور اگر گواہ قائم نہ کر سکے تو لوپس سے حلف کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر سرور شاہ صاحب کے مبلغات مسروقہ تو لوپس سے لوپس ادا کرنے اس کے ذمہ ضروری ہیں، پھر شاہ صاحب کا مطالبہ چونکہ چھ ہزار نقد کا ہے تو ساڑھے تین ہزار سے زائد مبلغ ڈھائی ہزار کے متعلق نذر محمد ملزم سے شرعی حلف لے سکتے ہیں جبکہ شاہ صاحب کے پاس گواہ نہیں اور شاہ صاحب کی وہ لاگت جو اپنے مسروقہ مال کے واپس





کرنے کے لئے تک و دو میں کرایہ وغیرہ کی صورت میں آئی ہے اس کے متعلق پیرنذر محمد  
حشٹی کو چاہئے کہ ادا کر دیں اس لئے کہ یہ خرچ ان کی ناجائز حرکت کے سبب ہوا ہے  
مگر وہی لاگت جو واقعی اور جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی  
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ : مندرجہ بالا تحریر فقیر بیان مسائل و فتویٰ ہے۔ اگر واقعات یہی ہیں تو اس پر فیصلے کا  
حکم فرمادیں، حسب الارشاد میں خود ہی فیصلہ کی صحت میں لکھتا مگر فیصلہ کے لئے چونکہ فریقین کا  
حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے اور میرے پاس ایک ہی فریق آیا لہذا فیصلہ نہ لکھا، پھر ان کے  
بیانات جو شامل مثل ہیں وہ آپس میں بھی نہیں ملتے۔

مسمیٰ سرور شاہ کا دعویٰ مبلغ چھ ہزار روپیہ کا ہے اور مبلغ ایک ہزار چھ سو تتر نو روپیہ  
وصول ملتے ہیں اور بقایا رقم مبلغ تین ہزار سا سو روپیہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے کہ  
جب ان دو رقموں کو جمع کیا جائے تو میزان کل مبلغات پانچ ہزار تین سو تتر بنتی ہے تو یہ  
دعوائے چھ ہزار روپیہ نقد کے مخالف ہے اور پیرنذر محمد صاحب حشٹی ملزم کا بیان جو باریک قلم  
سے پہلے لکھا ہوا ہے، اس میں ہے کہ شاہ صاحب کا پرچہ دس ہزار کا ہے اور موٹی قلم  
والے بیان دو بارہ لکھے ہوئے ہیں کہ شاہ صاحب نے پرچہ بارہ ہزار کا دیا ہے، اس  
دس ہزار اور بارہ ہزار کی بھی مطابقت نہیں ہوتی۔ پیرنذر محمد کے باریک قلم بیان میں ساڑھے  
ہزار نقد کا اقرار ہے جس کا معنی ساڑھے تین ہزار، ساڑھے چار ہزار، ساڑھے پانچ ہزار  
وغیرہ بکثرت بن سکتے ہیں اور نہایت اشتباہ کا باعث ہے۔ پھر دوسرے موٹے قلم والے  
بیان میں ساڑھے تین ہزار نقد لکھا ہے، اس میں تو کوئی اشتباہ نہیں مگر چونکہ پہلے کی نقل  
لکھی ہے لہذا اشتباہ ہے۔



باقی مولوی دلی محمد صاحب کا فیصلہ تو وہ بھی یوں ہی ہے جب ان کے بیانات اور تحریرات کو مطابق مانتے ہیں تو تقریباً کیڑ میں ڈیڑھ ہزار واپس اور ساڑھے چار ہزار بقایا کا دعویٰ لکھنا بالکل غلط ہے کہ شاہ صاحب مدعی کے بیان میں واپس ایک ہزار چھ سو ستر لکھا ہے اور بقایا تین ہزار سات سو بنایا ہے، یہ بڑا فرق ہے، نیز فیصلہ تحقیقاً لکھا جاتا ہے تقریباً کا کوئی معنی نہیں۔

پھر مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ ”بمطابق قانون مجہری تیس درے سے تک سزا دے کر پھر حلف اٹھوا کر زائد دعویٰ سے بری سمجھا جائے“ یہ بالکل خلاف واقع ہے، کسی ایک فقہی کتاب میں اس قانون کے نام و نشان تک نہیں ملتا اور نہ ہی فتاویٰ شامی میں ہے کہ تیس درے سے تزکیہ ہو جاتا ہے بلکہ فتاویٰ شامی میں مہتمم بالسرقۃ کا کوئی باب ہی نہیں ہاں مہتمم بالسرقت کا بیان ہے مگر اس میں بھی یہ تزکیہ والی بات بالکل نہیں لکھی۔ اگر مولوی صاحب کے پاس کتاب نہیں تو کتاب والے سے لیکر دیکھ لیتے، فیصلے یوں اٹکل پچھو سے نہیں کئے جاتے، پھر حکومت کو ثالث و حکم کہنا بھی عجیب چیز ہے، ثالث اور حکم فریقین دونوں کی تجویز سے بنتا ہے، حالانکہ مدعی علیہ حکومت سے جان چھڑانے کی پوری کوشش کرتا ہے پھر مدعی علیہ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ میں نے مبلغ تین ہزار روپیہ حکومت کے سپرد کر دیا بلکہ اس کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مبلغات مذکورہ پولیس نے برآمد کئے اور پولیس کو حکومت کہنا بھی مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے، پھر فیصلہ میں یہ لکھنا کہ ”جو مال خورد برد ہوا انکے لئے قطع ید تھی مگر وہ قدرۃ بند ہے وہ بھی معاف ہے“ بالکل مشرعییت کے خلاف ہے، کسی مجبوری کی بنا پر قطع ید نہ ہو تو چور پر مال مسروقہ پورا پورا ادا کرنا لازم ہوتا ہے کما مگر بلکہ قطع ید کی صورت میں بھی مال خورد برد کے متعلق قاضی حکم نہیں کرتا مگر دیانۃً قطع ید کے بعد بھی دینا پڑتا ہے اور مفتی دینے کا فتوے دے۔



مبسوط ج ۹ ص ۱۵۸، فتح القدير ج ۵ ص ۱۷۱، کفایہ ج ۵ ص ۱۷۲، بدائع ج ۹ ص ۹،  
بحر الرائق ج ۵ ص ۶۵، در مختار، شامی ج ۳ ص ۲۹۱ میں ہے والنظم من الفتح  
وغیرہ روی هشام عن محمد انما يسقط الضمان عن السارق  
قضاه لتعذر الحكم بالمثله فاما ديات فيفتى بال ضمان للحقوق  
الخسران والنقصان للمالك من جهة السارق، اور چونکہ مولوی صاحب کا  
فیصلہ مفتیانہ رنگ میں ہے تو انہیں ”معاف ہے“ نہیں لکھنا چاہئے تھا۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ



ریت  
قصص

يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم  
القصاص في القتلى

(البقره : ۱۷۸)

”اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص (بدلہ)  
ان لوگوں کے خون کا جو (ناحق) قتل کیے جائیں“



اول ما يقضى بين الناس يوم

القيامة فى الدماء

صحيح مسلم ، باب المجازاة

بالدماء فى الآخرة

”قيامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے

خون ناحق کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا“



و من قتل مومنا خطأ فتحرير رقبة  
مومنة و دية مسلمة الى اهله الا ان  
يصدقوا

(النساء : ۲۲)

”اور جس نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا، تو  
(اس کی سزا یہ ہے کہ) ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور  
مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کر دے مگر یہ کہ وہ معاف  
کر دیں“



من قتل متعمدا دفع الى اولياء  
المقتول فان شاؤا قتلوا و ان شاؤا  
اخذوا الدية

ترمذی ، باب ما جاء  
فی الدية کم هی

”جو شخص قصداً (ناحق) قتل کرے اس کا معاملہ  
مقتول کے وارثوں کے سپرد کیا جائے، چاہیں تو اسے قتل کے  
بدلے قتل کر دیں اور چاہیں خون بہا وصول کر لیں“





## کتاب الذیۃ والقصاص

شُرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جان کے قاتل کو پوری انسانیت کا قاتل قرار دیا:

من قتل نفسا بغير نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جميعا

(المائدہ: 32)

”جس نے قصاص یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے بغیر (ناحق) کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں (جملہ انسانیت) کو قتل کر دیا“

محسن انسانیت ﷺ نے بھی اپنی مقدس تعلیمات میں جا بجا خون انسانی کی حرمت کا احساس دلایا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں انسانی حقوق کے جس عظیم الشان چارٹر کا اعلان فرمایا، اس میں انسانی جان کے تحفظ کا پہلو نمایاں ہے۔ دیکھئے کس خوبصورت ڈھنگ اور دل نواز آہنگ میں آپ نے ارشاد فرمایا:



ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمتہ یومکم ہذا فی شہرکم

ہذا فی بلدکم ہذا

”لوگو! تمہاری جانیں، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔۔۔۔۔“ جیسے تمہارے اس مہینے (ذوالحجہ المبارکہ) اور تمہارے اس شہر (مکہ) میں آج کے دن کی حرمت ہے“

الا فلا ترجعوا بعنق ضللاً يضرب بعضکم رقاب بعض

”خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن

کاٹنے لگو“

(صحیح بخاری، جلد: 2، صفحہ: 1021)

ہادی اعظم ﷺ نے رنگ، نسل، وطن اور قوم کی بنیاد پر قائم تمام فرسودہ نظریات اور ظالمانہ امتیازی قوانین کا خاتمہ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ غلط روش قائم تھی کہ جب کوئی طاقتور قبیلہ کسی کمزور قبیلہ کے فرد کو قتل کر دیتا تو قصاص میں آزاد کی بجائے غلام کو قتل کے لئے پیش کرتے اور اگر اس کمزور قبیلہ سے قتل ہو جاتا تو ایک قتل کے بدلے کئی آزاد انسانوں کو تہ تیغ کر دیتے۔ یونہی عورت کے بدلے مرد اور غلام کے بجائے آزاد کو قتل کرتے۔ اس طرح خونریزی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اس فساد اور خونریزی کے سدباب اور معاشرہ میں امن، آشتی، پریم اور صلح کی ایک فضا پیدا کرنے کے لئے انسانوں کو قانون قصاص عطا فرمایا۔ جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ امت کے ہر فرد کی زندگی یکساں قابل



احترام ہے۔ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، کوئی ہو، جو شخص جرم کرے گا وہی مستحق سزا ہو گا۔ اس کی جگہ کسی دوسرے بے گناہ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

دیگر نظاموں میں مصالحت اور معافی کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔ انگریز کے ظالمانہ نظام میں یہی صورت ہے اور مصالحت کے لئے فریقین کو عدالت میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ مگر اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس میں جملہ انسانی مصالح کو مد نظر رکھا گیا ہے، چنانچہ مقتول کے ورثاء کو یہ اختیار سونپ دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قتل کی صورت میں قتل کا بدلہ لے لیں، چاہیں تو (دیت) خون بہا لے لیں اور اگر وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لے کر قاتل کو معاف کر دیں تو یہ بہر حال ان کا حق ہے۔ کتاب القصاص والدیہ میں اس قانون سے متعلقہ استفتاءات ہیں۔

قصاص ”قصص“ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و خضر (علی نبینا و علیہما السلام) کے واقعہ میں ہے:

فارتدا علی اثارهما قصصا

(ا لکھت: 64)

”وہ دونوں (موسیٰ اور یوشع بن نون) اپنے قدموں کے نشانوں

پر چلتے ہوئے واپس چلے“

قینچی کو ”مِقصّ“ کہتے ہیں کیونکہ اس کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ قصاص کو بھی قصاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مماثلت اور

برابری کا معنی پایا جاتا ہے اور قاتل یا حملہ آور سے قتل یا زخم کا برابر برابر بدلہ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ برہان الدین المرغینانی (م 593ھ) فرماتے ہیں:

العصاص بنبشی عن المماثلة ومنه يقال اقتصر اثره ومنه المقصنة للجلمین

(ہدایہ، جلد: 4، صفحہ: 566)

”قصاص کا لفظ مماثلت کا پتہ دیتا ہے، اسی مادے سے، کسی کے نقش قدم پر چلنے اور پیروی کرنے والے کے بارے میں کہا جاتا ہے: اقتصر اثره، اور قینچی کے لئے مقصہ کا لفظ بھی اسی مادے سے تعلق رکھتا ہے (کیونکہ قینچی کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں)“

احناف کے ہاں قتل کے پانچ اقسام ہیں۔

(1) قتل عمد (2) قتل شبہ عمد (3) قتل خطا (4) قتل قائم مقام خطا (5) قتل

بالسب

1--- قتل عمد

کسی شخص کو جان بوجھ کر ہتھیار یا کسی ایسی دھار دار چیز کے ساتھ قتل کرنا، جو ہتھیار کا کام دے۔ جیسے تلوار، پستول، خنجر، چاقو، بانس کی کھچی یا دھار دار لکڑی وغیرہ

آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد میں شامل ہے۔

قتل عمد کا مرتکب سخت گنہگار ہے۔ اخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں اس کی سزا قصاص ہے۔ البتہ اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو معاف کر دیں یا دیت (سو اونٹ) کی مقدار سے کم یا زیادہ جس قدر مال کا قاتل سے معاہدہ ہو جائے، لے کر مصالحت کر سکتے ہیں۔

## 2--- قتل شبہ عمد

کسی شخص کو کسی ایسی چیز کے ساتھ ضرب لگانے کا قصد کرے جو اسلحہ یا اسلحہ کے قائم مقام نہ ہو اور بالعموم اسے قتل کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو۔ جیسے لاٹھی، پتھر وغیرہ، جس سے مضروب مر جائے

قتل شبہ عمد میں فاعل گنہگار ہو گا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو ماہ روزے رکھے) اور اس کے عصبات (قریبی رشتہ داروں) پر دیت مغلظہ واجب ہے، جسے وہ تین سال میں ادا کریں گے۔

## 3--- قتل خطا

اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطا ہو۔ مثلاً اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی مگر وہ شکار کی بجائے مسلمان شخص تھا، جسے گولی لگ گئی یا کسی کو حربی کافر گمان کر کے گولی چلائی اور وہ شخص مسلمان تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں خطا سرزد ہو۔ مثلاً اس نے کسی شکار یا مخصوص ہدف پر نشانہ لگایا، مگر ہاتھ بہک گیا اور گولی بجائے اس کے کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر قصاص نہیں بلکہ اس کے عصبات (عائلہ) پر دیت ہے۔ جو تین سال میں ادا کی جائے اور قاتل پر کفارہ ہے (یعنی مسلسل دو ماہ روزے رکھے)

## 4--- قتل قائم مقام خطا

(مثلاً) کوئی آدمی نیند کی حالت میں کسی پر گر پڑے، جس کی وجہ سے وہ



مر جائے۔

قتل کی اس قسم کا حکم بھی قتل خطا کی طرح ہے یعنی قاتل پر کفارہ اور اس کے عصبہ پر دیت ہے۔ قتل کی ان چار قسموں میں قاتل اگر وارث ہے اور اپنے مورث کو قتل کر دے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

### 5— قتل بالسبب

یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کی ملکیت میں یا راستہ میں بڑا پتھر رکھ دے یا کنواں کھود دے اور کوئی شخص ٹھوکر کھا کر یا کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔ یونہی کوئی شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جا رہا ہو اور وہ جانور کسی کو ہلاک کر دے یا کسی کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ بھی قتل بالسبب کی صورت ہے۔۔۔۔۔ ان صورتوں میں یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہوا بلکہ ایک متعدی سبب سے قتل ہو گیا۔ قتل کی اس قسم میں اس کے عصبات پر دیت ہے اور اس شخص پر نہ تو کفارہ واجب ہو گا اور نہ ہی وہ وراثت سے محروم ہو گا۔

قتل کی طرح قطع اعضا اور زخموں کا بھی قصاص لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن

بالسن و الجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له

(المائدہ، آیت: 45)

”جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں قصاص (بدلہ) ہے پھر جو بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہوگی“

قصاص کا یہ حکم ان صورتوں میں ہے جہاں زخم کا برابر برابر بدلہ لینا ممکن ہو، بصورت دیگر زخم و اعضا کی نوعیت کے مطابق مکمل، نصف یا تہائی دیت یا تاوان لازم ہو گا۔

### دیت

دیت کا اصل ”ودی“ ہے، حسب قاعدہ واو حذف ہو گئی، جس کے عوض آخر میں تاء آئی، تو یہ ”دیتہ“ ہو گیا۔

اس کے مشتقات میں بننے اور جاری ہونے کا معنی پایا جاتا ہے، اسی بنا پر پانی کی گزرگاہ کو وادی کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ قتل نفس (خون بہنے) کے عوض میں مقتول کے ورثا کو دیا جانے والا معاوضہ دیت (خون بہا) کہلاتا ہے۔ جب کہ اس سے کم (تلف عضو) پر بطور تاوان ادا کیے جانے والے مال کو ارش کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ علامہ ابن عابدین شامی (م 1252ھ) کہتے ہیں:

کبھی دیت اور ارش (تاوان) ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں۔

(ردالمحتار، جلد: 5، صفحہ: 504)

علامہ ابن ہمام (م 861ھ) بیان کرتے ہیں:

جان کے عوض دیے جانے والے مال کو دیت کہا جاتا ہے مگر چونکہ تلف اعضا کے معاوضہ پر بھی دیت کا اطلاق ہوتا ہے، لہذا



دیت کی زیادہ واضح تعریف یہ ہے:

الدیۃ اسم بضمین یجب بمقابلة الادمی او طرف منه

(فتح القدر، جلد: 8، صفحہ: 301)

”انسان یا اس کے کسی عضو کے عوض ادا کیے جانے والے

تاوان کو دیت کہتے ہیں“

دیت کی دو قسمیں ہیں:

(1) دیت مغلظہ (2) دیت خفیفہ

### دیت مغلظہ

امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک قتل شبہ عمد میں دیت مغلظہ لازم ہوگی جس کی مقدار سو اونٹنیاں ہیں۔ جن میں پچیس دوسرے سال کی، پچیس تیسرے سال کی، پچیس چوتھے سال کی اور پچیس پانچویں سال کی ہوں۔

### دیت خفیفہ

قتل شبہ عمد کے علاوہ باقی اقسام قتل میں (اور قطع اعضا اور زخموں کی صورت میں) کل یا بعض دیت خفیفہ واجب ہوگی، یہ پانچ قسم کے سو اونٹ اور اونٹنیاں ہیں، جن میں دوسرے سال کے بیس اونٹ ہوں جب کہ بقایا اسی (80) دوسرے سال، تیسرے سال، چوتھے سال اور پانچویں سال کی بیس بیس اونٹنیاں ہونی چاہیں۔۔۔۔۔ تفصیل فتاویٰ نوریہ کی کتاب الدیۃ و القصاص کے پہلے فتوے میں ملاحظہ فرمائیں۔





اونٹنیوں کے علاوہ دیت کی مزید دو صورتیں ہیں:

(1) ایک ہزار دینار (تقریباً 4.372 کلوگرام سونا)

(2) دس ہزار درہم (30.618 کلوگرام چاندی)

قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔ عاقلہ سے عصبات (باپ کی جانب سے وراثت کی ترتیب کے مطابق قریبی رشتہ دار) مراد ہیں۔ نیز کاروباری اداروں، کارخانوں کے ملازمین اور مزدوروں کی یونین، انجمن یا تنظیم بھی عاقلہ کے قائم مقام ہے۔ اگر کسی کے عصبات نہ ہوں تو بیت المال سے اس کی دیت ادا کی جائے گی۔ دیت ادا کرنے کی مدت تین سال ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الذیۃ و القصاص میں دو فتوے ہیں۔ ایک فتویٰ دماغ پر لگائے گئے زخم (آمہ) سے متعلق ہے۔ اس میں تمائی دیت ہے، جب کہ دوسرا فتویٰ قتل کے بارے میں ہے۔

(مرتب)



# کتاب الایۃ والقصص



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در این مسئلہ کہ مسیٰ اکبر علی کے سر پر یعقوب نے کندھالہ لوبہ کا مار کر زخمی کیا اور زخم دماغ تک پہنچ گیا۔ یہ نو محرّم واقعہ ہے اور اب تک چکر آتے ہیں اور گر جاتا ہے، اب زخم کرنے والا اور زخمی کتنے ہیں کہ قرآن، حدیث اور فقہ پر ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

سائل : اکبر علی ہاری عبدالحی شاہ معرفت نذیر احمد بینڈ ماٹر  
نزد سنہری مارکیٹ نواب شاہ شہر، سندھ ۷۴-۴-۱۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوْبَةَ وَالصَّوَابَ

شرعاً ایسے زخم کا نام امّہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۸ میں ہے والامّۃ  
 وہی الّتی تصل الی ام الرّأس وهو الذی فیہ الدماغ اور اس میں دیت  
 کائنات ایک ہتائی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۹ میں ہے وفي الامّة ثلاث الدیۃ  
 اور دیت تین چیزوں سے ہے :

۱۔ ایک سو اونٹ جن میں بیس بنتِ مناض یعنی سال کی ٹوڈیاں جو دوسرے سال میں  
 داخل ہو چکی ہوں اور بیس عدد ابراہیم مناض یعنی ایسے ٹوڈے اور بیس بنت لبون یعنی  
 پورے دو سال کی ٹوڈیاں جو تیسرے سال میں داخل ہوں اور بیس حقہ یعنی پورے  
 تین برس کی ٹوڈیاں جو چوتھے سال میں داخل ہوں اور بیس جذعہ یعنی ایسی پرافس  
 (اٹھنیاں) جو چار سال کی ہوں اور پانچویں میں پاؤں ہو، یہ پوری دیت ہے۔

۲۔ یا ایک ہزار دینار سونا یا

۳۔ دس ہزار درہم (فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۲)

اس حساب سے اکبر علی پر لازم کہ یعقوب زخمی کو ۳۳۱ اونٹ اسی عمر  
 کے پورے کر دے یا ۳۳۳ دینار دے جو بیکصد چوبیس تولہ ساڑھے دس ماشہ سونا ہے  
 یا ۳۳۳۳ درہم دے جو تقریباً آٹھ صد چھتر تولہ چاندی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب محمد و



علیٰ اصحابہ و بارک وسلم۔

حضرت الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ بمطابق ۲۷/۱۲/۲۰۱۱ء

## الاستفتاء

از کراچی ۲۸ اپریل ۱۳۹۲ھ لیاقت آباد کراچی مکان نمبر ۱۸/۱۸۰ مفت جناب طارق صاحب  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ سے  
بکر کو کئی بار بد فعلی میں دیکھا اور بکر کو سمجھایا لیکن بکر حرکت سے باز نہیں آیا۔ ایک دن زید  
اپنے گھر آیا تو بکر کو اپنی زوجہ سے بد فعلی میں مشغول پایا۔ زید کو دیکھ کر بکر بھاگ نکلا۔ زید اس کے  
پیچھے لگا اور اس کو سچڑ کر قتل کر دیا۔ کیا شرعاً زید پر قصاص یا دیت واجب ہے؟ بینوا التوجروا  
خدا بخش بلو کالونی کراچی



ہاں شرعاً قصاص یا دیت ضرور لازم ہے کما نص علیہ القرآن الکریم



والحدیث المنیف و الکتب الفقہیۃ فی القتل عمد او غیرہ من  
التفصیل۔

رہا یہ کہ فقہائے کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں تعزیراً قتل  
جائز ہے اور قاتل پر قصاص یا دیت لازم نہیں تو وہ زید کو مفید نہیں کیونکہ زید نے بکر کو ایسی  
حالت میں نہیں بلکہ بعد میں جب کہ بھاگ کر مکان سے بھی نکل گیا، قتل کیا حالانکہ اس کو یہ  
اجازت یا اختیار شرعاً حاصل نہیں تھا، فتاویٰ عالمگیری طبع مصر ج ۲ ص ۱۶۷، فتاویٰ بزازیہ علی  
ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من الاولى سئل الہند و الخ  
رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل وجد مع امراتہ رجلاً ایحل لہ قتله قال ان  
كان يعلم انہ یزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح ایحل  
وان علم انہ لا یزجر الا بالقتل حل لہ القتل ان طأ وعتہ المرأة حل لہ  
قتلہا ایضاً کذا فی النہایۃ و کذا نقلہ ایضاً فی الفتح طبع مصر ج ۵ ص ۱۱۳  
والتبیین ج ۳ ص ۲۰۸ و البحر ج ۵ ص ۴۱ و التنویر و الدر علی ہامش  
الشامیہ ج ۳ ص ۲۴۸ و لکن بتنکیر المرأة ای "امرأة" بدل "امراتہ"  
ولا یفید ذانریدا فان امراتہ داخلۃ فی امرأۃ وانہ لم یقتل اذ کان معها  
بل اذ ہرب عنها ولا یوافقہ ایضاً توفیق الشامی فانہ لم یقتل بکرا  
قبل الزنا ولا وقت الزنا اذ کان مع امراتہ بل بعد الفرار عنها والخروج  
من مکان کان فیہ معها۔

نیز بحر الرائق ج ۵ ص ۴۲ اور تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۵ ص ۲۵۰، فتاویٰ بزازیہ

ج ۶ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من التنویر و یقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ



المعصية وبعده ليس ذلك لغير الحاكم - بحر الرائق اور شامی میں ہے لو عزره  
 حال كون مشغولا بالفاحشة فله ذلك لان ذلك نهى عن المنكر  
 فكل واحد مأمور به و بعد الفراغ ليس بنهى عن المنكر لان النهى  
 عما مضى لا يتصور فيتمحض تعزيرا وذلك الى الامام اور فتح القدير  
 وغيره سے اصل مسئلہ کی علت و مبنیٰ سے بھی یہی واضح کہ بدکاری میں مشغولیت کے وقت اجازتِ قتل  
 ہے جبکہ کسی اور وجہ سے بدکار مشغولیت نہ چھوڑے، نص الفتح ج ۵ ص ۱۱۳ و هذا  
 تنصيص على ان الضرب تعزير يملك الانسان وان لم يكن محتسبا  
 وصرح في المنتقى بذلك وهذا لان من باب ان التامنكر باليد و  
 الشارع ولى كل احد ذلك حيث قال من رأى منكم منكرا فليغيره بيده  
 فان لم يستطع فليذكره الحديث لان روية المنكر لا تكون الا وقت  
 الاشتغال وكذا التغيير وهذا مفاد ما مر عن البحر والشامى ايضا.  
 بہر حال اس شمس کی طرح واضح کہ زید کو اس صورت میں شرعاً قتل کی اجازت  
 ہرگز ہرگز نہ تھی لہذا مجرم ہے پھر عورت کو جو اس فساد کی اصل جڑ ہے، قتل نہ کرنا بھی اسکے  
 عدم ثبوت اور صدق و سداد کی دلیل ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم وعلى اله

واصحابه وبارك وسلم -

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ ۸-۵-۷۲



بُيُوع



احل الله البيع و حرم الربو  
(البقرة : ۲۷۵)

”حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود“



طلب كسب الحلال فريضة بعد

الفريضة

شعب الايمان ، بيهقى  
باب فى حقوق الاولاد و الاهلين

جلد : ٦ ، صفحہ : ٤٢٠

”علاں روزگار كى تلاش‘ فرائض كے بعد ايك اهم

فريضة هے“



## کتاب البیوع



اسلام ایک جامع دین ہے، اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جہاں ہمیں عبادت کا حکم دیا گیا ہے، وہیں معاشرتی معاملات اور اقتصادیات و معاشیات کے آداب و اخلاق کی طرف بھی بھرپور رہنمائی فرمائی گئی تاکہ بندہ مومن کی پوری زندگی مرضی خداوندی کے مطابق بسر ہو اور زندگی کی ناگزیر ضروریات کی انجام دہی بھی عبادت قرار پا جائے۔ ان ہی معاملات میں ایک نہایت اہمیت کا حامل معاملہ لین دین، خرید و فروخت اور تجارت ہے۔

چونکہ اکثر و بیشتر فسادات اور خرابیوں کی جڑ اور بنیادی فتنہ ناجائز طور پر جمع کیا گیا مال ہے، اس لئے اسلام نے رزق حلال کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے جب کہ دیگر نظاموں میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔

اسلام میں ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جعلی اشیاء کی تیاری،

اسمگلنگ اور دیگر ناجائز ذرائع سے کاروبار کرنے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

یا ایہا الذین امنوا لا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تكون تجارة عن

تراض منکم....

(النساء: 29)

”اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضامندی سے“  
نیز فرمایا:

و اوفو الکیل اذا کلتم بالقسطاس انمستقیم ذلک خیر و احسن تاویلا

(بنی اسرائیل: 35)

”اور جب تم کسی چیز کو ناپنے لگو تو پورا پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہت بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے“  
اسلام حلال ذرائع سے دولت کمانے کے بارے میں منع نہیں کرتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل قرار دیا:

فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ و اذکروا اللہ

کثیرا لعلکم تفلحون

(الجمعة: 11)

”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق حلال) کو تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو“



احادیث مبارکہ میں بھی رزق حلال اور جائز تجارت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة

(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ: 242)

”حلال کمائی کی تلاش، فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے“

نیز فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشهداء

(ترمذی، ابواب الیسوع، باب ما جاء فی التجار)

”راست گو اور امانت دار تاجر (روز محشر) انبیاء کرام، صدیقین

اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا“

فقہائے کرام نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے خرید و فروخت اور تجارت کے مسائل ”کتاب الیسوع“ میں بڑی تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح کیا ہے تاکہ رزق حلال میسر آسکے اور حرام ذرائع کا سد باب ہو۔

بیوع، جمع ہے بیع کی، علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) نے بیع کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے:

البیع اعطاء المثل و اخذ الثمن

”قیمت والی چیز دے کر قیمت وصول کرنا، یہ بیع ہے اور اس کے برعکس شراء (خریدنا) ہے، یعنی قیمت دے کر قیمت والی چیز لے لینا“



کبھی بیع کی جگہ شراء (خرید) اور شراء پر بیع کا اطلاق ہوتا ہے،  
جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وشر وہ بضمن بخص  
” (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) انہیں چند درہموں کے  
بدلے بیچ دیا“ یہاں بیچنے کو شراء (خریدنا) کہا گیا۔۔۔۔۔ نیز حدیث  
پاک میں ہے:

لا یبعین احدکم علی بیع اخیه

”کوئی شخص دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے، یہاں  
شراء کی جگہ بیع کا لفظ استعمال ہوا ہے“

(المفردات، جلد: 1، صفحہ: 144)

علامہ ابن نجیم (م 970ھ) فرماتے ہیں:  
اگرچہ لغت کے اعتبار سے خرید و فروخت کرنے والوں میں  
سے ہر ایک کو بائع کہا جا سکتا ہے، تاہم بائع سے متبادر طور پر بیچنے  
والے کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔

(البحر الرائق، ج: 5، صفحہ: 256)

علامہ ابوالبرکات نسفی (م 710ھ) بیع کا شرعی معنی لکھتے ہیں:

هو مبادلة المال بالمال بالتراضی

(کنز الدقائق، کتاب الیسوع، صفحہ: 207)

”باہمی رضامندی سے مال کے عوض مال کے تبادلہ (لین دین)

کو بیع کہتے ہیں“

صاحب بحر، بدائع صنائع کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

کسی مرغوب چیز کا مرغوب چیز سے تبادلہ بیع کہلاتا ہے۔  
 بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے، اگر قولاً ہو تو یہ ایجاب و  
 قبول ہے (جیسے ایک نے کہا، میں نے ”بیچا“ اور دوسرے نے کہا ”خریدا“)  
 اور فعلاً ہو (جیسے ایک شخص قیمت ادا کر کے چیز لے لے اور زبان سے کچھ نہ  
 کہے تو یہ بیع تعاطی ہے

(البحر الرائق، جلد: 5، صفحہ: 257)

### بیع و شراء کی شرائط

(1) خرید و فروخت کرنے والے عاقل بالغ ہوں، پاگل اور ناسمجھ بچہ کی  
 بیع درست نہیں۔

(2) ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہو۔

(3) بیچی جانے والی چیز کا ملک میں ہونا ضروری ہے، جنگل کی لکڑیاں یا  
 شکار کو فروخت کرنا جائز نہیں، ہاں اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت کیا جا  
 سکتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی اپنی مملوکہ زمین کے کنارے اگنے والی گھاس کی بیع  
 درست نہیں کہ وہ مملوکہ نہیں۔

(4) بالغ اور مشتری کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا۔

(5) بیع (بیچی جانے والی چیز) کا مال متقوم ہونا ضروری ہے، اس لئے  
 مردار کی بیع درست نہیں کہ یہ مال ہی نہیں۔۔۔۔۔ یونہی خنزیر اور شراب  
 کی بیع، کہ یہ مسلمانوں کے حق میں مال متقوم نہیں۔

(6) بیع ملک میں ہونا اور مقدور التسليم ہونا ضروری ہے، حمل کی بیع  
 درست نہیں کہ ابھی اس کا قبضہ دینا اور خریدار کے سپرد کرنا ممکن نہیں، ہو



سکتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے پیٹ پھولا ہوا ہو یا حمل زندہ نہ ہو۔

(7) بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت میں کوئی ابہام نہ ہو۔۔۔۔۔

مثلاً اگر کہے کہ ریوڑ میں سے کوئی بکری میں نے بیچی، تو یہ بیع درست نہیں ہو گی کہ اس طرح کی بیع مبہم ہونے کی وجہ سے باعث نزاع بن سکتی ہے۔

غرض اسلام نے ہر اس طریقہ کی ممانعت کر دی، جو دھوکہ دہی، اشتباہ اور نزاع کا باعث بنے۔ اسی لئے شریعت میں ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، جعلی اشیاء کی تیاری، دھوکہ دہی اور سٹہ وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، تاکہ رزق حلال میسر آسکے اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچا جاسکے۔

فقہائے کرام نے خرید و فروخت کے آداب و مسائل پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔۔۔۔۔ کاش ہمارے ملک میں مکمل اسلامی قوانین کا نفاذ ہو، شرعی اصولوں کے مطابق خرید و فروخت اور تجارت کا نظام رائج ہو تاکہ اسلامی برکات کا ظہور ہو اور معاشرہ سرمایہ کارانہ استحصال سے نجات پا کر خوشحال ہو سکے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آج کل چونکہ اسلامی قوانین کا نفاذ نہیں ہے اسی لئے تجارت میں بھی ان اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔۔۔۔۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں کتاب الفرائض بہت مفصل ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کا مالی مفاد اور طمع ہے، اسی لئے وراثت کے مسائل کثرت سے پوچھے گئے، مگر خرید و فروخت کے معاملات میں کتاب الیسوع کے اندر صرف نو (9) استفتاءات ہیں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے فتاویٰ میں صرف انہیں سوالات کا جواب دیا جاتا ہے



جن کے بارے میں استفتاء کیا جائے۔

اس موضوع پر استفتاءات کی کمی سے حرمت و حلت کے سلسلے میں عوام کی لاپرواہی اور تجارتی امور کے بارے میں شرعی احکام معلوم کرنے میں عدم دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(مرتب)





# کتابُ البیوع

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ قرض گندم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینو اما جر سین من سرب العالمین۔  
استفتی المحترم جناب سید مہر علی شاہ صاحب دام لطفہ



بلاشک و شبہہ و ریب قطعاً قرض گندم جائز ہے، عنایہ شرح ہدایہ ج ۶ ص ۲۴۹، مبسوط امام شری علیہ الرحمہ ج ۱۲ ص ۳۰، ۳۱، فتح القدیر ص ۲۴۹ و النظم من المبسوط الاقراض جائز فی کل مکیل او مؤن و ن و کذلک فی

العددیات المتقاربة یعنی قرض دینا جائز ہے ہر ایسی چیز میں جو پائی جائے  
یا تولی جائے اور ایسے ہی گنتی کی ان چیزوں میں جن کے افراد میں زیادہ فرق نہ ہو،  
شامی ۲۳۹ میں ہے وفي الفتاویٰ الهندیة استقرض حنطة فاعطى  
مثلاً بعد ما تغیر سعرها یجبر المقرض علی القبول، فتاویٰ عالمگیری  
ج ۳ ص ۱۰۰ استقرض رجل من رجل حنطة وامره ان ینزعہ  
فی ارضه المستقرض فقد صح القرض البتہ گندم چونکہ شرعاً مکمل ہے  
لہذا یہ ضروری ہے کہ ناپ کر قرض دیا جائے اور ایسے ہی جبکہ گندم گندم فروخت کیجئے،  
ناپنا ضروری ہے اور تول سے جائز نہیں اور روپیہ وغیرہ سے تول کر فروخت کرنا  
بھی جائز ہے، درالمختار ص ۴۵۶ میں ہے ومانص السارح علی کونہ  
کیلیا کبر و شعیر و تہر و ملح او ورنیا کذہب و فضة فہو  
کذلك لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطة بحنطة الخ فتاویٰ عالمگیری  
ج ۳ ص ۹۸ میں ہے لاخیر فی قرض الحنطة والدقیق ورننا۔



باقی رہی وہ حدیث شریف جس میں یدابید کی قید ہے، اس کے  
قرض کی مانع سمجھنی نہایت ہی بیجا ہے کہ اس حدیث شریف میں اور روایت رفع  
میں لفظ بیع مقدر ہے اور روایت نصب میں بیعوا، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۱۰،  
ہدایہ مطبوعہ مع الفتح ج ۶ ص ۱۲۴، فتح القدر، عنایہ شرح ہدایہ ج ۶ ص ۱۲۴،  
والنظم من العنایة وروی بروایتین بالرفع مثلاً بمثل وبالنصب  
مثلاً بمثل ومعنی الاول بیع الحنطة (الی ان قال ومعنی الثانی  
بیعوا، بحر الرائق ج ۶ ص ۱۲۴، قسطلانی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۲، یعنی شرح صحیح البخاری  
ج ۱۱ ص ۲۵۲ والنظم للعینی قوله والبر بالبر ای وبيع البر

بالبر وهکذا یقدر فی البواقی، ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۲۹ میں حدیث مذکور کے تحت ہے والعمل علی هذا عند اهل العلم لا یرون ان یباع البر بالبر الامثلا بمثل اور ایسے ہی بیع، موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۲۲ اور اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۹ میں ہے بلکہ اس حدیث شریف کے طرق و روایات کثیرہ میں مادہ بیع موجود، حدیث دانی صرف اس کا نام نہیں کہ ایک روایت سے حدیث کو دیکھ لیا اور حکم لگا دیا بلکہ طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا لازم ہے، صحیح مسلم شریف ج ۲ اور سنن البجری بیہقی ج ۵ ص ۲۷۷ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے ینہی عن بیع الذهب بالذهب الحدیث

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۶، ۲۷۷ میں انہیں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے لا تتبعوا الذهب بالذهب بالحدیث، سنن ابن ماجہ میں انہیں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الورق بالورق الحدیث تو روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ ید ابید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ قرض کو اس حدیث شریف سے کیوں ممنوع قرار دیا جاتا ہے اور اگر یہی شوق دامنیگر ہے تو صرف قرض گندم نہیں بلکہ روپیہ اشرافی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا کہ اس حدیث شریف میں گندم کے ساتھ سونے چاندی کا بھی ذکر ہے، یہ عجیب کہ ایک چیز حرام ہو جائے اور دوسری حلال حالانکہ دونوں ایک ہی حدیث شریف میں یکساں مذکور ہوں، بیع تو مبادلۃ السال بالسال بالتراضی کا نام ہے اور قرض ما تعطیب من مثلی لتقاضاہ یعنی وہ مثلی شے جسے دیا جائے اور اسی کا تقاضا کیا جائے، یہیں سے معلوم ہوا کہ قرض درحقیقت ایک خاص قسم کی عاریۃ کا نام ہے تو جواز خود بخود



ہی ثابت ہو گیا۔

مبسوط ج ۲ ص ۳۱ میں ہے ان القرض فی معنی العاریۃ لان  
ما یستردہ المقرض فی الحکم کانہ عین مادفعہ اذ لولہ یجعل کذلک  
کان مبادلتہ الشئی بجنسہ نسیئۃ وذلک حرام اور ایسے ہی ص ۳۲  
میں ہے یعنی قرض معنی عاریۃ میں ہے اور جو چیز قرض دینے والا واپس لیتا ہے  
حکمًا ایسا ہے گو یا کہ اسی چیز کو واپس لیتا ہے جس کو اس نے دیا ہے اور یہ مبادلہ  
نہیں، ہاں اگر مبادلہ ہونا تو تمام مکیلات و موزونات میں قرض حرام ہونا اور صرف  
گندم کی تخصیص نہ ہوتی مگر جب حقیقتہً مبادلہ نہیں تو جائز ہے اور صورت مبادلہ  
کا اعتبار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ لفظ عاریۃ سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے، مبسوط  
ج ۲ ص ۳۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے والنظر من الہندیۃ  
وعاریۃ کل شیء یجوز قرضہ قرض تو اس وشمس کی طرح واضح ولاح ہوا  
کہ قرض گندم جائز ہے۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ اتحدوا حکم وصلی اللہ  
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔  
عرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ الی النعمی الحنفی القادری نورہ ربہ قوہ علی کل غمی وغوی  
۲۱ رذی قعدہ ۱۳۶۳ھ

استقرض الحنظہ قطعاً جائز ہے، جو شخص اس کا منکر ہو گیا کہ وہ  
اقوال اہل سلف اور حدیث شریف کا منکر ہے کیونکہ استقرض الحنظہ  
حدیث شریف اور معتبرہ کتب فقہیہ سے ثابت ہے، قبلہ عجیب صاحب

نے جو جواب فرمایا ہے، بالکل ان کے موافق ہے۔  
فقیر غلام رسول غفرلہ نائب مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

## الاستفتاء

بحضرة عمدة الامثال وزبدة الافاضل مولوی محمد نور اللہ صاحب  
سلمة اللہ تعالیٰ من المصائب

السلام علیکم قبل ازیں ایک مسئلہ لکھ کر حوالہ طالب علموں کو کیا تھا، امید کہ آپ کو مل گیا ہو گا لہذا حامل روانہ ہوتا ہے، آپ جواب مسئلہ لکھ کر حوالہ اس کے کر دیں، تاکید ہے، بوجہ عدم فرصت مکمل تحقیق نہیں کی گئی، کچھ تحقیق کی ہے کہ آپ کی تحقیق سے مکمل ہو جائیں گے، مختصر یہ ہے کہ ایک شخص کی چند موہراں و ایک نامہ دو ہرٹیاں زرعی چوری ہو گئی ہیں، کس یہ ذوات الامثال یا ذوات القیم ہیں اور اندازہ قیمت کس وقت کا ہو گا، وقت چوری یا خصومت یا فیصلہ جواب مسئلہ مفصل ہے، سند کتاب تحریر کریں، اگر نہ لکھا ہو تو لکھ کر حوالہ حامل بنا کریں۔ اس مسئلہ میں مختلف فتویٰ علماء سے ہیں، کچھ فتویٰ میرے خلاف ہیں اور کچھ موافق، اس واسطے میں نے آپ سے فتویٰ طلب کیا

ع حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد (مرتب)

تاکہ تسلی ہو جائے۔

نصیب الدین بقلم خود از رکن پورہ ضلع مظفر گڑھی



ز پور از موزون ہے اور موزونات ذوات الامثال ہیں لہذا ز پورہ  
مثلی ہے تو مضمون بالمثل ہوگا، رہا یہ شبہ کہ جمیع موزونات ذوات الامثال  
نہیں کہ جن کی تبعیض مضر ہو وہ ذوات الامثال نہیں، تکملہ فتح القدر ج ۸ ص ۲۲۹  
میں ہے من الموزونات ما ليس بمثلي وهو الموزون الذي  
في تبعيضه ضرر كالصوغ من القمقم والطشت ومثله  
في العناية شرح الهداية ج ۸ ص ۲۲۹ اور جن میں صنعت عباد کو دخل ہو  
وہ بھی مثلی نہیں، یہ دو عنوان ہیں، معنون تقریباً ایک ہی ہے۔

اقول یہ استثناء علی طریق العموم نہیں کہ ز پور ضرور شامل ہو سکتا ہے بہت سی  
چیزیں مثلی ملتی ہیں جنہیں تبعیض ضرور دیتی ہے اور صنعت عباد سے ہیں مثلاً شامی  
ج ۵ ص ۱۶۰ میں فضولین سے ہے حتی لوکان سوار بان اتخذ اعني  
الصابونين من دهن واحد تضمن مثله، اسی صفحہ میں ہے اما

الکاغذ فمثلی کما فی الہندیۃ ط قلت وکذا فی الفصولین  
 اسی جلد کے ص ۱۶۱ میں ہے والخل والعصیر والمدقیق والتخالۃ والحجص  
 والنورۃ والقطن والصوف وغزلہ والتبن بجمیع انواعہ مثلی  
 لہذا شامی علیہ الرحمہ نے ہی تصریح فرمادی کہ اگر ماثلت مصنوعات میں ممکن ہو تو مثلی  
 ہو سکتی ہے ج ۵، ص ۱۶۰ فعلیٰ ہذا ینبغی ان یقال ان امکنت المسائلۃ  
 بلکہ دراہم ودانیر کو تبصیر ضرور ضرر پہنچاتی ہے اور ضعت عباد سے بھی ہیں مگر اجماعاً  
 مثلی ہیں ولله الحمد علی حسن الافہام بلکہ درالمختار اور درالمختار میں جو مشیت  
 کا ضابطہ درر و منخر وغیر ہما سے بیان کیا ہے شامی کے یہ لفظ ہیں وقد فصل  
 الفقہاء المثلیات وذوات القیم ولا احتیاج الی ذلک فسا یوجد لہ  
 السئل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس كذلك  
 فمن ذوات القیم ہر کلیہ میں ز پور ضرور داخل کہ اول تو اس کی مثل بازاروں  
 میں بلا تفاوت ہی مل سکتی ہے ورنہ تفاوت غیر معتد بہ کے ساتھ تو ضرور مل سکتی ہے  
 اور اختلاف زمانہ کی وجہ سے نرخ کا مختلف ہونا مثلیت کو مضر نہیں، شامی ج ۲  
 ص ۲۳۹ میں ہے ولا ینظر الی غلاء الدر اہم ولا الی رخصہا و  
 كذلك کل ما یکال ویوزن (الی ان قال) و فی الفتویٰ الہندیۃ  
 استقرض حنطۃ فاعطی مثلہا بعد ما تغیر سعرہا یجبر المقروض  
 علی القبول، اسی صفحہ میں ہے ولہذا ظہر انہ لو کانت الدر اہم  
 خالصۃ او غالبۃ کالریال الفرنجی فی زماننا فالواجب سد مثلہا الخ  
 ہاں اختلاف و تفاوت آحاد موزون و مکیل کی وجہ سے شے مختلف ہو جائے تو  
 مثلیت کو مضر ہے کما فی سرد المحتاس ج ۵ ص ۱۶۱ مفہوماً پس یہی ظاہر ہے



کہ زیور مثلی اور مضمون بالمثل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ استموا حکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی السحبوب السعلی و آلہ و صحبہ وسلم۔

مقرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰۰۵۔ ۱۳۶۱ھ

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید  
کیڑا خریدنے کے لئے کراچی روانہ ہوا تو بیکر نے بھی بارہ سو روپیہ زید کو دیا کہ  
جیسا کیڑا اپنے لئے خریدیں ویسا ہی میرے لئے خرید کر لیتے آنا تو زید نے  
ویسا ہی کیا مگر علیحدہ نہ لایا، جب بکر مانگنے گیا تو کیڑا دینے کا نہ اقرار کیا نہ انکار اور  
اس کیڑے کو فروخت بھی بلا اجازت کرتا رہا، تین چار روز کے بعد کیڑا چوری ہو گیا  
تو بکر اپنے روپیہ کا زید سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نیز آیات قرآنی و حدیث شریف سے فتویٰ وغیرہ سے جواب مزین فرمایا جائے۔

مولوی غلام حسین ساکن چک ۱۸ از سنکو کا ضلع مظفر گڑھی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُيُوعَ وَالصُّوْبَةَ

زید اندریں صورت وکیل ہے اور وکیل امین ہونا ہے اور امین پر لازم کہ امانت کی رعایت کرے اور خیانت نہ کرے اور ایسے ہی زید نے وعدہ کیا اور وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے، حضرت رب العالمین ارشاد فرماتا ہے والذین هم لا امنتم وعهدهم ساعون، سورة المؤمنون وسورة المعارج تفسیر ارشاد العقل السليم کبیر، بیضاوی، جلالین، صاوی، حبل، مدارک، معالم التنزیل، خازن میں ان امانت وعهد کے عموم کو عموم پر ہی برقرار رکھا، خازن کے کلمات یہ ہیں ومنہا ما یکون بین العباد کالودائع والصنائع والاسرار وغیر ذلک فيجب الوفاء به ایضاً۔ (ج ۵ ص ۲۷)



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کے تین نشان بیان فرمائے اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی اور اسلام کا مدعی ہو، جب بات کرے، جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے، پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے، خیانت کرے، آیت المنافق ثلاث نراد مسلم وان صام و صلی و نما عدا نہ مسلم ثم اتفقا اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اؤتمن خان، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷، ان دو آیتوں اور ایک حدیث شریف کے علاوہ صدہا آیات و احادیث سے ثابت کہ رعایت امانت وعهد نہایت ضروری ہے، تو زید کا کپڑا ملا دینا جو امانت

میں خیانت اور وعدہ خلافی ہے، بدترین جرم ہے اور موجب ضمان ہے،  
 مبسوط ج ۱۱ ص ۱۱۰، فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۷۰، سراجیہ ص ۸۳، ہدایہ ج ۳  
 ص ۲۵۷، عنایہ ج ۷ ص ۲۵۵، کفایہ ج ۷ ص ۲۵۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۶۹  
 وقایہ شرح الوقایہ ج ۲ ص ۲۸۲، کنزالدقائق ص ۲۹۹، قدوری ص ۱۵۰، بحر الرائق  
 ج ۷ ص ۲۷۶، تنویر الابصار، درالمختار وردالمختار ج ۲ ص ۶۸۵، خلاصۃ الفتاویٰ  
 ج ۲ ص ۲۸۱ والنظر من التنویر لو خلطها المودع بسالہ بغیر اذن  
 بحیث لا تتمین ضمنہا، درالمختار وغیرہ اسفار مذکورہ میں یہ علت بیان فرمائی  
 لاستہلاکہا بالخلط، بحر الرائق ج ۷ ص ۱۲۱، درالمختار تصریحاً و شامی تقریباً  
 ج ۲ ص ۵۶۲ میں ہے انہ امین خصوصاً جب بکرنے یہ شرط کیا کہ الگ لئے  
 کہ شرط مؤکل کا اعتبار ضروری ہے اور اسی بنا پر وکیل کو امین کیا اور بارہ سو  
 روپیہ کا گراں قدر سرمایہ دیا، شامی ج ۲ ص ۵۶۵ میں ہے وجملۃ الامر  
 ان کل ما قید بہ الموقل ات مفیداً من کل وجه یلزم  
 سعایتہ، نیز مؤکل کے مطالبہ کی صورت میں نہ دینا بھی عند القدرۃ موجب ضمان  
 ہے، زبان سے تو اکثر زید نے انکار نہیں کیا مگر فروخت کرنا جو شروع کر دیا، یہ  
 دلیل صحت و غصب ہے جو موجب ضمان ہے، کنزالدقائق ص ۲۹۹، بحر الرائق ص ۲۷۵  
 درالمختار شامی ج ۲ ص ۶۸۲، ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۷، عنایہ ج ۷ ص ۲۵۲، فتاویٰ عالمگیری  
 ج ۳ ص ۲۷۱ والنظر من الہندیۃ فان طلبہا صاحبہا فحبسہا  
 عندہ و هو یقدر علی تسلیمہا عنہن تو اگر ملا دینے کی وجہ سے ضمانت  
 شرعاً لازم ہوتی تب بھی اس وجہ سے ضمان لازم ہو جاتی۔

الحاصل زید پر لازم کہ بکر کے کپڑے کی قیمت بطور ضمان بطیب خاطر



ادا کر دے کہ دنیا و آخرت میں رسوائی نہ ہو، حدیث شریف میں ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا لا ايمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له، خبر وارد نہیں ایمان اس شخص کا جو امین نہیں اور نہیں دین اس کا جو وفادار نہیں سواہ البغوی فی السعالم باسنادہ حضرت رب العالمین فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود اور یہ بھی تاکید فرمایا ہے ان الله یامرکم ان تؤدوا الامنت الی اهلها بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ادا کرو، تفسیر خازن، معالم التنزیل، ابوالسعود، کبیر، جلالین، بیضاوی وغیرہ میں ہے والنظر من الخائن لا یمتنع من خصوص السبب عموم الحکم فیدخل فی ذلک جمیع الامنت التي یحملها الانسان۔

والله تعالیٰ اعلم وعلمه سجل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

مرہ الفقیر الوب الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

ایک آدمی نے اپنی گائے کی قیمت یکصد روپیہ مقرر کر کے کسی دوسرے

آدمی کو پچاس روپیہ وصول کر کے نصف پر دے دی، بعد ازاں وہ مر گئی یا  
چوری ہو گئی تو کیا پچاس روپیہ اپنے حصہ کا اس مشتری نصف سے  
لے سکتا ہے یا نہیں؟



شرعاً اس صورت کا نام شرکت ہے اور شرکت بھی صحیح ہے، فتاویٰ الہندی  
ج ۲ ص ۳۰۹ میں ہے والحیلۃ فی ذلک ان بیع نصف البقرة  
من ذلک الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذیر الفیلوق  
بشئ معلوم حتی تصیر البقرة واجناسہا مشترکۃ بینہما فیکون  
المعادن منہا علی الشركة کذا فی الظہیریۃ اور شریک شرعاً  
امین ہے، قوری ص ۱۲۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۰۱، والمختار رد المحتار ج ۳  
ص ۴۸، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۰، ہدایہ، فتح القدر ج ۵ ص ۴۰۲  
میں ہے والنظر من الهدایۃ ویدعا فی النعال یدامانۃ  
فتح القدر میں ہے ای ید الشریک مطلقاً اور امین پر بلا تعدی  
ضمان نہیں وذا مفسر شرعاً اور شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۰۱، فتاویٰ ہندیہ

ج ۲ ص ۳۰۶، ۳۰۷ میں ہے والنظر من الہندیۃ وما ضاع  
من مال الشریکۃ فی ید احدہما فلا ضمان علیہ فی نصیب  
شریکہ ویقبل قول کل واحد منہما فی متاع ضاع مع یمینہ  
کذا فی البدائع، شامی ج ۳ ص ۲۷۸ میں ہے قوله والضیاع  
ای ضیاع المال کلاہ وبعضا ولو من غیر تجارۃ تو مشتری نصف پر  
جو بائع کا شریک اور امین بھی ہے، ضمان نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتدوا حکم و صلی  
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الوب الخیر محمد نور اللہ ایمنی غفرلہ نصرہ ربہ وقواہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ



الاستفتاء

نوٹ:۔ رجسٹر میں سوال درج نہیں صرف درج ذیل عبارت تحریر ہے۔ (مرتب)  
”حضرت مولانا مولوی نصیر الدین صاحب رکن پوری کے سوال کا جواب“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللهم اجعل لي الثوب الطوبى

سجرامی خدمت امثل البکرت حضرت مولانا صاحب دامت نعتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، :- مزاج بہایوں!

حسب تصریح فقہار کرام مضاربت میں صورت خسران میں شرط

اشتراک رب المال و مضارب فی الخسران باطل ہے اور مضاربت صحیحہ ہوتی

ہے، بدائع صنائع ج ۶ ص ۸۶، ہدایہ ج ۳ ص ۲۲۲، عالمگیری ج ۳ ص ۲۳۸

میں ہے و النظر من البدائع لو شرطاً فی العقد ان تکون

الوضیعة علیہما بطل الشرط و المضاربتہ صحیحہ مگر

اصل قیاس عدم جواز ہے اور جزئیات و مسائل عامہ کی بنا عرف و عادت

تجار پر ہے جو صورت رسم و عادت تجار میں آجائے وہ جائز ہے جب تک

نص آیت حدیث کی تصریح غیر ماؤل کے مصادوم و متعارض نہ ہو، کتب

مذہب مہذب کی مضاربت دیکھیے استدلالات مسائل میں من صنع

التجاسر من رسم التجاسر، عادة التجاسر عرف التجاسر متعارف

التجاسر المعروف بین التجاسر کے ہم معنی کلمات متکرر و مکرر گونج رہے

ہیں جن سے نمایاں و ہویدا ہے کہ معنی و مدار عرف و عادت ہے بلکہ خود

فقہائے کرام نے تصریح کلیت عرف و عادت فرمادی، بدائع ج ۶ ص ۸۸ میں ہے

تصرف المضارب مبنی علی عادة التجاسر، مسبوط ج ۲۲ ص ۳۸ میں ہے



ما هو من صنع التجار يملك المضارب بمطلق العقد،  
 ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۱ میں ہے کہ الاموال العام المعروف بین الناس  
 نیز مبسوط ج ۲۲ ص ۴۷ میں ہے تصرف المضارب غیر مقید بمثلہ  
 بل بما هو من صنع التجار عادة، تنویر الابصار میں ہے او اعتادہ  
 التجار، و المختار میں ہے ہذا هو الاصل، نہایہ اور شامی نے مقرر کیا،  
 ج ۲ ص ۶۷، نیز مبسوط ج ۲۲ ص ۴۵ میں ہے مالیس من صنع  
 التجار عادة کثراء السفینۃ یؤخذ باصل القیاس فیہ  
 اور حدوث و قدوم عرف دونوں کا اعتبار ہے للاطلاق المذكورۃ  
 والاطلاق حجة قوية کما بین فی مظانہ اور جزئیات خاصہ سے  
 بھی ہویدا ہے۔



تمام متقدمین متفق ہیں کہ اگر مال مضاربت میں سلطان جابر طمع کرے  
 اور مضارب دفع شر کی غرض سے کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو اس کی ضمان لازم ہوگی  
 مضارب پر مگر متاخرین نے عدم ضمان کی تصریح فرمادی، مبسوط ج ۲۲ ص ۶۸  
 عالمگیری ج ۳ ص ۴۶۳، عقود الدرر ج ۲ ص ۴۷، میں ہے والنظر من  
 العقود قال مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی زماننا لا ضمان  
 علی المضارب فیما یعطی من مال المضاربتۃ الی سلطان  
 طمع الخ یونہی اگر مضارب مال مضاربت اپنے مال میں ملاوے تو ضمان  
 پڑتی ہے مگر متاخرین نے فرمایا، اگر عرف عام ہو جائے تو ضمان نہیں، عقود الدرر  
 ج ۲ ص ۷۳ میں ہے وغلب ہذا التعارف فان لو خطط المضارب  
 ذلك لا یضمن، ثلثین ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے ان السفی لیس

لہ الجسود علی السنقول فی کتب ظاہر الروایۃ من غیر  
مراعاة الزمان و اہلہ و الا یضیع حقوقا کثیرة و یكون  
ضررہ اعظم من نفعہ، نیز ص ۱۳۲ میں ہے من البحر  
عن الکافی و الاحکام تبنتی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم  
و فی کل عصر عرف اہلہ نیز ص ۱۳۳ میں ہے فہذہ النقول  
و نحوہا دالۃ علی اعتبار العرف الخاص و ان خالف المنصوص  
علیہ فی کتب المذہب مالہ یخالف النص الشرعی  
نیز اسی میں ہے لیس للمفتی و لا للقاضی ان یحکم بظاہر  
الروایۃ و یبتز کا العرف و المختار ج ۴ ص ۴۹۰، ثلاثین ج ۲ ص ۱۲۲  
میں علامہ عینی سے ہے و البنا علی العادۃ الظاہرۃ واجب  
میں نے کبھی طرح استفسار کیا ہے، آج عرف عام یہ ہے کہ رب المال  
و مضارب دونوں شریک نفع و نقصان ہوتے ہیں تو فتوائے جواز چاہتے  
بلکہ لازم و لا بدی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
و صحبہ و بارک و سلم۔

باقی سائل زبانی عرض کرے گا باذنہ تعالیٰ۔

عزیز محمد سعید و حافظ صاحب وغیر ہم احباب سے سلام مستنون <sup>الاسلام</sup>

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ





## الاستفاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غلام محمد سہو اور قائم دتو کی دکان آڑھت کی میاں چنوں میں تھی اور قائم دتو نے غلام محمد کو کہا تھا کہ میں چک میں دکان پر کام کرتا رہوں گا اور تو آڑھت کی دکان چلا اور نفع و نقصان ہمارا، تمہارا یہاں اور وہاں کا نصف و نصف ہوگا لہذا غلام محمد کام کرنے لگ گیا، روٹی کے موقع پر کچھ زمینداروں اور دکانداروں نے کہا کہ ہمارا سودا کارخانہ سے کرا دے تو اس نے ان کی کیپس کا جو تقریباً تھی چوتیس روپے فی من کے حساب سے کرا دیا، جب کیپس اترنے لگی تو بھاؤ تیز ہو گیا، زمینداروں اور دکانداروں نے مال نہ دیا، کارخانہ والوں نے غلام محمد سے مال طلب کیا، غلام محمد نے آکر قائم دتو کو کہا کہ میاں یہ بات ہے تو بھی کوشش کرا اور میں بھی کرتا ہوں، وہ چپ رہا، غلام محمد نے کوشش کر کے مال پورا تو کیا لیکن پھر بھی بھاؤ کی گرانی کی وجہ سے جو کہ تقریباً پینتالیس، پچاس روپیہ کو پہنچ چکا تھا ۱۹۵۱ء روپیہ خسار اڑھا، اب قائم دتو انکار کرتا ہے کہ میں نہیں ادا کرتا، تو اکیلا ادا کر دے لیکن میاں چنوں اور بور پوالہ وغیرہ کے آڑھتی اور سیکرٹری وغیرہ نے فیصلہ دیا کہ یہ چیز ہماری آڑھت کے سودوں میں عام رائج ہے اور عرف عام کو پہنچ چکی



ہے کہ اس سے متنازع فیہ مقدمہ میں دونوں فریق نصف و نصف کے ذمہ دار ہیں اور مولوی ولی محمد نے قائم دتو کے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن بورہ لوالہ میں جب اس نے تحقیق کی تو پہلے فیصلہ کو رد کر دیا اور اپنی قلم سے لکھ دیا کہ میں نے پہلا فیصلہ جو کیا تھا وہ بغیر تحقیق کے تھا، اب تحقیق کرنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ سودا کنٹریکٹ آرٹھت میں ہی شامل ہے اور دونوں فریق نصف و نصف کے خسارہ کے ذمہ دار ہیں مولوی ولی محمد کی قلمی تحریر اور آرٹھتیوں کے فیصلہ جناب کی خدمت میں حاضر کئے گئے ہیں، جناب مہربانی فرما کر شریعت کے رو سے مدلل فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہ رقم قائم دتو کو دینی آتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

السائل: غلام محمد ولد احمد دین قوم سہو سکند چک ۲۵  
تخصیل و ضلع منٹگری  
۲۷.۱۰.۵۷



نوٹ: دیگر عرض یہ ہے کہ یہ جھگڑا ہمارا چھ سال سے چلا آرہا ہے اس پر جو کچھ میرا خرچ آیا ہے اس کے لینے کا بندہ حقدار ہے یا نہیں؟ (سائل نے استفسار کے ساتھ ہی ایک میاں جنوں کی ۱۵-۹-۵۷ کی تحریر جس میں بہت سے معتبر آرٹھتیوں کے دستخط تھے، حاضر کی اور ایک منڈی بورہ لوالہ کے آرٹھتیوں کی ۱۶-۹-۵۷ کی تحریر جس میں ذمہ دار آرٹھتیوں کے دستخطوں کے علاوہ مولوی ولی محمد کی قلمی تحریر موجود تھی، بھی حاضر کی۔)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ



۱- صورت مندرجہ بالا میں شرعاً مسمی قائم دلو پر لازم کہ حسب دستور و رواج مسمی غلام محمد سہو کو نصف رقم خسارہ ۹۷۵/۸ ادا کر دے کہ شرعاً عرف و رواج کا بڑا اعتبار ہے حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی کہ مفتی وقاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف کے خلاف فتوے یا فیصلہ کریں رسائل شامی ج ۲ ص ۱۳۳ میں ہے لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما بظاہر الروایۃ و یترکا العرف الخ اور ص ۱۳۱ میں فرمایا والا یضیع حقوقا کثیرة و یکون ضررکا اعظم من نفعہ یعنی اگر مفتی عرف و رواج کے خلاف فتوے تو بہت سے حق ضائع کر دے گا اور اس کی ضرر اس کے نفع سے بہت بڑی ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ جسے اہل زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں تو وہ جاہل ہے یعنی فتویٰ نہیں دے سکتا، رسائل کے ج ۲ ص ۱۳۰ میں ہے من لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل، رسائل ج ۲ ص ۱۲۷ میں ہے من المسائل التي اختلف حکمها لاختلاف عادات اهل الزمان و احوالہم التي لا بد للمجتہد من معرفتها و ہی کثیرة جدا لا یسکن استقصاؤها۔

اور مشائخ عظام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ ایسے احکام کا ابتنا عرف پر ہے، شامی ردالمحتار ج ۴ ص ۲۶۲، ۲۶۳ اور رسائل ج ۲ ص ۱۳۲ میں بحر الرائق سے اور بحر الرائق ج ۶ ص ۱۳۶ میں کافی سے ہے والا حکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وکل عصر عرف اہلہ، ردالمحتار شامی ج ۳ ص ۵۱۸ میں ہے ان التعامل بترك ب القیاس لحديث ما ساء الا المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، شامی فرماتے ہیں وفی شرح البیوی عن المبسوط ان الثابت بالعرف كالثابت بالنص نیز شامی ج ۴ ص ۲۹۰ میں ہے قال العلامة العینی والبناء علی لعادة الظاهرة واجب، ج ۴ ص ۲۹۱ میں ہے بل مثله كل ما جرت العادة به اور الاشباه والنظائر میں فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ بزازیہ سے ہے المشروط عرفا كالمشروط شرعا۔



جسے کوئی شک و شبہ یا زیادت تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ نشر العرف فی بنا بعض الاحکام علی العرف اور ردالمحتار وغیرہ کا مطالعہ کرے، پھر یہاں تو قائم و ٹونقصان کا صراحتہ التزام بھی کر چکا تو حکم قرآن کریم او فوا بالعقود کی بنا پر بھی لازم کہ ہمدرد خسارہ ادا کرے۔

۲۔ قائم و ٹو پر جائز و صحیح خرچ مقدمہ ادا کرنا بھی ضروری ہے لحکم العرف۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتحر و احکم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ بروز اتوار بوقت عصر

تصدیق

حضرت امام اہلسنت و الجماعت سید قیدہ ابو البرکات سید محمد مدظلہم العالی جو مولانا غلام صابر صاحب نے مورخہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ کو کروائی۔

”حضرت مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بانوار علومہ نے متناصہین کے بارہ جو فتویٰ ارقام فرما کر حکم صادر فرمایا ہے، اگر تاجروں کے ماہین یہی عرف و رواج ہے تو بلاشبہ درست و واجب العمل ہے فقط کما فی

المبسوط الثابت فی العرف کالثابت بالنص

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتدوا حکم

فقیر قادری ابو البرکات غفرلہ

نظم مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاخوان لاہور پاکستان

مہر دار الافتاء

مرکزی انجمن الاخوان  
لاہور

تائیداز

(تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما، غازی کشمیر، مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت علامہ ابو الحسنات قادری (مرتب) )

جواب صحیح ہے

ابو الحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر چنساں لاہور

مہر

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ گندم وغیرہ کی تجارت کرتا ہے، بایں وجہ دکان میں گندم چنے وغیرہ جمع کر کے رکھتا ہے، گندم کی آمد و رفت ہمیشہ رہتی ہے اور موجودہ نرخ جو بھی ہو اس کے مطابق خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور فصل کے موقع پر گندم اکٹھی کرتا ہے پھر اسے موجودہ جو بھی نرخ ہو اس کے مطابق وقتاً فوقتاً فروخت کرتے رہتے ہیں، یہ تجارت شرعاً کیسی ہے اور ایسے تاجر کے ساتھ مل کر کام کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بینواتوجروا۔

سائل: محمد سلیمان از میلیس بمعرفت حضرت مولانا غلام حسین صاحب خطیب ملیسی



ایسی تجارت شرعاً جائز ہے اور نیک نیتی ہو تو ثواب بھی ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے احل الله البيع نیز فرمایا الا ان تكون تجارة

عن تراض، گندم نخود وغیرہ میں شرعاً ایک صورت تجارت کی ناجائز ہے جسے احتکار کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کا غلہ جمع کر لے اور انتظار گرانی یا انتظار قحط میں رہے اور جلدی فروخت نہ کرے اور لوگوں کی تکلیف کا باعث بنے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے و ذلك ان يشتري طعاما في مصر ويستتبعه من بيعه وذلك يضر بالناس اور اگر لوگوں کو فروخت نہ کرنے سے تکلیف نہ ہو تو خرید کر رکھنا احتکار و ناجائز نہیں، اسی میں ہے وان اشترى في ذلك المصرو حبساً لا يضر باهل المصرا لابس به اور یہ شخص تو فروخت کرتا رہتا ہے اور لوگوں کو غلہ جمع کر کے بھوکا نہیں رکھتا تو اس میں کسی کا نقصان نہیں بلکہ زمینداروں کا مفاد ہے، اگر ایسی خرید و فروخت بھی جائز نہ ہو تو زمیندار بچارے جس جس جمع کر کے رکھیں تو ان کے ضروریات کیسے پورے ہوں؟ بہر حال یہ صورت احتکار نہیں اور جب جائز ہے تو مل کر کام کرنا بھی ناجائز نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اہل اسلام کا میل جول شرعاً محمود ہے اور وہی آیتیں بھی جواز کی کافی دلیل ہیں۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائی نعمی غفرلہ

۲۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۳ھ

۶۴

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں، ایک درس گاہ مسجد میں چالو کیا گیا اور فطرانہ زکوٰۃ وغیرہ کی آمدنی سے مدرسہ کے نام سپیکر خرید گیا، کچھ عرصہ بعد درس گاہ علیحدہ ہونے کی صورت میں لاؤڈ سپیکر مسجد والے چند لوگ ملکیت سمجھ کر درس گاہ کو حقوق ملکیت سے محروم کر دیا اور سپیکر مسجد میں استعمال ہو رہا ہے جس کا شرارت فساد کے ہونے سے اچھے نتیجے کی امید نہیں لہذا شرعاً فیصلہ کا کیا حکم ہے، بنیوا توجروا۔

حاجی محمد یوسف بقلم خود ولد محمد رمضان

مہتمم مدرسہ جامعہ غوثیہ حضرت خواجہ محمد پناہ رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۶ھ



اگر لاؤڈ سپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خریدا گیا ہے تو وہ مدرسہ کا ہی ہے، اس پر کسی کو اختیار نہیں کہ مسجد کا سمجھ کر مسجد کا قبضہ کرادیں، اذان وغیرہ اس پر ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے۔



چیز مسجد کے لئے اور زیادہ غیر مناسب ہے، اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پاک چیز ہی استعمال کی جائے، حدیث پاک میں ہے ان الله طیب لا یقبل الا طیباً لہذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ مدرسہ کا حق مدرسہ کے سپرد کر دیں، قرآن کریم میں ہے ان الله یامرکم ان تؤدوا الامنت الی اہلہا۔  
والله تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا  
محمد و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عقد الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ ۱۸-۹-۷۶



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دو حقیقی بھائی تھے، بقضائے الہی زید کا چھوٹا بھائی بکر فوت ہو گیا، زید نے اپنے برادر زادوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ان کے تمام حقوق پورے کیے اب وہ خود صاحب اولاد ہیں اور اپنی اولاد کے خود کفیل ہیں، کاروبار کے لحاظ سے وہ کسی کے محتاج نہیں، زید کی اولاد بھی جوان ہو چکی ہے اس کو ذاتی طور پر وسعت مکانی کی ضرورت ہے اس لئے اس کا مطالبہ ہے کہ اس کے بھتیجے

مکان خالی کر دیں لیکن وہ اس شرط پر مکان خالی کریں گے کہ ان کا تیا زید انہیں مبلغ تین ہزار روپے پہلے دے ورنہ وہ مکان خالی نہیں کریں گے، کیا اس طرح کا شرطیہ لین دین شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔  
نوٹ :- حلفیہ بیان کیا جاتا ہے کہ امرتسر کے غیر دعویٰ دار ہاجر ہونے کی حیثیت سے زید نے اس مکان کو نقد معاوضہ میں حاصل کیا ہے اس میں بکر کا قطعاً کوئی حصہ یا دخل نہیں۔

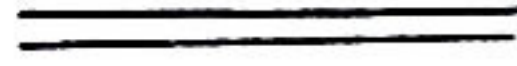


جبکہ زید ان کا محسن و مرئی ہے اور بلا معاوضہ ان کی پرورش اور دوسرے حقوق پورے کئے ہیں تو ان کا تین ہزار روپے کا مطالبہ بالکل بے جا ہے جو کسی وجہ سے قطعاً جائز نہیں خصوصاً جبکہ ان کے عقائد و اعمال و اقوال بھی شریعتِ غرار کے خلاف ہیں تو زید پر لازم ہے کہ ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے بحکم الآیات والاحادیث والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

فقہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشماوی غفرلہ

۱۸ - ۳ - ۷۹



سود

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و  
ذروا ما بقى من الربو ان كنتم  
مومنين ۝ فان لم تفعلوا فاذنوا  
بحرب من الله و رسوله

(البقره : ۷۹ ۲۷۸)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ  
گیا ہے سود میں سے“ اگر تم ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے  
ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو، اللہ اور اس کے رسول کی  
طرف سے“



لعن رسول الله ﷺ اكل الربو و  
موكله و كاتبه و شاهديه و قال  
هم سواء

(صحيح مسلم ، باب الربو)

”رسول الله ﷺ نے سو لینے والے، سو دینے  
والے، سو لکھنے والے اور سو کے گواہوں پر لعنت فرمائی  
ہے اور فرمایا کہ وہ سب (اس جرم میں) برابر ہیں“



## کتاب الریو



اللہ تعالیٰ مالک الملک اور قادر مطلق ہے، اس نے بندوں کی بہتری کے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہیں وہ سراسر مبنی بر حکمت ہیں، اس نے ہمیں جو دین عطا فرمایا، اس میں امن و سلامتی، محبت و اخوت، عفو و درگزر اور ہمدردی و خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام ایسے عادلانہ معاشی و سماجی نظام کا تصور پیش کرتا ہے جو لوٹ مار، دھوکہ دہی اور ظلم و استحصال سے پاک ہو، اسلام کی منشا یہ ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہو اور یہ صرف چند ہاتھوں میں مرکز ہو کر نہ رہ جائے بلکہ صدقات و عطیات کی صورت میں دولت امیروں سے منتقل ہو کر غریبوں کی طرف آئے، اس کے برعکس ریو پر مبنی (سودی) نظام غریبوں سے دولت لوٹ کر امیروں کی تجوریاں بھرتا ہے۔

ریو کا معنی

ریو کا مادہ ”ر“ ب ”و“ ہے۔۔۔۔۔ یہ زیادتی، نمو، اضافہ، بڑھوتری،

بلندی اور چڑھائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔۔۔ شیخ ابوالبرکات نسفی  
علیہ الرحمہ (م 710 ھ) اس کا شرعی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

هو فضل مال خال عن العوض فی معاوضۃ مال بمال

(مدارک التنزیل، ج: 1، صفحہ: 107)

”بلا معاوضہ مال، مال پر زیادتی، ربو ہے“

یہ لفظ الف، واو اور یاء کے ساتھ ربا، ربو اور ربی تینوں طرح لکھا جا سکتا

ہے۔ ربا کی دو قسمیں ہیں:

(1) ربا النسیئہ

(2) ربا الفضل

ربا النسیئہ

سود کی یہ قسم قرض کی صورت میں تھی، امام فخرالدین رازی (م 606 ھ)  
نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

اما ربا النسیئۃ فهو الذی کان مشهورا فی الجاہلیۃ، و ذلک انہم کانو

یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شہر قدرا معینا، و یکون راس المال باقیبا، ثم

اذا حل الدین طالبو المدیون براس المال، فان تعذر علیہ الاداء زاد فی الحق و

الاجل، فهذا هو الربا الذی کانوا فی الجاہلیۃ یتعاملون بہ

(تفسیر کبیر، ج: 7، صفحہ: 91)

”ربا النسیئہ ایسا امر ہے جو زمانہ جاہلیت میں مشہور اور

متعارف تھا، اس کی صورت یہ ہوتی کہ لوگ کسی شخص کو اس شرط

پر قرض دیتے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ معین رقم ادا کرتا رہے گا“





جبکہ اصل رقم مقروض کے ذمہ واجب الادا رہے گی، مدت پوری ہو جانے کے بعد قرض خواہ، مقروض سے اصل زر کا مطالبہ کرتا جسے مقروض اگر ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت ادائیگی اور شرح سود میں اضافہ کر دیتا، زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ عام طور پر رائج اور متداول تھا (اور موجودہ دور کے سودی قرضوں کی زیادہ تر یہی صورت ہے)

ربا النسیئہ کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کی حرمت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔

### ربا الفضل

ہم جنس وزنی یا کیلی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ دست بدست اور نقد و نقد بیع کو ربا الفضل کہتے ہیں، مثلاً ایک صاع (ٹوپہ) گندم کو دو صاع گندم کے معاوضہ میں نقد فروخت کیا جائے۔۔۔۔۔ ربا الفضل کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں اور اس کی حرمت حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النہب بالنہب و الفضۃ بالفضۃ و البر بالبر و الشعیر بالشعیر و التمر بالتمر

و الملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یدا بیدا فاذا اختلفت هذه الاصناف

فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بیدا

(صحیح مسلم، جلد: 2، صفحہ: 25)

”سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی کے، گندم کو گندم کے، جو کو جو کے، کھجور کو کھجور کے اور نمک کو نمک کے



عوض برابر برابر اور دست بدست فروخت کرو اور اقسام مختلف ہوں  
تو جیسے چاہو بیع کرو (یعنی کمی بیشی کے ساتھ بیع کا اختیار ہے)  
بشرطیکہ دست بدست ہو“

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص  
نہیں بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے  
ساتھ بیع حرام ہے۔ البتہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کے بارے  
میں فقہاء کا اختلاف ہے، ملا جیون (م 1130ھ) لکھتے ہیں:

فعلل ابو حنیفۃ بالقدر و الجنس و الشافعی بالطعم و الثمنیۃ و مالک

بالاقتیبات و الادخار

(نور الانوار، صفحہ: 71)

”امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ) قدر (ماپ تول) اور  
جنس میں اتحاد کو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 204ھ) طعم (غذائیت)  
اور ثمنیت کو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ) غذائیت اور ذخیرہ کے  
قابل ہونے کو علت گردانتے ہیں“

احناف کے نزدیک چونکہ قدر و جنس کا اعتبار ہے، لہذا ہر وہ چیز جس کی  
بیع ماپنے یا تولنے سے ہوتی ہے، اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے  
ساتھ نقد بیع حرام ہوگی اور ادھار میں برابر برابر بھی حرام ہے۔ لہذا ایک  
صاع گندم کے بدلے دو صاع گندم کی بیع نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں  
ناجائز ہے اور ایک صاع گندم کی ایک صاع گندم کے ساتھ بیع نقد و نقد جائز  
اور ادھار میں حرام ہے۔ اگر قدر و جنس میں سے ایک وصف پائی جائے تو



تفاضل جائز اور ادھار ناجائز ہے، چنانچہ ایک صاع گندم کے بدلے دو صاع جو کا نقد لین دین کیا جا سکتا ہے اور ادھار میں منع ہے، کیونکہ گندم اور جو کا تعلق قدر (وزن و کیل) سے ہے مگر جنس مختلف ہے۔

یونہی ایک انڈے کے بدلے دو انڈوں کی بیع نقد جائز ہے اور ادھار منع، اس لئے کہ یہاں اتحاد جنس ہے مگر وصف قدر نہیں کیونکہ انڈے وزنی یا کیلی چیز نہیں بلکہ عددی ہیں۔

جہاں قدر اور جنس میں سے کوئی وصف بھی نہ پایا جائے، وہاں بیع میں تفاضل اور ادھار دونوں جائز ہیں، جیسے گھڑی کے عوض میں قلم کا سودا نقد و ادھار جائز ہے کہ ان کی جنس بھی مختلف ہے اور کیلی یا وزنی بھی نہیں۔

### حرمت ربو

ربو پہلی شریعتوں میں بھی حرام تھا، یہود میں سود کی عادت بد جڑ پکڑ چکی تھی جس کی وجہ سے وہ غضب الہی کے مستحق ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ اخذہم الربوا و قد نہوا عنہ و اکلمہم اموال الناس بالباطل و اعتدنا

○ للکفرین منهم عذابا الیما

(النساء: 4، آیت: 161)

”اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس سے منع کیے

گئے تھے اور اس بنا پر کہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے اور ان

میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“

یہود کی یہ رسم بد زمانہ جاہلیت میں عربوں میں بھی رائج ہو گئی۔ حضور

سید عالم ﷺ نے جہاں دیگر رسوم بد کا استیصال فرمایا، وہیں سود ایسے گھناؤنے کاروبار کی سختی سے ممانعت فرمائی۔

وہ معاشرہ جس میں سود کی وبا عام اور لوگ اس کے عادی مجرم بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے انسداد سود کے لئے شراب کی طرح بہ تدریج احکام نازل فرمائے

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورۃ روم میں سود پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا:

و ما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ و ما اتیتم من

زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون ○

(الروم: 39)

”اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا (ہی) رہے تو وہ اللہ کے حضور نہیں بڑھے گا اور تم جو زکوٰۃ (اور خیرات) دیتے ہو رضائے الہی کے طلب گار بن کر، پس یہی لوگ ہیں (جو اپنے مالوں کو) کٹی گنا کر لیتے ہیں“

یعنی سود سے جمع کردہ دولت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت نہیں، اس کے بعد مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا الریبواضعافا مضعفاً و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○

(آل عمران: 130)

”اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے

رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ“



اس آیت مبارکہ میں اس خرابی کی طرف اشارہ فرمایا کہ سود کی رقم دوگنی چوگنی ہو جاتی ہے، جس سے غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہو جاتے ہیں اور ایسا ظالمانہ استحصال اسلام سے میل نہیں کھاتا۔ اس سے اگلی آیت میں ”و اتقوا النار التي اعدت للكافرين“ ”کافروں کے لئے تیار کردہ آگ سے بچو“ فرما کر سود خوروں کو سخت تہدید فرمائی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

ہی اخوف ایہ فی القرآن حیث اوعد اللہ المنافقین بالنار المعدة للكافرين

ان يتقوه فی اجتناب محارمہ

(مدارک، جلد: 1، صفحہ: 141)

”یہ آیت، آیات قرآنی میں سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے، اس میں دوزخ سے، جو درحقیقت کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے، ان (عملی) منافقین کو بھی ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہیں بچتے“

اس کے بعد درج ذیل آیات میں سود کو دو ٹوک انداز میں حرام قرار دیا گیا:

الذین یا کلون الربو لا یقومون الا کما یقوم النی یتخبطہ الشیطن من المس  
ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا و احل اللہ البیع و حرم الربو فمن جاءہ  
موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف و امرہ الی اللہ و من عاد فاولئک اصحاب النار  
ہم فیہا یرسلون ○ یمحق اللہ الربو و یربی الصدقات و اللہ لا یحب کل کفار  
اثیم

(البقرہ: 275-276)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے چھو کر شیطان نے مجبوط الحواس بنا دیا ہو، یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے بیع تو سود ہی کی مانند ہے حالانکہ حلال فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو، پس جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے نصیحت آئی، پھر وہ (سود سے) باز آگیا تو جو پہلے لے چکا سو وہ لے چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود کھانے لگے وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“

ان آیات مبارکہ میں سود خوار کی شدید مذمت بیان فرمائی کہ وہ روزِ حشر مجبوط الحواس، جنون زدہ اور لڑکھڑاتے ہوں گے، ان آیات میں اس وقت کی سرمایہ دارانہ ذہنیت کے ایک باطل مزعومہ کا رد فرمایا، آج کے سود خواروں کا بھی یہی استدلال ہے کہ سود میں بھی بیع ہی کی طرح کا منافع ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہو۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ تصور سرے سے غلط، سراسر لغو اور باطل ہے کیونکہ بیع میں آدمی کی محنت، ذہانت اور سرمایہ خرچ ہونے کے ساتھ ساتھ تاجر کو منافع حاصل ہونے کا یقین نہیں ہوتا، اسے ہر لحظہ نقصان کا دھڑکا رہتا ہے، اس کے برعکس سود خوار مہاجن کو اصل زر محفوظ رہنے کے ساتھ ایک متعین رقم برابر ملتے رہنے کا کامل یقین ہوتا ہے، یہ زائد رقم مفت خوری کی بدترین شکل اور غریب، لاچار اور مظلوم لوگوں کے استحصال کے سوا اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔ تجارت میں گاہک طے شدہ قیمت، اپنی ضرورت اور رضامندی سے سودا خریدتا ہے، جبکہ سود میں ضرورت مند



کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔

### مفاسد سود

اللہ تعالیٰ نے سود کو یوں ہی حرام قرار نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ اس میں بے شمار مفاسد ہیں۔

☆ سود آدمی کو بے رحم بنا دیتا ہے، سود خوار کا مطمح نظر جلب زر اور طلب منفعت ہے، جس کی وجہ سے وہ بے مروت، شقی اور سنگدل بن کر غریبوں کی مجبوری سے نہایت بے رحمی کے ساتھ فائدہ اٹھاتا ہے اور بے ایمانی اور فریب دہی کے نت نئے طریقے ایجاد کرتا ہے۔

☆ سود خواری کی وجہ سے مال و زر کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ طمع، لالچ اور حرص میں اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ حلال و حرام کا امتیاز کھو بیٹھتا ہے۔

☆ سود خور خود غرضی، بخل، ظلم، شقاوت اور سنگدلی کا مرقع بن جاتا ہے، وہ معاشرہ میں امداد باہمی اور ہمدردی و خیرخواہی کی صفات سے محروم ہو جاتا ہے، بلا محنت و مشقت مال ہاتھ آجانے کی وجہ سے اس کے نفس میں دناعت و زرپرستی کی ہوس غالب ہو جاتی ہے اور وہ ذاتی مفادات کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر قدم اسلام کی منشا کے خلاف اٹھتا ہے۔

سود کے ایسے ہی مفاسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا اعلان انتہائی تہدید آمیز الفاظ میں کیا، ارشاد فرمایا:

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و ذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مومنين ○ فان



لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله و ان تبتم فلکم رعوس اموالکم لا تظلمون

○ ولا تظلمون

(البقرہ: 79 - 278)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود میں سے اگر تم (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قدر شدید تہدید کسی اور گناہ کے بارے میں نہیں فرمائی، اس واضح تنبیہ کے بعد بھی جو باز نہ آئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

حرمت سود پر احادیث مبارکہ بڑی کثرت سے وارد ہیں۔

ظاہر ہے یہ شدید وعید اور حرمت سود کا شرعی حکم صرف ایسے کاروبار کے لئے ہے جس پر سود کا اطلاق ہوتا ہو۔

شریعت مطہرہ نے جہاں سود کو حرام قرار دیا وہاں تجارت اور جائز طریقہ سے نفع کمانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔۔۔۔۔ سود کی لعنت سے بچنے اور جائز منافع کی ایک بہترین صورت مضاربت ہے، جس کی شرعا اجازت دی گئی ہے۔

مضاربت میں ایک شخص کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرا شخص اس پر محنت کرتا ہے، نفع میں آدھے یا تہائی حصہ کا معاہدہ کر لیا جائے تو یہ منافع جائز اور





حلال ہو گا۔۔۔۔۔ اس صورت میں جتنا منافع ہو گا اسی تناسب سے سرمایہ خرچ کرنے والے کو حصہ ملے گا۔ بنک بجائے سود کے مضاربت کا طریقہ رائج کرے تو سود کی لعنت سے بچا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الربو انتہائی مختصر ہے، اس میں صرف تین استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

جس معاشرے کی انفرادی و اجتماعی معیشت کا تمام تر انحصار سود پر ہو اور صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے بھی اس مصیبت سے بچ نکلنا نہایت مشکل ہو چکا ہو، ایسے معاشرے کے افراد میں سودی معاملات کا فہم حاصل کرنے کا جذبہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر استفتاءات بہت کم موصول ہوئے ہیں۔

(مرتب)



# کتاب السنن

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ کیا غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لئے سود دینا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت انگلینڈ میں آباد لاکھوں مسلمانوں کو یہ مسئلہ درجہ ذیل صورتوں میں درپیش ہے :

۱۔ ہر ایک مسجد کمیٹی مسلم ویلفیئر کمیٹی یا مسلم فیونڈ (کفن و دفن کمیٹی وغیرہ) اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے متعلقہ ارکان سے چندہ اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کرتے ہیں اور حفاظت کی خاطر بینک میں رکھتے ہیں، بینک اس رقم پر سود دیتا ہے جو اس رقم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مزدوری پیشہ لوگ اپنے پس انداز اثاثے بنکوں میں جمع کراتے ہیں اور بینک اس میں قانون کے مطابق سود کا اضافہ کرتا ہے۔

۳۔ بعض اشخاص کئی ضرورتوں کے لئے بینک یا فنانس کمپنیوں سے قرضے لیتے ہیں

اور بنک اس قرض پر سود وصول کرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا معاملہ تو بہت سنگین ہے یعنی رہائشی مکانوں کی خریداری، یہاں مکان اتنے مہنگے

ہیں کہ کوئی بھی شخص پہلی بار رہائش کے لئے مکان نہیں خرید سکتا لہذا اسے بنک فنانس

سوسائٹی سے پانچ دس یا پندرہ سال کے لئے قسطوں پر قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے جسے

مارگج کہتے ہیں۔ اس قرضہ پر بنک یا فنانس سوسائٹی سود وصول کرتی ہے حتیٰ کہ کسی مسجد کی ٹیلیاں

بھی نماز روزہ کے لئے کوئی عمارت برائے مسجد خریدنا چاہیں اور اپنے ارکان و دیگر امدادی

اجباب کے تعاون کے باوجود مطلوبہ رقم مہیا نہیں کر سکتیں تو مجبوراً بنک کی طرف رخ کرتی

ہیں اور مارگج کے مرحلہ سے گزرتی ہیں یعنی متعلقہ عمارت کے کاغذات بنک میں رکھ کر

مطلوبہ رقم حاصل کرتے ہیں اور اس پر سود ادا کرتے ہیں۔

۵۔ کچھ عرصہ سے پاکستانی بنکوں نے بھی اپنی شاخیں قائم کی ہیں۔

اگر تو سود بہر حال میں ناجائز ہے پھر تو مسلم، اگر غیر مسلم بنک سے جائز ہے تو مسلم بنک

یا کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر اس کے لئے بھی وہی حکم ہے تو فیہما بصوت دیگر

مسلمان سود وغیرہ کی جائز سہولت کے پیش نظر پاکستانی بنک سے لین دین نہ رکھیں تو قومی

ملکی مفاد پر اثر پڑتا ہے۔

۶۔ انٹرنیشنل جو سود اور جو اکی ترقی یافتہ صورت ہے غیر مسلم ممالک میں بھی کیا اس کے دارالاسلام

والے ہی احکام ہیں یا دارالحرب میں کچھ گنجائش ہے اور مسلمان اپنے مال اولاد کے

حفظ یا تقدم کے تحت غیر مسلم ممالک میں انٹرنیشنل کر سکتے ہیں۔

امید واثق ہے کہ آپ ائمہ اربعہ کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرما کر اجر کے مستحق ہونگا

(نوٹ) استفتاء ہذا لندن سے بواسطہ حضرت مولانا علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہم بھیرہ شریف



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ



مالِ حربی غیر معصوم مباح ہے، جب کلم اس پر غدر و خیانت کے سوا اس کی رضا سے قبضہ کر لے تو مالک ہو جاتا ہے لہذا اس میں رُبُو جاری ہی نہیں ہوتی۔ بدائع صنائع ج ۵ ص ۱۹۲ میں ہے فمنہا ان یكون البدلان معصومین فان كان احدهما غیر معصوم یتحقق الربو عندنا (الی ان قال) وعلى هذا الاصل یخرج ما اذا دخل مسلم دار الحرب تاجرا فباع درهما بدرهمین (الی ان قال) یتیحون عند ابی حنیفة و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز اسی میں ہے ولہما ان مال الحربی لیس بمعصوم بل هو مباح فی نفسہ لان المسلم المستامن منع من تملکہ من غیر رضاه لسا فیہ من الغدر والخیانت الخ اور یونہی قدوری اور اس کی شرح الجوہرۃ النیرہ ج ۱ ص ۲۶۲ میں ہے بتقریر حسن جدا اور یونہی تنویر الابصار، در المختار، طحطاوی علی الدر ج ۳ ص ۱۱۲ میں ہے، طحطاوی کے لفظ یہ ہیں وقد تقدم ان شرط الربو عصمة لبدلین جمیعاً اور یوں ہی ہدایہ اور اس کی شرح عینی ج ۳ ص ۱۶۵ میں ہے اور فتح القدر و عنایہ ج ۶ ص ۱۷۸ میں بھی اور یونہی غرر الاحکام مع شرح در الاحکام ج ۲ ص ۱۸۹

میں ہے اور مبسوط ج ۱۲ ص ۵۶ اور ہندیہ ج ۳ ص ۶۲ وغیرہ میں یوں ہی ہے۔  
 یعنی علی الہدایہ اور فتح القدریہ مبسوط وغیرہ میں حدیث مرسل ہے والنظم  
 للسرخی علی الرحمتہ ذکر عن مکحول عن رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم قال لا ربو بین المسلمین و بین اهل الحرب  
 وهذا الحدیث ان کان مرسلًا فمکحول فقیہ ثقتہ والمرسل من  
 مثله مقبول وهو دلیل لابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ حالانکہ  
 جب کوئی مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ تصحیح حدیث ہے کما فی کشف الغمہ  
 والشامی ج ۲ ص ۵۱ والنظم ان المجتہد اذا استدلل بحدیث  
 کان تصحیح حال کما فی التحریر وغیرہ اور اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں  
 مسلمان کو نفع پہنچے یا حربی کو، چنانچہ مبسوط ج ۱۲ ص ۵۹، فتح القدریہ اور عنایہ ج ۶ ص ۱۷۸،  
 طحاوی علی الدر ج ۳ ص ۱۱۲ میں ہے والنظم من المبسوط ویستوی ان کان  
 المسلم اخذ الدرہمین بالدرہم او الدرہم بالدرہمین  
 لانه طیب نفس الکافر بما اعطاه قل ذلك او کثر و اخذ  
 مالہ بطریق الاباحتہ کما قررناہ۔



۱۲ تک کے جوابات واضح ہو گئے اور ۶ کا یہی جواب ہو گیا کہ یہ سب سود  
 نہیں اور جائز ہے، باقی ۵ کا معاملہ ذرا سنگین ہے مگر چونکہ اب پاکستانی بینک بھی سود نہیں  
 کہتے بلکہ منافع کے نام سے دیتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے  
 گو فاسد ہی ہو تو قبضے سے ملک ثابت ہو جاتا ہے اور پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوتے  
 غیر مسلم بینکوں کی طرف میلان قومی اور ملکی وقار سخت مجروح ہوتا ہے جو اس سے بھی بُرا ہے  
 بہر حال مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کی بنا پر ہے حالانکہ مبسوط ج ۱۲ ص ۵۸، ۵۹

میں ہے ان فعل المسلم يجب حملہ علی احسن الوجوه ما امکان  
شامی ج ۳ ص ۳۶۳ میں ہے حمل احوال المسلمین علی الصلاح واجب  
اور ارشاد رب العالمین ہے ان بعض الظن اثم وقد جاء النهی فی  
الاحادیث المبارکة عن الظن السوء۔

والله تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاكرم  
والصاحب وصحبه وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۲۲-۵-۸۰



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید نے چند  
دوکانیں کرایہ پر دینے کے لئے تعمیر کرائیں، اب کرایہ ماہوار کے علاوہ کرایہ داروں سے  
ایک ایک لاکھ روپے بطور پگڑی وصول کرتا ہے اور کرایہ نامہ یا زبانی ان سے یہ طے کرتا ہے  
کہ جب وہ دکان چھوڑیں گے اور دوسرا کرایہ دار جو وہاں آئے گا، لاکھ روپے سے  
جتنا زائد بطور پگڑی دے گا اس زائد رقم کا ۲۵ فیصد مالک دکان یعنی زید لے گا۔  
قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں یہ پگڑی والی رقم اور زائد رقم

بگڑی کا ۲۵ فیصد شرعاً جائز ہے یا حرام؟  
 رشید احمد نوری مینجر تاج منشن، لاہور



اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے۔ استعمال کرنے والے پر کوئی گرفت نہیں کہ ایسی شے ہے ہی معاف۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرما دیا ہے عَفَا اللَّهُ عَنْهَا (سورۃ المائدہ) (ترجمہ) اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔

مضمیموں اور آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھو فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۲۵۲ اور جب یہ عرف خاص ہے یعنی کرایہ پر دکانیں اٹھتی ہیں اور لوگوں کو معلوم ہے تو اسلئے بھی جائز ہے کہ اہل اسلام کا عرف یعنی رواج معتبر ہے، دیکھو فتاویٰ نوریہ میں اس کی تفصیل۔ بہر حال یہ عامیہ خیال ہے کہ ایسے معاملات میں لوگ اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر اتنا بوجھ ہے حالانکہ کرایہ داروں کو بھی کافی منافع ہوتا ہے تب ہی تو وہ خرچ کر دیتے ہیں۔



محرر مذہب حنفیہ امام محمد شاگرد امام اعظم علیہما الرحمہ فرماتے ہیں قال  
 محمداً و ب ما خذ ما لم تعرف شیئاً حراماً بعینہ

وهو قول ابي حنيفة واصحابه كذا في الظهيرية -

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى عليه وسلم -

عزوه الفقير البواكير محمد نور الله النعمي غفر له

٤ جمادى الاخرى سنة ١٢٠٢ هـ مطابق ٨٢-٣-٢٢

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں  
ایک شخص نے بغرض تجارت ۱۰۰ افراد سے دو لاکھ روپیہ اس شرط پر قرض لیا  
کہ ایک ماہ بعد واپس کر دے گا اور بچا س ہزار روپیہ بطولہ العام ۱۰ افراد کو  
قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر دے گا، جس کا نام نکل آئے، تجارت میں نفع یا  
نقصان میرا، قرعہ اندازی میں ان افراد کے نام نکلے جن کے صرف ۱۰۰ یا ۱۰ ہزار  
روپیہ قرض دیا تھا، ان کو یہ انعام حلال ہے یا حرام ہے

محمد رفیق قاضی ۵۲۸، ریلوے پولیس لائن لاہور



انا للہ وانا الیہ راجعون، عجب وقت ہے، جیلے بہانوں سے حرام کھانے



کی کوشش، حضور پاک نے فرمایا تھا کہ نام بدل کر شراب استعمال ہوگی اوکسا  
قال، یہ کیا انعام ہے، سیدھا سود کہیں، پھر قرعہ اندازی کہیں، بالکل پرہیز  
کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ

و بارک وسلم۔

مترجم الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹۰۱۰۸۰



فن

و ان كنتم على سفر و لم تجدوا  
كاتبا فرهن مقبوضة

(البقره : ۲۸۳)

”اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز  
گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“



ان النبی ﷺ اشتری طعاما من رجل  
یهودی الی اجل و رهنه درعا من  
حدید

صحیح بخاری  
باب شری النبی ﷺ بالنسیئة

”نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی  
لوہے کی زرہ گروی رکھ کر اس سے ادھار غلہ خریدا“



## کتاب الرہن

گروی رکھنے کو عربی میں رہن کہتے ہیں۔ امام برہان الدین المرغینانی علیہ الرحمہ (م 593ھ) رہن کا لغوی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

حبس الشئى باى سبب کان (ہدایہ)

”چیز کو روک لینا‘ سبب خواہ کوئی بھی ہو“

اصطلاح شریعت میں رہن (گروی رکھنا) یہ ہے کہ کسی کے مال کو اپنے پاس اس لئے روک لینا تاکہ اس کے ذریعے اپنے حق کو کلی یا جزوی طور پر وصول کر سکے۔

گویا رہن کا مقصد یہ ہے کہ قرض لینے والا جب قرض دہندہ کے پاس اپنا مال گروی رکھ دے گا تو اسے یقین ہو گا کہ مجھے قرض واپس مل جائے گا اور رقم ضائع نہیں ہوگی۔

گروی رکھنے کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کتابا فرهن مقبوضۃ

(البقرہ: 283)



”اور اگر تم سفر میں ہو اور تحریر کنندہ موجود نہ ہو تو کوئی چیز

گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“

اس آیت مبارکہ میں بحالت سفر گروی رکھنے کا بیان ہے، جب کہ حضر

میں رہن کا جواز حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ ام المومنین سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

لقد رهن النبي صلى الله عليه وسلم درعاً له بالمدينة عند يهودى و اخذ منه

شعيراً لاهله

(بخاری، جلد: 1، صفحہ: 278)

”نبی کریم ﷺ نے مدینہ پاک میں ایک یہودی کے پاس

اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے اہل خانہ کے لئے جو قرض  
لئے“

قرض کے بدلے اپنی کوئی چیز گروی رکھنے والے کو ”راہن“ اور جس

کے پاس سامان گروی رکھا جائے اسے ”مرتن“ کہتے ہیں، جب کہ گروی

رکھی گئی چیز کو ”مرہون“ اور کبھی ”رہن“ بھی کہہ دیتے ہیں۔

مرہون (گروی رکھی گئی چیز مثلاً زمین، جانور وغیرہ) سے مرتن کو نفع

حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کھیتی باڑی کرے یا جانور پر سوار ہو، دودھ

وغیرہ استعمال کرے یا کسی بھی صورت میں نفع اٹھائے گا تو وہ ناجائز اور سود

کے زمرہ میں شمار ہو گا۔

گروی چیز اگر مرتن سے ضائع ہو جائے، اس کی مالیت قرض جتنی ہے تو

حساب برابر ہو گیا۔ اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہے تو قرض ساقط ہو گیا اور مرہن، راہن کو کچھ نہیں دے گا کہ قرض سے زائد مالیت امانت تھی جس کے ضیاع کی کوئی ضمانت نہیں اور اگر گروی چیز کی قیمت قرض سے کم ہو مثلاً یہ چیز پانچ صد روپے کی ہو اور قرض ایک ہزار روپے تھا تو پانچ صد ساقط ہو گئے بقایا پانچ صد روپے گروی رکھنے والا (راہن) مقروض شخص، مرہن (قرض دہندہ) کو ادا کرے گا۔

کتاب الرہن میں تین استفتاءات کے جوابات ہیں۔

(مرتب)



# کتاب الزہد

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے زمین خریدنے کے لئے بکر سے آٹھ ہزار روپیہ مانگا تو بکر نے روپیہ اس شرط پر دیا کہ رقم کی ادائیگی تک زمین میرے قبضہ میں رہے اور حبلہ آمدنی بھی میری ہی ہوگی جب رقم ادا کی گئی تو زمین واپس دے دوں گا مگر وہ آمدنی اس رقم میں شمار نہ کی جائے گی تو کیا بکر کی یہ شرط درست ہے اور آمدنی بغیر عوض کے لے سکتا ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔

نیز آیات و حدیث و فقہ سے جواب درست فرمایا جاوے۔

سائل: مولوی غلام حسین چک ۱۸/۱۲ سنگو کا ضلع منٹگری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الثَّوْبَ وَالضَّوْبَ

بکرنے آٹھ ہزار قرض کے عوض آٹھ ہزار لینا کھڑا یا اور زمین کی آمدنی مدت  
 مجبور تک بھی مزید برہاں یعنی شرط کی اور یہ صراحتاً سود ہے کہ شریعت نگران کا سلمہ  
 قاعدہ ہے کہ ایسا قرض جس میں مقرر قرض کی منفعت مشروط ہو رہے ہے تفسیر غازی  
 ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۳۴ میں ہے  
 کل قرض جبر منفعة فهو ربا و مثله فی المبسوط للامام شمس الامنة  
 السرخسی ج ۱ ص ۳۵ والدر المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲  
 نیز شامی ج ۲ ص ۲۲۲، شامی ج ۵ ص ۲۲۴ میں جو اہر الفتاویٰ سے ہے اذا كان  
 مشروطا صار قرضا فیہ منفعة و هو ربا، فتح القدر ج ۶ ص ۱۴۶ میں  
 القرض بالشرط حرام، مبسوط ج ۱ ص ۳۵، ہدایہ مطبوع مع الفتح ج ۶ ص ۳۵۶  
 فتاویٰ خیر پور میں و النظر من الخیرية وقد نهى عن كل قرض جبر  
 منفعة فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد فی کتاب الصرف ان  
 ابا حنیفة کان یکرہ کل قرض جبر منفعة، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰ میں  
 حضرت ابن سیرین سے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ روپے قرض دئے  
 اس شرط پر کہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ



صحابی نے فرمایا ما اصاب من ظہرہ فہو بآس پر جو سواری کرے وہ سود ہے  
 موطا امام مالک ص ۲۸۳ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا  
 وان کان قبضۃ من علف فہو سربا کہ اگر چھ مٹھی بھر گھاس ہو تو وہ بھی سود  
 ہے، سنن بیہقی کے اسی صفحہ پر حضرت فضالہ بن عبدیہ صحابی سے ہے کہ آپ نے  
 نے فرمایا کل قرص جرم منفعۃ فہو وجہ من وجوۃ الربوا، سنن بیہقی  
 ج ۶ ص ۳۸ میں حضرت ابراہیم تابعی سے ہے کہ سلف صاحبین (جو سادات  
 تابعین اور صحابہ کرام تھے) رمن سے ذرہ بھر نفع اٹھانے کو بھی ضرور ضرور برا جانتے  
 تھے ان کا نوالیکر ہون ان یستمتعوا من الرهن بشیء، اسی صفحہ پر  
 امام شافعی کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں لیس للسر تہن منها شیء اور ایسے ہی  
 ص ۳۹ میں حضرت معاذ بن جبل صحابی اور شعبی تابعی سے ہے اور حضرت  
 شریح جلیل القدر تابعی اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی نے اس کا نام سو رکھا  
 حضرت شریح کا ذکر ان الفاظ میں ہے سئل شریح عن رجل رتہن  
 بقرة فشرب من لبنها قال ذلك شرب الربوا اور حضرت ابن مسعود کا  
 فتویٰ کنز العمال ج ۳ ص ۲۲۸ میں بھی مذکور ہے برمز عب والنظم حباء  
 رجل الی ابن مسعود فقال ان رجلا رتہنی فرسا فرکتہا قال  
 ما اصبحت ظہرہا فہو سرب اور سود سخت ترین حرام ہے اور بدترین کام  
 قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اور بجزرت احادیث شریفہ اور اجماع امت و جمیع مکہ  
 اور قیاس شرعی سے خباثت سود اور شقاوت سود خوار ثابت، قرآن کریم کی صرف  
 ایک آیت پاک سنئے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذر ما بقی  
 من الربوا ان کنتم مؤمنین وان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من



اللہ ورسولہ" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے  
 سود، اگر تم مسلمان ہو، پھر اگر ایسا نہ ہو تو یقین کرو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا،  
 اور صرف ایک حدیث شریف بھی نہیں، مشکوٰۃ شریف<sup>۲۲۶</sup> میں بروایت ابن ماجہ وبقی  
 فی شعب الایمان سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا الربوا سبعون جزءاً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ  
 یعنی سود کے ستر ٹکڑے ہیں، ان ستر کا سب سے ہلکا یہ ہے کہ مرد اپنی ماں کے ساتھ  
 مجامعت کرے، اعادنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

فتویٰ کو ذرا طول اس وجہ سے دیا کہ آج یہ وبائے عام واقع ہے کہ  
 لوگ ایسی صورتوں کو رہن کا نام دے کر اس خالص سود کو شیر مادر تصور  
 کئے ہوتے ہیں حالانکہ ہمارے حضرات فقہائے کرام  
 نے ایسی صورتوں کو اجارہ فاسد کے مرتبہ میں قرار دیا کہ اگر نفع اٹھائے تو  
 اجر لازم اور رہن نہ ہوگا، شامی ج ۵ ص ۲۲۰ میں ہے قال فی التتارخانیۃ  
 مانصہ و لو استقرض دسراہم وسلم حماسرا الی المقرض  
 یتعملہ الی شہرین حتی یوفیہ ذینہ او داسرا یتکفہا فہو  
 بمنزلۃ الاجارۃ الفاسدۃ ان استعملہ فعلیہ اجر مثله  
 ولا یكون رہنا اور ایسے ہی ص ۵۳ میں ہے مع نما زیادۃ التعلیل  
 لان المستقرض انما اسکنہ فی دارۃ عوضا عن منفعة القرض  
 لا مجانا، بلکہ یہ لزوم اجر مثل حدیث شریف سے مستفاد ہے، کنز العمال ج ۳  
 ص ۲۲۸، ۲۲۷ میں برمز طب حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے  
 من رہن ارضاً بدين علیہ فانہ یقضى من ثمرتها ما فضل



بعد نفقتا یقضى ذلك من دینه ذلك الذى عليه بعد ان یحسب  
لصاحبها الذى هی عندہ عملہ ونفقتہ بالعدل الحاصل  
اجر مثل دے کر جان چھڑائے اگر کچھ نفع اٹھا چکا ہے تو اور اگر ابھی تک نفع نہیں  
اٹھا چکا تو شرط کو اٹھا کر معاملہ نیک کر لے ورنہ زمرہ سود خواراں میں داخل اور وعید  
عذاب پر پورا خواراں اُسے شامل ہوگا، وما علینا الا البلاغ لیسین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ وسلم۔  
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین النعمی نصرہ ربہ القوی

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ

الجواب صحیح

نصیر الدین، رکن پورہ



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید نے  
بکر سے مبلغ بیس روپے بطور قرضہ طلب کیا کہ مجھے بیس روپے کی ضرورت ہے، مجھے  
بکر نے کہا کہ کل تم کو دوں گا اور وعدہ اس وقت ادا کیگی قرض کا ایک ماہ کا دونوں  
فریقوں نے مقرر کیا۔

دوسرے روز زید نے اپنے لڑکے کی بیوی کو کہا کہ بکر سے میں نے مبلغ بیس روپے قرض لینا کیا ہے، تم بکر سے لے آنا۔ دوسرے روز وہ عورت بکر سے روپیہ لینے کی غرض سے گئی تو بکر نے کہا مجھ کو کوئی چیز اعتبار وصولی روپیہ کیلئے دے دو جو میرے پاس رہے گی، جس وقت روپیہ ادا کر دو گے اس وقت روپیہ وصول کر کے تمہاری چیز واپس کر دوں گا۔ اس وقت عورت نے کان سے والیاں سونا کی جو کہ ایک تولہ تین ماشہ تین رتی زید بیان کرتا ہے کہ بکر کو دی گئی اور بیس روپے وہ عورت لے گئی۔

بکر کا گھر اس شہر میں نہیں ہے، مال لے کر اپنے رشتہ دار کے پاس آیا ہوا تھا، جب تقریباً بیس یوم گزرے تو بکر نے زید کو کہا کہ میں اب واپس اپنے گھر جانا ہوں تم روپیہ دے دو اور مال اپنا لے لو ورنہ تم کو میرے گھر جانا پڑے گا اور مال اس جگہ ملے گا۔ زید نے کہا کہ ابھی وعدہ میں تقریباً دس روز رہتے ہیں، میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے میں تمہارے گھر سے لے آؤں گا اور روپیہ بھی وہاں دے دوں گا۔

ابھی پہلے وعدہ ایک ماہ سے دو تین روز کم تھے کہ بکر جس گھر میں رہتا تھا اس گھر کو چوروں نے پھلی طرف سے نقب لگا کر مال چوری کر لیا، مالک مکان کل گھر نہ تھا۔ بکر کا بیان ہے کہ اس کو ٹھہ کے دروازہ کے آگے اس رات پانچ آدمیوں مرد و زن کی چار پائیاں تھیں جو سوتے سوتے تھے، ایک بکر اور ایک آدمی اور تھا اور تین عورتیں تھیں اور وہ والیاں جو کہ زید کی تھیں اس کو ٹھہ کے اندر صندوق تھا اس میں دوسرا مال مالک مکان کا تھا اور وہ والیاں زید کی اور پندرہ روپے میرے تھے، اس صندوق میں ڈبہ میں رکھی ہوئی تھیں، وہ سب مال چوروں نے



چوری کر لیا۔

علیٰ صبح دروازہ کھولنے پر لقب لگی ہوئی پچھلی طرف معلوم ہوئی، سرخ باری ہوئی، مالک مکان بھی بعد میں آگیا۔ بکر اور مالک کا رشتہ، بکر کی ہمیشہ مالک مکان کی منکوحمہ ہے اور مالک مکان کی ہمیشہ بکر کی منکوحمہ ہے اور بکر بیان کرتا ہے کہ وہ والیاں میں جس وقت زید کو کھاتا تھا لے کر اپنے گھر چلا گیا تھا، واپس آکر اس صندوق میں رکھ دی تھیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے وہ والیاں جو کہ چوری ہوئی ہیں۔ زید بکر لے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جو صورت ہو بیان فرمادیں، جس کو ٹھہ میں سے چوری ہوئی ہے اس پچھلی طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔

مستفتی سے چند امور کا استفسار کیا تو حسب ذیل جواب دیا :-

۱۔ وہ والیاں زید کے لڑکے کی بیوی کے ملک تھیں۔

۲۔ راہنہ نے زید کی اجازت کے سوار ہن رکھی تھیں۔

۳۔ بکر نے دونوں باران والیوں کو زید و راہنہ کی اجازت کے سوا اپنے رشتہ دار

کے گھر رکھیں تھیں، ہاں زید و راہنہ کو یہ معلوم تھا کہ بکر رشتہ دار کے گھر

ایا ہوا ہے لہذا غالباً انہی کے گھر رکھے گا اور بکر نے دونوں بار مالک

مکان کی اجازت سے اسکی بیوی یعنی اپنی ہمیشہ کو والیاں دیں کہ رکھ دو۔

۴۔ بکر کے اس قول پر کہ والیاں چوری ہو گئی ہیں، زید و راہنہ دونوں

شک کرتے ہیں۔

۵۔ اس عورت نے وہ قرض زید کے لئے مانگا اور کہا تھا کہ قرض جو زید مانگ گیا ہے



میں لینے کے لئے آئی ہوں اور والیاں اپنی طرف یا زید کی طرف سے رہن رکھنے کا خیال نہیں کیا، غصہ سے جلدی جلدی بلا سوچے سمجھے بکر کو کہا کہ لو وہ والیاں بکڑ اور قرض دو۔

السائل: محمد رمضان نوری، محقق خطیب، تہ تصلح منہجی



از روئے مذہبِ مہذبِ حنفیہ وہ طلائی بالیاں رہن لیں، رہن ہونے کے لئے مستقرض کا ملک شرط نہیں اور نہ اجازت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۸ میں ہے فرہن اجنبی بالالف عبد ابغیر امر المطلوب الی ان قالوا فهو جائز خصوصاً یہ صورت کہ راہنہ زید کی نہایت قریب اور پھر وکیل برائے قبض قرض بھی ہے اور لفظ رہن بھی شرط نہیں۔ ج ۲ ص ۱۲۸ میں ہے اما لفظ الرهن فلیست بشرط۔ وہ کوٹھ محل حفاظت ہے پیچھے سے خالی تھا تو دروازے پر پانچ آدمی تھے۔ بکر کا بہنوئی کی اجازت سے بہن کے پاس رکھنا تعدی اور خیانت نہیں جبکہ انہیں قابل اعتبار جانتا ہے اور اپنا مال بھی ان کے پاس لغرض



حفاظت رکھتے ہیں۔

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے: اودفع الی امین من امناتہ من  
یشق بہ فی مالہ ولیس فی عیالہ انہ لایضمن لانی لہما  
کان موثوقاً بہ فی مالہ فکذا فی الودیعة شرقاہ وعلیہ  
الفتویٰ کذا فی النہایة۔ خصوصاً جبکہ بکر و راہنہ کو قرآن سے معلوم تھا کہ  
غالباً انہی کے پاس رکھے گا اور پھر چپ رہے و السکوت فی معرض  
البیان بیان بلکہ ظاہر سوال تو یہ ہے کہ ان دنوں میں بکر کی عارضی سکونت اسی  
مکان میں تھی ان کے ساتھ رہتا تھا تو وہ مکان حکماً اس کا اپنا مکان مشترک بنا  
اور وہ دونوں من فی عیالہ۔ اصطلاحاً داخل ہوتے۔

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے و العبرة فی ہذا الباب للمساکنۃ  
اور ج ۳ ص ۲۶۴ میں ہے فان کان اتخذ دار اللسکنی بای طریق  
کان تو ایداع عند الاجنبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا اپنے ساتھ لے جانا پھر واپس لانا  
تو وہ بھی قابل اعتراض نہیں۔

ج ۳ ص ۲۶۵ میں ہے اذا الحرعین مکان الحفظ او لمینہ  
عن الاخراج نصاب امرہ بالحفظ مطلقاً فاسافر بہا الی ان  
قالوا ہوان کان الطريق امناً ولا حمل لہا ولا موتة لایضمن  
بالاجماع بلکہ یہ لے جانا اور لانا اٹے دلیل احتیاط و تحفظ خاص ہے کہ لایضمن  
پس اندریں حالات رہن چوری ہو گیا تو بکر کا قرض ساقط ہو گیا کہ رہن ساقط ہو گیا کہ  
رہن اس لئے مانگا اور رکھا تھا کہ قرض ادا نہ کرنے کا خطرہ نہ رہے کہ ادا نہ کرنے کی صورت  
میں اس سے پورا کر لے گا اور یہ اسے منظور تھا۔





ج ۲ ص ۱۵۶ میں ہے و ان كانت قيمة اكثر من الدين  
سقط الدين اور چونکہ معاوضہ رہن میں ساقط ہوا تو راہنہ کا حق ہو گیا کہ زید سے  
وصول کرے اور قرض سے زائد مالیت رہن کا حصہ بلا معاوضہ ضائع ہو گیا، اس کا  
مطالبہ راہنہ کسی سے نہیں کر سکتی بجز اس لئے کہ زائد حصہ کے حق میں امین محض تھا۔  
ج ۲ ص ۱۶۲ میں ہے اعلم بان عين الرهن امانة في يد المرتهن  
بمنزلة اوديعة ففي كل موضع لو فعل المودع بالوديعة  
لا يفرم فكذلك اذا فعل المرتهن ذلك بالرهن لا يفرم او  
زيد سے اس لئے نہیں کر سکتی کہ اس کے امر و اذن سے نہیں رکھا بلکہ اپنے راوے سے  
رکھا و لا لزوم الا بالالتزام ہاں زید کو چاہئے کہ اس بیچاری کا نقصان  
پورا کر دے اور احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے البتہ اگر راہنہ بجز کی تصدیق سے  
نہیں کرتی تو حلف مانگ سکتی ہے اور اگر حلف سے انکار کرے تو اس کے پاس ہونا  
ثابت ہو جائے گا (وعلى هذا التقدير ان اختلفا في وزن القطين  
فليست مرة اخرى)

ج ۳ ص ۲۷۲ میں ہے رجل اودع رجلا عينا فادعى المستودع  
هلاکها وكذب المودع و اراد تحليف فنكل عن اليمين  
فنكول عن اليمين يكون اقرارا ببقاء العين الخ  
والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب وآل  
واصحابه و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ کھنفی قادری ایبھی البصیر فوری غفرلہ

۱۰ رجب ۱۳۷۳ھ ۱۶۵۲

# الاستفتاء

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک سید صاحب غریب تھے اور بکریاں پالتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالدار کر دیا اور لوگ ان سے قرضہ لینے کے ساتھ اور زیورات بطور رہن رکھ دیں، اتفاقاً ڈاکوؤں نے شاہ صاحب پر ڈاکہ ڈالا اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے ہوئے شاہ صاحب کا ذاتی روپیہ وغیرہ بھی لے گئے اور وہ رہن رکھے ہوئے زیورات بھی لے گئے۔ شاہ صاحب نے مقدمہ کیا مگر کچھ دے لیکر چھوٹ گئے۔ اب وہ رہن رکھنے والے زمیندار شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں کہ ہمارے زیورات دو اور قرضہ واپس لو تو شاہ صاحب بیچارے کہاں سے دیں؟ اب وہ محض فقیر ہیں۔

شرع شریف سے اس کا کیا حل ہے حالانکہ رہن رکھنے والے لوگ قریب جوار میں تھے اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے رہے مگر کسی نے شاہ صاحب کی امداد نہ کی سب کو پتہ ہے کہ ڈاکو پڑ گئے اور مال لوٹ لے گئے مگر وہ زمیندار طوطی پر شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی سے جواب دیں۔

بینوا توجروا

السائل: سیدلال شاہ صاحب ولد حسن شاہ صاحب موضع بنگلہ بلوچ نزد مخین آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الثَّوَابَ وَالصَّوَابَ

منافع پر قرضہ سود کی صورت اور سود واجب الادا نہیں ہاں اصل قرض واجب الادا ہے کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف اور گروہی لکھا ہوا زیور وغیرہ چونکہ قرض کے عوض ہے لہذا اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں اگر زیور قرض کا ہم قیمت ہے تو قرض بھی گیا اور زیور بھی گیا اور اگر قرض سے کم قیمت کا ہے تو وہ کمی واجب الادا ہے مثلاً قرض دس ہزار ہے اور زیور نو ہزار کا ہے تو ایک ہزار اصلی قرض واجب الادا ہے اور اگر زیور کی قیمت زیادہ ہے مثلاً قرض دس ہزار کے بدلے جو زیور دس ہزار ہے تو یہ ایک ہزار زائد امانت ہے تو یہ ساقط ہو گیا۔



ہدایہ ج ۲ ص ۵۱۸، کنز الدقائق ص ۳۶۰، قدوری ص ۱۰۳، درر غرہ ج ۲ ص ۲۲۹،  
 فتاویٰ سرسبز ص ۱۳۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار شامی  
 ج ۵ ص ۴۲۵، ۵۲۶، طحاوی ج ۲ ص ۳۶۲، بدائع صنائع ج ۶ ص ۱۶۲، ۱۶۳، تبیین  
 الحقائق ج ۶ ص ۶۳، ۶۴، تکملہ بحر الرائق ج ۸ ص ۲۳۲ میں بالفاظ متعارفہ ہے والنظم  
 من الهدایة وهو مضمون بالافتل من قیمتة ومن الدین فاذا  
 هلك فی ید المرتهن و قیمتة والدین سوار صار المرتهن  
 مستوفی الدین وان کان قیمتة الرهن اکثر فالفضل امانة الی ان

قال یفان کانت اقل سقط من الدین۔

اور یونہی عینی علی الہدایہ ج ۲ ص ۳۸۹ اور مبسوط شرحی ج ۲ ص ۶۲ میں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی فتوے ذکر کیا گیا ہے اور حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ان المرتبہن فی الفضل امین اور قرآن کریم میں ہے لا تظلمون ولا تظلمون (آیت کریمہ ۲۴۹ پارہ ۳) یعنی نہ ظلم کرو تم اور نہ ظلم کیا جائے تمہارے اوپر۔ بہر حال فقہ کی نہایت مستند پندرہ کتابوں سے ہمارا احنفی مذہب تحریر کیا گیا ہے تو وہ لوگ سید صاحب پر ظلم نہ کریں، اگر زیادہ تھا اور زبور کم تو زیادہ حصہ ادا کریں اور اگر زبور زیادہ تھا تو زیادہ کر گیا، مانگ نہیں سکتے جبکہ سید صاحب کی کوئی زیادتی نہیں اور قرآن کریم کا حکم بھی یہی ہے کہ ظلم نہ کریں اور یونہی حدیث شریف کا حکم ہے، وہ لوگ اپنے انجام سے ڈریں کہ سید غریب کو غربت کی وجہ سے تنگ نہ کریں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ڈاکہ بھی ان لوگوں کی مرضی سے پڑا۔



قیامت کے دن جب سید صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مقدمہ پیش کریں گے کہ مجھے یوں تنگ کیا گیا ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے لڑکے مظلوم کی حمایت کریں تو کیاں جائیں گے؟ کس سے شفاعت کرالینگے؟  
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم  
واہل بیتہ الکرام وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ بمطابق ۸۲-۶-۳

دعوت

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و قولوا  
قولا سديدا

(الاحزاب : ٧٠)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی  
اور درست بات کہا کرو“



لو يعطى الناس بدعواهم لادعى  
الناس دماء رجال و ا. واهم و لكن  
اليمين على المدعى عليه

صحيح مسلم ، كتاب الاقضية ،  
باب يمين على المدعى عليه

”اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ کی بنا پر دے دیا جاتا  
کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے،  
لیکن مدعی علیہ پر حلف ہے“



## تعارف

### کتاب الدعویٰ

دعویٰ، ایسے قول کو کہتے ہیں جو دوسروں سے حق طلب کرنے کے لئے قاضی کے حضور پیش کیا جائے۔

مدعی سے مراد ایسا شخص ہے جو اگر اپنا دعویٰ ترک کر دے تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ جبکہ مدعی علیہ کو مجبور کیا جائے گا۔۔۔۔۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے ایک ہزار روپے لینے ہوں، وہ اگر اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی (تمام حالات سے واقفیت کے باوجود) اسے دعویٰ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس وہ شخص جس کے ذمہ رقم ہے اگر اس پر دعویٰ کر دیا جائے تو لازمی طور پر اسے جواب دینے پر مجبور کیا جائے گا۔  
دعویٰ کے لئے چند شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

(1) مدعی عاقل بالغ ہونا چاہیے اور اگر نابالغ ہو تو ضروری ہے کہ وہ سمجھدار ہو۔ اتنا چھوٹا بچہ جسے تمیز نہ ہو، مدعی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔



(2) مدعی کو چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جزم و یقین کے ساتھ بیان دے۔ اگر شک و شبہ سے کام لیتے ہوئے یوں کہے کہ ”میرا گمان ہے“ یا ”مجھے شبہ ہے“ تو ایسی صورت میں اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہو گا۔

(3) جس چیز کا دعویٰ کرے وہ معلوم ہو، اگر یوں کہے کہ فلاں کے ذمہ میرا کچھ حق ہے تو ایسا مجہول دعویٰ معتبر نہ ہو گا۔

(4) دعویٰ ایسا ہونا چاہیے جس کے ثبوت کا احتمال ہو۔ ایسا دعویٰ جس کا وجود محال ہو، باطل ہے۔ مثلاً بڑی عمر کے شخص یا کسی معروف النسب کے باپ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا اعتبار نہیں۔

(5) عاۓدہ محال چیز کا دعویٰ باطل ہے۔ مثلاً ایسا غریب شخص جس کے فقرو فاقہ اور محتاجی سے سب آگاہ ہوں، یہ دعویٰ کرے کہ میں نے فلاں امیر شخص سے لاکھوں روپے لینے ہیں۔

(6) مدعی خود اپنی زبان سے دعویٰ کرے، اگر بولنے سے عاجز ہے تو تحریر پیش کرے۔

(7) اپنے دعویٰ کا ثبوت مدعی علیہ یا اس کے نائب کے روبرو پیش کرے۔

(8) اس کے دعویٰ میں تضاد نہ ہو۔

جب دعویٰ صحیح طور پر دائر ہو گیا تو اب مدعی علیہ پر ہاں یا نہ کے ساتھ اس کا جواب لازم ہو گیا۔ خاموشی اختیار کرنے کا تو انکار سمجھا جائے گا۔ مدعی کو گواہ پیش کرنے کا حق ہے اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعی علیہ پر حلف ہے۔ دعویٰ منقولہ، غیر منقولہ جائیداد، وراثت، امانت، ثبوت نسب وغیرہ



معاملات کثیرہ میں ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی ”کتاب الدعویٰ“ میں ادنیٰ مناسبت سے باب ثبوت النسب اور باب حضانتہ الولد (حق پرورش اولاد) کے علاوہ اجارہ اور اعارہ سے متعلق بھی ایک فتویٰ شامل ہے۔۔۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں 13 فتوے

ہیں۔

(مرتب)



# کتاب الدعوات

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ کارخانہ پر قبضہ عمر کا ہے بطور الاٹ، جو اس سے پہلے الاٹ کسی نے نہیں کرایا، ہندوستان سے آتے ہی الاٹ کرایا گیا تھا۔ ہندوؤں کے ماسوا کسی کا قبضہ عمر کے بغیر نہیں ہوا مگر جائداد عمر کی ہندوستان میں ثابت نہیں۔ زید کی جائداد مذکور کارخانہ سے زیادہ ہوگی، کم نہیں مطابق دو تین سال سے عمر زید کی مقدمہ بازی شروع ہے جو کہ عمر بطور رشوت یا سفارش کے الاٹ کارخانہ کے قبضہ سے برکنار نہیں ہوا۔

اب اس حالت میں عمر زید کو کہتا ہے کہ پانچ ہزار روپیہ لے لو اور مقدمہ بازی اور تنازع سے باز رہو۔ آیا یہ روپے زید کو لینے درست ہیں یا نہیں اور اپنی حاجت دینی دنیوی میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جسروا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

مصاحبت جائز و بہتر امر ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے والصلح خیر اور ایسے ہی احادیث شریفہ اور اقوال ائمہ کرام سے صراحتاً ثابت ہے، ہدایہ میں ہے والصلح جائز عن دعوی الاموال لانہ فی معنی البیع علی ما مر والمنافع لانہا تملك بعقد الاجارة تو یہ صلح بھی جائز ہونی چاہئے اور مبلغات مذکورہ لینا اور حوائج دین و دنیا میں صرف کرنا بھی جائز ہونا چاہئے مگر اس صورت میں زید پر یہ حق انتفاع مطلقاً چھوڑنا تا وقتیکہ اسے اپنی متروکہ جائداد کا مستقل معاوضہ مل جائے، لازم ہونا چاہئے یعنی جس قدر جائداد کے لحاظ سے اس کارخانہ متنازع فیہا پر حق انتفاع زید کے لئے ثابت ہے اتنی جائداد کے حق انتفاع کا مطالبہ مطلقاً ترک کر دے، نہ یہ کارخانہ طلب کرے اور نہ ہی کوئی اور کارخانہ یا جائداد طلب کرے ہاں مستقل معاوضہ جب ملے گا تو لے سکے گا البتہ اپنی زائد جائداد کی بنا پر حق انتفاع کسی اور کارخانہ یا جائداد اس کے لئے ثابت نہ ہوگا۔

ما عندی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

صّوہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بوقت عصر

# الاستفتاء

مسمیٰ سلیمان نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی اپنے لڑکے کو نکاح کر دی اور لڑکے کے باپ نے لڑکی کو بھینس دی اور پھر اپنے لڑکے سے اس بھینس کا عوض بھی لے لیا، اب اس بھینس کی کٹی جس کی پرورش لڑکی نے کی ہے، دوسرے دودھ سے ہے مگر اسکے بھائی نے اپنی بھتیجی سے وہ کٹی جو بھینس بن چکی ہے چھین لی ہے۔ آیا از روئے شرع اس کا یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہے اور وہ بھینس کس کا حق ہے؟

سائل: دایا سلیمان از پانی پور تحصیل پاکپتن شریف

۲۲-۲-۸۰



وہ بھینس شرعاً سلیمان کی لڑکی کا حق ہے اور اس کے بھائی نے جو واپس کی ہے وہ ظلم کیا ہے، اس پر لازم ہے کہ لڑکی کو واپس کر دے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و

صبح و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الجیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۲۶-۲-۸۰

## الاستفتاء

۷۸۶  
۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ زید نے زیورات اشترار وغیرہ کے ذریعہ حاصل کئے، ہند زوجہ زید، زید کی رضادور غنبت سے استعمال کرتی رہی، اب بعد از انتقال زید دعویٰ کرتی ہے کہ یہ زیورات میرے ملک میں ہیں حالانکہ زید کا اشترار وغیرہ طریق ملک اقرار ہند یا بیہینہ سے ثابت ہے، آیا دعویٰ ہند بلا اثبات ہے وغیرہ محض بائی وجہ کہ رضائے زید سے اس کے سامنے استعمال کرتی رہی ہے معتبر ہو سکتا ہے؟

بینو اما جورین

من رب العالمین



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

رضاء و رغبت سے استعمال کرنا دلیل تملیک قطعاً نہیں بن سکتا کہ اجارہ، اعارہ، ہبہ، بیع کئی احتمالات پر استعمال ہو سکتا ہے اور محتمل دلیل نہیں بن سکتا ہرچند یہ کتب اظہر من الشمس ہے اور قرآن کریم و احادیث شریفہ سے صراحتاً ثابت مگر پھر بھی تسکین قلب کے لئے صریح جزئیہ زیبِ قلم ہے۔

بجھڑا ج ۷ ص ۲۲۵، ردالمحتار ج ۲ ص ۵۹۸ میں ہے ولا یكون استمتاعها بمشرب و رضاہ بذلك دلیل علی انہ ملکھا ذلك کما تفہم النساء و العوام وقد افتتیت بذلك مراراً۔ اس ایک ہی جزئیہ نے صورتِ مسئلہ کا پورا پورا فیصلہ کر دیا یعنی عوام اور عورتوں کا یہ خیال ہے کہ عورت کا استعمال اور مرد کا اس استعمال کو پسند کرنا تملیک ہے مگر یہ خیال غلط ہے اور کئی مرتبہ اس پر فتوے دے چکے ہیں یعنی کامل طور پر محقق ہو چکا ہے۔

نیز شامی ج ۲ ص ۱۸۷ میں ہے وقال الرملى وهذا صریحی فی کلام اکثر العوام ان تمتع المرأة یوجب التملیک ولا شک فی فسادہ یعنی عوام کا خیال ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں اور مشرب جو وضع مسئلہ میں وارد ہوا ہے، مثال کے طریقے پر وارد ہوا ہے کہ شرار ایک مستقل اور نمایاں



طریق ملک ہے، مقصود مملوکہ ہے کہ اصل مدار ملک پر ہے، شرار من حیث ہو یہ قطعاً نہیں  
 وذا من اجلی البدیہیات چنانچہ زوجہ کے اقرار اشرار زوج سے سقوط قول و دعوی  
 زوجہ کا جزئیہ جو بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۰۳ نیز ج ۲ ص ۵۹۸ نیز ج ۲ ص ۱۸۷ میں  
 اس کی تعلیل لانا اقرب بالملک لزوجہا سے اظہر من الشمس ہے کہ مدار ملک پر ہے  
 وھذا نص الجزئیة فی المذکورات عن البدائع۔

وفی البدائع ج ۲ ص ۳۱۰ ھذا کلام المتقرر المرأة ان  
 ھذا المتاع اشتراہ فان اقرت بذلك سقط قولہا لانہا اقرت  
 بالملک لزوجہا ثم ادعت الانتقال الیہا فلا یثبت الا بالبینة  
 اور ایسے ہی اگر زوجہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نے زوج سے خرید لیا ہے کہ اصل مالک بائع  
 ہی ہوتا ہے۔

فتاویٰ خانہ ج ۱ ص ۱۸۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۳۲، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵،  
 شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں ہے ولو ادعت المرأة بمتاع انہا اشتترت  
 عن زوجها کان المتاع للزوج وعلیہا البینة اور تعلیل مذکور سے یہ بھی واضح  
 کہ اقرار المرأة من حیث ہو ہو بھی لقیماً مراد نہیں بلکہ ثبوت ملک شرعی طور پر چاہئے لہذا  
 بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں تصریح فرمادی ولا یخفی انہ لو برهن  
 علی شرک کان کاقرارہا بشراتہ فلا بد من بینة علی الانتقال  
 الیہا من بہتہ او نحو ذاک۔

اور جب اس شمس کی طرح واضح ہو کہ مدار ملک پر ہے تو بلا ریب خلیفہ مالک  
 یعنی وارث کو بھی بعد از موت زوج یہ حق پہنچتا ہے کہ ثبوت ملک یا اثبات سے قول زوجہ کو  
 ساقط کرے اور بلا دلیل نہ ملنے اور یہی وجہ ہے کہ جزئیہ اقرار زوجہ جس کا اصل ماخذ خانہ ہے





خانہ اور ہند یہ میں صور خلاف (جس میں صورت موت زوج بھی ہے) کے بعد بیان فرمایا اور بدائع سے بحر الرائق اور شامی کی نقل میں ہذا کلمہ سن چکے جو صورت موت زوج اور نزاع وراثت کو بھی شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

## الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب قبلہ فقیہ اعظم محدث پاکستان حضرت مولانا  
الحاج البواخی محمد نور اللہ النعمی دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج ہمایوں!

بعد تسلیمات غلام معروض کہ بندہ کو ایک نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ کی وجہ سے ذہنی پریشانی لاحق ہے، امید ہے کہ آپ اپنی گونہ معروضیات اور طویل علالت کے باوجود کرم فرماتے ہوئے بندہ کی ذہنی پریشانی کا ازالہ فرمائیں گے۔

السوال: زید کو ورثہ میں چندہ کتب دینیہ ملیں لیکن زید خود ان پڑھ (جاہل) تھا اور کسی استفادہ کی غرض سے دینے کا شعور بھی نہیں رکھتا تھا، اس کی بیوی نے وہ کتب بکر کے ہاتھ مبلغ پانچتھ روپے کے عوض فروخت کر دیں۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر بکر کے

دل میں یہ خیال آیا کہ مبادا یہ کتب چوری کی نہ ہوں تو اس نے زید کی بیوی سے رجوع کیا کہ اپنی کتابیں واپس لے لو اور رقم بھی واپس نہ کرو لیکن عورت کتابیں واپس نہیں لیتی کیونکہ اس کے خاوند کو علم نہیں ہے کہ کتابیں کہاں گئیں۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بکر نے ایصالِ ثواب اور نیک نیتی کی بنا پر خریدی تھیں لیکن اب خوفِ خدا کی وجہ سے واپس کرنا چاہتا ہے کہ کہیں مجھے پکڑ نہ ہو کہ زید فتنہ پرور آدمی ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ اس کی بیوی نے بکر کے ہاتھ کتابیں فروخت کر دی ہیں تو بھی اور واپس چلی جائیں تو بھی فساد کا اندیشہ ہے اور مقدمہ کا خطر ہے۔ آپ شرع شریف کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ وہ کتب بکر اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں تو شرعاً گنہگار تو نہیں ہوگا۔ مختصر جواب سے مشکور فرمائیں، عین کرم نوازی ہوگی۔

استفتی: سید محمد عبدالغفار شاہ سکنہ تھانہ ساہو کا متعلم دارالعلوم خفیفہ زید یہ رجسٹرڈ

بصیر پور شریف ۱۵/۹



زید کی بیوی نے غلطی کی بلا وجہ فروخت کر دی ہاں اگر اس نے زید سے حق مہر یا کوئی چیز لینی ہے جو شرعاً زید کو ادا کرنی لازم تھی تو اس کے بعد وہ عورت فروخت کر سکتی ہے

اور رقم وصول کر سکتی ہے کہ شرعاً جس کے ذمہ حق لازم ہو اور وہ دس نہ مگر کوئی چیز اسکی اس کے ہاتھ آجائے تو اس چیز سے وہ اپنا حق ادا کر سکتی ہے کما فی الشامیۃ وغیرہا مگر بکر دیکھے کہ وہ کتابیں اگر پانچ سو روپے سے زیادہ ہوں تو کچھ اور رقم دیدے، پرانی اور مستعمل کتابوں کی قیمت کا اندازہ لگالے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما اتم و صلی اللہ تعالیٰ علی

حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ ۸۱-۱۲-۲۲



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسیٰ بنجشایا اور احمد اور ایک شخص تیسرا کے کھیت خربوزہ ماہ ہاڑ میں قریب قریب تھے اور ہر ایک اپنے اپنے کھیت میں رہا کرتے تھے۔ رات کے وقت مسیٰ بنجشایا کے پاس مسیٰ احمد گیا کہ میں حقہ پیتا ہوں اس نے کہا کہ اسی جگہ پڑا ہوگا لے جاؤ اور پیو، وہ اس وقت حقہ لے کر اپنے کھیت میں چلا گیا اس کے بعد تیسرے شخص کا ہمان مسیٰ رمضان آیا ہوا تھا وہ بھی مسیٰ بنجشایا کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں حقہ پیتا ہوں۔

بنجشایا مذکور نے کہا کہ دیکھ لو، اگر پڑا ہے تو پی لو۔۔۔۔۔ ورنہ حقہ مجھ سے مسیٰ احمد

نے طلب کیا تھا وہ لے گیا ہوگا۔ اس مہمان نے حقہ تلاش کیا مگر وہ اس جگہ نہ ملا تو پھر وہ مسٹے احمد کے پاس آیا کہ حقہ تم سے بخشایا کالایا ہو تو اس نے کہا کہ میں لایا ہوں حقہ بڑا ہے تو پھر وہ مہمان حقہ لے کر جہاں وہ مہمان رہا ہوا تھا، چلا گیا، وہاں جا کر حقہ پی کر سو گیا اور حقہ وہیں رکھ چھوڑا۔

علی الصبح اٹھا تو حقہ وہاں نہ پایا یعنی چوری گیا اور ایک چیز اس کی بھی یعنی کپڑا چوری ہو گیا۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا وہ حقہ اصل مالک لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہے تو وہ حقہ مسٹے احمد دلپ سے یا وہ مہمان جو حقہ احمد سے لایا تھا وہ دلپ سے براہ مہربانی مفصل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

السائل: ضادق محمد ہوتیانہ بقلم خود ۵۵-۱-۳۱



یہ سوال مفصل نہیں لہذا مفصل جواب متعسر ہے مگر چند ظاہر صورتوں کا حکم فقہی لکھا جاتا ہے، اگر کوئی اور صورت ہو تو دوبارہ استفسار کر سکتے ہیں۔

۱۔ بخشایا نے صرف احمد کے پینے کے لئے دیا ہو کہ وہ کہتا ہے میں حقہ پیتا ہوں اور الفاظ "لے جاؤ اور پیو" محض جمع تعظیمی ہوں یا سائل نے اپنی تہذیب کے لحاظ سے

بجانبی افرادی الفاظ کو جمع بنا دیا) اور بقرینہ لفظ پیتا ہوں صیغہ حال یہ مراد ہو کہ پی کر واپس کی جائے کہ لے جاؤ اور پیو، اسی کے جواب میں کہتا ہے اور خود اس کا عادی حقہ ہونا بھی یہی چاہتا ہے کہ واپس کیا جائے اور یہ بھی مراد ہو کہ اپنے کھیت میں ہی پئے، پھر احمد نے پی کر رکھ دیا کہ رمضان کو کہتا ہے حقہ پڑا ہے، تو اس صورت میں احمد کو حقہ کی ضمانت پڑتی ہے کہ اس نے خلاف ورزی کی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۸۰، فتاویٰ العقود الدریہ ج ۲ ص ۸۷، ۸۹، شامی ج ۲ ص ۶۹۷، جامع الفصولین ج ۲ ص ۱۱۳، بدائع صنائع ج ۶ ص ۲۱۵ و النظمین الہندیۃ و لافرق بین ان تکون العاریۃ موقتۃ نصابا و دلالتہ حتی قیل ان من استعار قدوم مالیکسر خطبا فکسرہ و امسک حتی ہلکت عندہ ضمن ہکذا فی الفتاویٰ العتابیۃ اور اگر اس صورت میں احمد نے خود نہ پیا ہو تب بھی یہی حکم ہے البتہ یہ شرط ہے کہ بخشایا نے رمضان کو احمد سے حقہ لینے کی اجازت نہ دی ہو اور سوال سے ظاہر بلکہ اظہر یہی ہے کہ اگر پڑا اور لے گیا ہو گا) احتمالی الفاظ استعمال کرتا ہے تو چونکہ رمضان نے بلا اجازت لیا ہے لہذا اسے بھی ضمانت پڑتی ہے تو مالک حقہ مختار ہے جس ایک سے چاہے وصول کر سکتا ہے، احمد سے وصول کرے تو احمد رمضان سے وصول کر سکتا ہے اور اگر بخشایا براہ راست رمضان سے وصول کرے تو احمد بری ہو جائیگا۔

بدائع ج ۶ ص ۲۱۸ میں ہے فصارت العین فی یدہ کالمغصوب فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۶۵۳ میں ہے فللمالك ان یضمن الاول او الثاني فان ضمن المالک الغاصب الاول یرجع الاول علی الثاني بما ضمن وان ضمن الثاني لا یرجع علی الاول الخ



۳: نجشایانے رات بھر کے لئے دیا ہوا اور یہ ان کا عرف ہو تو پھر بھی وہی حکم ہوگا کہ احمد نے حقہ کی حفاظت نہ کی، رمضان بلا اجازت دوسرے کھیت میں لے گیا اور اگر اسی کھیت میں رکھنا مشروط نہ ہوتے بھی وہی حکم ہے کہ گو اس صورت میں احمد مستعار دے سکتا تھا بشرطیکہ خود نہ پی چکا ہو مگر لایا ہوا اور میں لایا ہوں حقہ پڑا ہے، استعارہ اور اعارہ کے لفظ نہیں حالانکہ اعارہ میں لفظ ایجاب لازم ہے۔

شامی ج ۲ ص ۶۹۱، عالمگیری ج ۳ ص ۲۷۸، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۸۰، فتاویٰ قاضیخان ص ۷۶ والنظم ان الاعارة لا تثبت بالسکوت اور جب

اعارہ نہ بنا تو اس کا چپ رہنا سے خائن بنا رہا ہے وذا ظاہر جدا۔

۵: نجشایانے لے جاؤ اور پیو سے جمعی معنی مراد لیا ہو اور ان کی عادت کے لحاظ سے تیسرے کھیت والے میزبان اور رمضان مہمان بھی عموم میں داخل ہوں مگر یہ بشرط عرفاً اور عادت ہو کہ جلدی واپس کر جائیں تو پھر صرف رمضان کو دینا پڑے گا کہ جب وہ لے گیا اور واپس نہ کیا تو وہی مجرم ہو اور اگر اسی عمومی صورت میں رات بھر رکھنے کی اجازت عادت تھی تو مالک کسی سے بھی وصول نہیں کر سکتا کہ کھیتوں میں پاس سونا بھی حفاظت شمار کیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۲ میں ہے نام قاعد او مضطجعا

والمستعار تحت رأس او موضوعا بین یدیه و بحوالی  
یعد حافظا کذا فی الوجیز الکردری نیز ص ۲۸۰ و ۲۸۱ میں ہے اذا وضع  
المستعیر المستعار بین یدیه و نام قاعد الاضمان علیہ وان  
نام مضطجعا و هو فی المصر بیضن والافلا کذا فی خزائن المفتین۔



واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ  
وصحبہ وبارک وسلم۔

صّوہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

## الاستفتاء



بخدمت اقدس حضرت مولانا علامہ مرجع الفتاویٰ و مفتیین شیخ الاسلام

مسلمین قبلہ فقیہ عظیم دامت برکاتہم العالیٰ بی بی پتھر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج ہمایوں۔

معروض آنکہ فقیر موضع ساہو کا تھا نہ تحصیل بورلیوالہ ضلع وہاڑی میں خطیب ہے  
گذشتہ جمعۃ المبارک کے موقع پر بنا بریں مضمون ایک رقعہ پیش ہوا کہ موضع ہندالہستی بنگلہ  
میں سے مسٹے شان محمد کھول اپنی مسجد کی بیٹری برائے چارج کرانے موضع ساہو کا میں مسجد  
بیت الرحمن میں حافظ محمد منشا صاحب جو کہ نابینا ہیں اور پردیسی (غریب الدیار) ہونے کی  
وجہ سے مسجد میں رہائش پذیر ہیں، کے پاس لایا، حافظ صاحب نے دوسرے دن عصر کا  
وعدہ فرمایا لیکن صوفی شان محمد مذکور کسی کام کی رکاوٹ کے بسبب نہ آسکا اور اس نے  
دوسرے آدمی کو بیٹری لینے بھیجا جو اپنی بیٹری نہ پہچانتا تھا۔ حافظ صاحب جو بیٹری  
دی وہ کسی دوسری سے تبدیل ہو گئی تھی۔ گاؤں جانے پر نمازیوں نے شور برپا کر دیا

کہ ہماری بیٹری تو بڑی تھی یہ چھوٹی ہے۔ تب شان محمد مذکور وہ چھوٹی بیٹری لیکر واپس  
حافظ صاحب کے پاس آیا تو حافظ صاحب نے کہا کہ تمہاری بیٹری کم ہو گئی ہے لہذا  
یہ بیٹری اور مبلغ ۲۰۰ روپے لے جاؤ جس پر شان محمد مذکور راضی نہ ہوا تو حافظ صاحب  
نے کہا کہ اس کے علاوہ پھر شرعی فیصلہ پر ہی کوئی قدم اٹھایا جاسکتا ہے یعنی شرعاً  
جو حکم ہو میں تعمیل کروں گا۔

السائل

سید عبدالغفار شاہ غفرلہ متعلم دارالعلوم ہذا  
مستقل سکونت تقانہ ساہو کا ضلع وہاڑی بقلم خود



یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے وہ حافظ صاحب اجیر خاص نہیں بلکہ اجیر مشترک ہے  
کیونکہ وہ سب کی بیٹریاں جو کہ آتے ہیں بھرتے ہیں حالانکہ اجیر مشترک کے ہاتھ میں جو بیٹری  
آئے وہ امانت ہے لہذا حافظ صاحب کو ضمانت نہیں پڑتی۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۵۵  
اور قدوری ص ۹۱ میں ہے واللفظ من الہندیۃ وحکم الاجیر المشترك  
ان هلك في يده من غير صنع فلا ضمان عليه في قول ابى حنيفة  
رضى الله عنه۔



ہاں اگر حافظ صاحب پر یہ شبہ ہو کہ دیدہ دانستہ کسی اور کو دے دی ہے تو صفائی  
کی قسم اٹھوا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله  
على حبيب الاكرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البوخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

اردی القعدۃ الحرام ۱۴۲۰ھ ۱۰-۹-۸۱



سید  
سید

# بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص ایک لڑکے کو جو اس کی منکوحہ بیوی کے لطن سے ہے، اپنا بیٹا کہتا رہا ہے اور ڈی سی، اے ڈی سی کی عدالت میں بیان دیتا رہا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے جس کی اٹھارہ سیس نقول محکمہ نقول سے حاصل ہو سکتی ہیں اور فنانشل کمشنر سے لے کر پٹواری تک کاغذات میں بیٹا درج ہے اور وہ شخص اس لڑکے کا بیٹا ہونے کا اقرار کرتا رہا ہے۔ اب دس بارہ سال کے بعد وہ شخص اس لڑکے سے خفا ہو کر اپنا بیٹا ہونے سے انکار کرتا ہے۔ آیا اس کا یہ انکار برائے شریعت صحیح ہوگا اور وہ لڑکا محروم عن الارث ہوگا؟

برائے فقہ حنفی جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام

السائل

فدوی نور الحسن کوٹ دیوال ضلع مظفری

بمعرفت

عاجی سید محمد اسحاق شاہ صابو، جنرل چوک مظفری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوْبَ

جب منکوحہ کے پیٹ سے بعد از نکاح پورے چھ ماہ یا زائد زمانہ گزرنے پر بچہ پیدا ہو تو اس کی نسب ناکح سے ثابت ہو جاتی ہے اقرار کرے یا سکوت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۹ میں ہے و ان جاءت بہ لستہ اشہر فصاعد ایشبت نسب منہ اعترف بہ الزوج اوسکت اور جبکہ صورت مسؤلہ میں دس بارہ سال تک اقراری رہا ہے تو نسب صراحتہ ثابت ہو چکی بشرطیکہ بعد از نکاح والی شرط مذکور پائی گئی ہو، اب اسکا نکاح محض لغو اور بے کار ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اذا اقرب بالولد صریحاً او دلالتہ لا یصح النفی بعد ذلک اور جب لڑکا ہی رہا تو وارث ہوگا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ  
 وصحبہ و بارک وسلم۔

صوہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہدایت اللہ کی شادی کے وقت اسکے والد میاں رحیم بخش نے معتبر گواہوں کے روبرو یہ کہا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی بیٹا ہے۔

۲۔ یہ کہ میرا نکاح ہدایت اللہ کی والدہ کے ساتھ فلاں فلاں گواہوں کے روبرو ہوا تھا یہاں یہ امر قابل ذکر ہو گا کہ بیان بالادیتے وقت گواہوں کا موقع نکاح کا انتقال ہو چکا ہوا تھا۔

۳۔ یہ کہ میاں رحیم بخش نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد ہدایت اللہ اور ہدایت اللہ کے بیٹے کے نام رجسٹری کرتے ہوئے ہدایت اللہ کو بیٹا اور اس کے بیٹے کو اپنا پوتا ظاہر کیا ہے۔

اب مفتیان شرع مبین سے یہ سوال کہ کیا میاں رحیم بخش کا اقرار نکاح ہدایت اللہ کے ثبوت نسب کے لئے کفایت کر سکے گا؟

سائل : راشد قریشی مدیر مرکزی دارالتجوید والقرارت رجسٹرڈ  
چوک شاہ عالم گیٹ انڈر نڈا آزاد پاکستان گسٹ ہاؤس سپورٹ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوْبَ

میاں رحیم بخش کا معتمد گواہوں کے سامنے صرف یہ کہنا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی بیٹا ہے، ثبوت نسب کے لئے کافی ہے بشرطیکہ :

- ۱۔ ان کی عمروں میں اتنا تفاوت ہو کہ ہدایت اللہ کا ہم عمر رحیم بخش کا بیٹا بن سکتا ہو۔
- ۲۔ اور ہدایت اللہ کسی اور شخص کا ثابت النسب بیٹا نہ ہو۔
- ۳۔ اور ہدایت اللہ بھی تصدیق کرتا ہو۔



اور جب ہدایت اللہ رحیم بخش کا بیٹا بن گیا تو لا محالہ اس کا بیٹا رحیم بخش کا پوتا بنے گا۔  
 کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۵۵، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۲۷، فتاویٰ سر اجیہ ص ۱۲۳، بدائع صنائع ج ۷ ص ۲۲۸، ہدایہ، کفایہ۔ عنایہ ج ۷ ص ۳۶۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۲، طغی البحر، مجمع الانہر، در المنتقى ج ۲ ص ۳۰۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۳۹۸ میں ہے (والنظم من الهندیة) یصح اقرار الرجل بالولد بشرط ان یکون المقر له بحال یولد مثله مثله وان لا یکون المقر له ثابت النسب من غیره وان یرث المقر له المقر فی اقراره اذا کانت له عبارة صحیحة نیز اسی میں ہے حتی ان اذا اقر بالابن مثلاً فالابن المقر له یرث مع سائر ورثة المقر وان جحد سائر الورثة نسبة۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آل

و اصحابه و سلم۔

صوّه الفقير البواكير محمد نور السدائى نعمى غفرله

۱۹ ربيع الثانى ۱۳۹۵ھ



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ محمد حنیف ولد محمد رمضان چکھڑا<sup>۱۲</sup> یہ کہتا ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور شادی کے بعد سات ماہ میں لڑکا پیدا ہو گیا اور میں نے اس لڑکے کا اسی وقت انکار کر دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں بلکہ حرام زادہ ہے اور اب بھی میں انکار کر رہا ہوں کہ یہ میرا لڑکا نہیں؛ کیا وہ لڑکا میری وراثت کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

نشان انگٹھ محمد حنیف ولد محمد رمضان چکھڑا<sup>۱۲</sup>



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ لڑکا محمد حنیف کا لڑکا نہیں بن سکتا، وارث بھی نہیں بن سکتا، آٹھ سالہ بچہ کا باپ بنا ممکن نہیں تو نسب کیسے ثابت ہو، مبسوط ج ۶ ص ۵۳ میں ہے انہ لا یصلح ان یکون والد یعنی بچہ باپ بننے کے قابل نہیں۔ فتح القدر ج ۲ ص ۱۲۹ میں ہے ولا یمکن ثبوتہ فی الولد اور ص ۱۵۱ میں ہے لان الصبی لاماءل فلا یتصور منہ العلق او هذا من الهدایۃ یعنی خاوند بچہ ہو تو ثبوت نسب ممکن نہیں کہ بچے کے لئے پانی (مادہ منویہ) نہیں اس سے حاصل ہونا مقصود ہی نہیں اور یونہی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۳۱ وغیرہ میں ہے لہذا مبسوط عامۃ أسفار مذہب مہذب میں مہرح ہے ان النسب لا یثبت منہ یعنی بلاشبہ بچے سے نسب ثابت نہیں ہوتی۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب

والہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید نے مرض الموت



میں اپنے بالغ لڑکے بکر جو ہند زوجہ اولیٰ کے لطن سے ہے، کے متعلق زینب زوجہ ثانیہ یا کسی اور کے درغلانے سے وصیہ لکھ دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں، حرام زادہ ہے اور تیسرے دن مر گیا تو آیا بکر مذکور وراثت زید سے محروم رہے گا یا وارث ہوگا؟ بینو اما جو سرین من رب العلمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اَللّٰهُمَّ جْعَلْ لِّی الْتَوَّابِ وَالصَّوَابِ



سوال سے پڑتا ہے کہ ہند منکوحہ زید بنکاح صحیح ہے اور بکر انعقاد نکاح سے چھٹے ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا اور زید سے اپنا لڑکا سمجھتا رہا تو نفی مذکورہ سے نسب بکر گزہر گزہر بنتقی نہیں ہو سکتی، بدستور زید کا لڑکا ہے، حدیث شریف میں ہے الولد للفراس۔ ہدایہ، فتح القدر عنایہ ج ۲ مصری، ص ۱۲۵، ۱۲۶۔ درالمختار، ردالمحتار ج ۲، ص ۸۱۳، فتاویٰ عالمگیری مجیدی ج ۲ ص ۱۳۱ والنظم من الہندیۃ واذان فی الرجل ولدا مرأت عقیب الولادة او فی الحال التي یقبل التهنئة ویبتاع الة الولادة صح نفی ولا عن بکر وان نفاه بعد ذلك لاعن ویثبت النسب ولو کان غائب عن امرأت ولم یعلم بالولادة حتی قدم له النفی عند ایحیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی مقدار ما تقبل التهنئة۔ نیز ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اذا

اقر بالولد صریحاً و دلالتاً لا یصح النفی بعد ذلك سواء كان بحضرة  
 الولادة او بعدها و الصریح ان یقول الولد منی او یقول هذا ولدی  
 و الدلالة ان یسکت اذا هنیئ لکنه یلاعن کذا فی غایة البیان - بلکہ  
 منکوحہ کا بچہ صرف نفی سے کسی صورت میں بھی منتفی النسب نہیں ہو سکتا، اگرچہ عقیب الولادة ہی ہو کہ اسمیں  
 بھی لعان و تفریق و قطع قاضی شرط ہے۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۹، رد المحتار ج ۲ ص ۸۱۱، عالمگیری ج ۲  
 ص ۱۳۲ میں ہے و النظم منها و اذا فرق القاضی بینہما بعد اللعان  
 یلزم الولد امہ و روی بشر عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان  
 لا یدان یقول القاضی فرقت بینکما و قطعت نسب هذا الولد  
 من حتی لو لم یقل ذلك لا ینتفی النسب عنہ و هذا صحیح کذا  
 فی المبسوط و هكذا فی النہایة ثم ینفی القاضی نسب الولد و  
 یلحقہ بامہ و عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان القاضی یفرق و  
 یقول الزمت امہ و اخرجت من نسب الولد حتی لو لم یقل  
 ذلك لا ینتفی النسب کذا فی الکافی و فی المبسوط هذا هو الصحیح  
 کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک نیز اسی میں ہے (ج ۲ ص ۱۳۹)  
 قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب الاولى النکاح الصحیح و  
 ما هو فی معناه من النکاح الفاسد و الحکم فی ان یشتب النسب  
 من غیر دعوی و لا ینتفی بمجرد النفی و انما ینتفی باللعان فان کانا  
 ممن لا لعان<sup>لہ</sup> بینہما لا ینتفی نسب الولد کذا فی المحيط - خصوصاً من الموت

لہ و کذا فی اذا کان من اهل اللعان فلم یبتلاعنا فانہ لا ینتفی النسب کذا فی شرح  
 الطحاوی و لو نفی ولدہ و وجت الحرۃ فصدقته فلا حد و لا لعان و هو ابنہما لا یتقدان  
 علی نفیہ کذا فی الاختیار شرح المختار ۱۲ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۱ - من غفرلہ



تو ایسی حالت ہے کہ اگر اس میں عورت کو طلاق مغلظ دے اور اس کی عدت میں فوت ہو تو وارث ہوتی ہے چہ جائیکہ بکر ثابت النسب، بالجملہ بکر ضرور وارث زید ہے کہ زید کالٹر کا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان والا ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون و للنساء نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون مما قل من او کثر نصیباً مفروضاً نیز فرمان والا شان ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الیہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



مقام

(حضرت الولد)

# بِأَحْضَانِ تَرَائِلِكِ



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک شخص مسلمان محمد حسین نے اپنی بیوی مسماۃ بشیرا کو طلاق دی جبکہ بشیرا کے لطن سے محمد حسین کی لڑکی بعمر چھ سات ماہ تھی، وہ بچی بشیرا کے پاس رہی اور اب ۱۳ سال کے لگ بھگ اس کی عمر ہے۔ اب محمد حسین وہ لڑکی بشیرا سے لینا چاہتا ہے۔ بشیرا نے دوسری جگہ عقد کر لیا ہے اور محمد حسین نے بھی دوسری شادی کر لی ہے۔ بشیرا کے والدین بقید حیات ہیں جو کہ اس بچی کے سگے نانا و نانی ہیں۔ محمد حسین کے والدین بھی بقید حیات موجود ہیں جو کہ اس بچی کے سگے دادا دادی ہیں۔ اس وقت بچی کی عمر تقریباً تین چار سال ہے۔

شرعاً حکم تو یہ فرمائیں کہ لڑکی کی تربیت کے لئے زیادہ مناسب و حقدار  
نانا و نانی ہیں یا دادا و دادی جبکہ بچی کے لئے دونوں فریق بصد میں نیز دو اڑھائی سال  
کے عرصہ کا خرچہ جس میں اس کی پرورش و تنہیال نے کی ہے، وہ لینے کے اذیت سے شرع  
مستحق ہیں یا نہیں؟ بیواؤں کو جسروا۔



مسماۃ بشیراں کے نکاح کے بعد بشیراں کی ماں جو کہ لڑکی کی نانی ہے وہ زیادہ  
حقدار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ج ۲ ص ۱۴۱ والام والجدۃ احق بالجاریۃ  
حتیٰ تحیض اور بوجہ بچی کی پرورش پر خرچ ہوا جب پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تھا تو اب خرچ  
وصول نہیں کر سکتے۔ ہاں آئندہ کے لئے باقاعدہ مقرر ہو جائے تو وہ وصول کر سکتے ہیں اور یہ  
حق بچی کے جوان ہونے تک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد  
و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ جادے الاخرے ۱۴۰۲ھ ۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء

## الاستفان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندر اس مسئلہ کہ ہندہ نامی ایک عورت کا زید کے ساتھ نکاح ہوا۔ ہندہ کے لطن سے زید کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور زید فوت ہو گیا۔ ہندہ بدچلن تھی وہ زید کے گھر سے چلی گئی اور لڑکے کو اپنے ساتھ لے گئی اور لڑکی جس کی عمر تقریباً چار سال تھی اسے چھوڑ گئی۔ بعد ازاں زید بھی مر گیا اور وہ لڑکی بالکل بے سہارا ہو گئی۔



بعد ازاں اس لڑکی کی سوتیلی بہن کے خاوند نے جو ایک اجنبی شخص تھا اس نے اس لڑکی کی پرورش کی، اب وہ لڑکی جوان ہے اور اس کا حقیقی بھائی جس کو ماں اپنے ساتھ لے گئی تھی وہ بھی جوان ہے۔ اب ان دونوں نے یعنی لڑکی کی ماں اور اس کے بھائی نے اپنا استحقاق جتا کر لڑکی کو لینے کی کوشش کی ہے، لڑکے پرورش کنندہ نے عرصہ بیس سال کا خرچہ مانگا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا پرورش کنندہ خرچہ لینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو کتنے عرصہ کا خرچہ لے سکتا ہے؟ کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعد خرچہ لے سکے گا؟ یاد رہے کہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد اپنے سوتیلے بہنوئی کے گھر رہتے وقت دیہاتی ماحول کے مطابق کچھ کام کاج یا ان کی کوئی خدمت بھی کرتی رہی ہوگی تو اس مدت

کا بھی خرچہ ورنہ پرنسپل پر لازم ہوگا۔ واضح ہو کہ ہندہ اور اس کا لڑکا خرچہ ادا کرنے پر رضامند ہیں۔  
سائل: میاں فاضل سرگاندہ، دولت آباد ضلع وہاڑی ۸۱-۴-۱۶



شرعاً اس سوئلی ہمیشہ کے خاوند کا نابالغہ بچی کو پرورش کرنا تبرع تھا یعنی  
اپنی مرضی سے نیک کام کرتا تھا لہذا اس کا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ شامی ج ۲ ص ۹۰۶  
میں ہے والنظم للتنوير والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء  
او الرضا اور اس صورت میں نہ قاضی نے حکم دیا اور نہ رضائے والدین سے خرچہ ہوا  
تو مطالبہ نہیں کر سکتے ہاں اگر والدہ اور بھائی اپنی رضامندی کچھ دینا چاہیں تو ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبہ والہ وسلم

حزرة الفقير البواكير محمد نور الشدائى نعمى غفرلہ

الجمادى الاخرى سنة ۱۴۰۸ھ ۸۱-۴-۱۶



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نوجوانی کے عالم میں



بیوہ ہوگئی، بیوہ ہونے کے وقت اس کے دونوں نابالغ بچے ایک لڑکی بچہ پانچ سال اور ایک لڑکا بچہ چار ماہ کا رہ گیا، اب لڑکی کی عمر تقریباً نو سال اور لڑکے کی عمر تقریباً پانچ سال ہے خاوند کی موت کے بعد عورت مذکورہ نے ایک غیر شخص کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کر لئے اور بغیر نکاح کے اس کے ساتھ رہنا سہنا شروع کر دیا۔ عورت کے لواحقین نے اسے سمجھایا کہ وہ اس مرد کی شادی کر لے لیکن وہ شادی کے لئے بھی تیار نہیں اور اس مرد کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے پر بھی رضامند نہیں۔ عورت مذکورہ کے موجودہ کردار کے باعث اس کے دونوں نابالغ بچوں پر اخلاقی لحاظ سے سخت برا اثر پڑ رہا ہے خصوصاً چھوٹا بچہ اپنی کم عمری اور معصومیت کے باعث اپنی ماں اور اسی کے آشنا کا ذکر دیگر لوگوں سے کرتا ہے، ساتھ ہی عورت مذکورہ دونوں یتیم بچوں کی جائداد کی آمدن پر اسے آدمیوں کو کھلا کر خرید برد کر رہی ہے از روئے شرع محمدی موجودہ صورت حالات میں جو احکام دینی ہوں، صادر فرمائے جائیں۔

المستس

مجتبیٰ احمد معرفت لفٹیننٹ کرنل مشتاق احمد جنرل ہیڈ کوارٹر راولپنڈی  
جنرل اسٹاف برانچ انٹرنیٹ ڈائریکٹریٹ



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو لازم کہ ان یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے

کہ ایسی ظالم ماں بیچاروں کی جائداد ضائع نہ کر دے، شرعاً جب متوفی کی اولاد ہو تو بیوی ایک یا زیادہ کا آٹھواں حصہ ہے تو اگر وہ عورت مالیت جائداد کا آٹھواں حصہ ضائع یا وصول کر چکی ہے تو اس کا کوئی حق نہیں رہا ورنہ اس کا حق اس کے سپرد کر کے بچوں کی جائداد سے الگ کر دیا جائے پھر ایسی ماں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ بچوں کو جبراً اپنے پاس رکھے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہے الا ان تكون مرتدة او فاجرة غير مأمونة كذافي الكافي شامی ج ۲ ص ۸۷۲ میں ہے والحاصل ان الحاضنة ان كانت فاسقة فسقاي لزم من ضياع الولد عند هاسقط حقها و بچوں کی پرورش ایسا رشتہ دار مرد ہو یا عورت جو نیک نیتی سے کر سکے، کرے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آله و

صحابه و بارك و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱-۱۱-۶۳



وَصَايَا

کتب علیکم اذا حضر احدکم

الموت ان ترک خیرا الوصیة

(البقرہ : ۱۸۰)

”تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے، جب تم میں سے کسی

کو موت آنے لگے، اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو وصیت

کریے“



## لا وصية لوارث

(مشکوٰۃ ، باب الوصایا ، الفصل الثانی)

”وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں“





## کتاب الوصایا

وصیت کے لغوی معنی ہیں: اتصال الشئ یعنی ایک شئی کا دوسرے تک متصل ہونا (پہنچنا، ملنا، ملا دینا) و سمیت وصیتہ لاتصالها بامر المیت (تاج العروس، جلد: 15، صفحہ: 394) وصیت کو بھی وصیت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ میت کے معاملات سے متعلق و متصل ہوتی ہے۔

شرعاً کسی کو کسی چیز کے بلا عوض (تبرعاً) مالک بنا دینے کو وصیت کہتے

ہیں۔

وصیت کرنے والے کو ”موصی“ جس کے حق میں وصیت کی جائے اسے

”موصیٰ لہ“ اور جس چیز کے بارے میں وصیت کی جائے اسے ”موصیٰ بہ“

کہا جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں قریب الموت شخص کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے

والدین، قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے وصیت کر جائے۔ بعد ازاں

جب احکام میراث نازل ہوئے تو ان میں تمام قریبی رشتہ داروں کے حصص کی تفصیل بیان کر دی گئی۔۔۔ اور وصیت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ البتہ اپنی نوعیت اور حیثیت کے اعتبار سے اب بھی اس (کے جواز یا عدم جواز) کی کئی صورتیں ہیں:

1\_\_\_ واجب: حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ، حج، قضا نمازیں، روزے وغیرہ) اور حقوق العباد (امانت، قرض وغیرہ) میں سے جو حق اس کے ذمہ ہو اور وہ اسے ادا نہ کر سکا ہو اس کی ادائیگی کی وصیت فرض یا واجب ہوگی۔

2\_\_\_ مستحب: کسی کار خیر مثلاً دینی مدارس، دینی طلبہ، غریب رشتہ داروں کے لئے یا دیگر امور خیر کی وصیت کرنا۔

3\_\_\_ مباح: کسی جائز کام مثلاً امیر رشتہ داروں یا دنیا داروں کے لئے مال کی وصیت کرنا۔

4\_\_\_ مکروہ: کسی نامناسب امر مثلاً فاسق و فاجر کے حق میں وصیت کرنا۔

جس درجہ کا ناپسندیدہ امر ہوگا کراہت بھی اسی اعتبار سے ہوگی بعض صورتوں میں تنزیہی، بعض میں تحریمی، جبکہ مطلقاً حرام کام کی وصیت، ظاہر ہے، حرام و معصیت قرار پائے گی۔

وصیت کے سلسلہ میں حدیث پاک کی رو سے یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ یہ ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح ورثاء کے حصے چونکہ قرآن کریم میں متعین کر دیئے گئے ہیں اس لئے ان کے حق میں وصیت ممنوع ہے۔ اگر وارث کے حق میں یا ایک تہائی سے زائد کی وصیت کرے گا تو وہ



نافذ العمل نہیں ہوگی۔ البتہ عاقل بالغ ورثاء اپنی رضا مندی سے چاہیں تو عمل درآمد کر سکتے ہیں۔

کتاب الوصایا میں چار فتوے ہیں جن کے ضمن میں متعدد جزئیات آگئی ہیں۔

(مرتب)





# کتاب الوصایا



## الاستفتاء

مسئلے مراد جو کہ اہل سنت جماعت سے تعلق رکھتا تھا، فوت ہوا ہے جس کے چار لڑکے نور محمد، رجاہ، بیگ، سراج الدین تھے اور تین لڑکیاں تھیں، اس کی فوتگی کے وقت دو لڑکے نور محمد، رجاہ اور لڑکی گوماں اس کی موجودگی میں فوت ہو چکے تھے نور محمد کے چار لڑکے ہیں احمد، رمضان، سوہنا، ممال۔

بیگ اور سراج الدین اور دیگر معززین علاقہ بیان کرتے ہیں کہ متوفی نے بوقت فوتیگی زبانی وصیت کی تھی کہ نور محمد پسر کی اولاد کو حصہ دیا جاوے۔ اس نے اپنی موجودگی میں ان کے حصہ کے برابر زمین تقسیم کر دی تھی، قبضہ احمد وغیرہ کا ہے دو لڑکیاں

مسماة سیداں و جنت اپنا حصہ دینے کو تیار نہیں جواب دیا جاو کہ آیا احمد وغیرہ کو مراد کے لئے حصہ دیا جاو  
یا نہیں؟



یہ وصیت شرعاً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے من بعد وصیة یوصی بہا  
او دین۔ پھر اس صورت میں تو متوفی نے زمین تقسیم کر کے تیسرے حصہ پر احمد وغیرہ کو قبضہ  
بھی دے دیا اور وہ باقاعدہ قبول بھی کر چکے ہیں تو وہ باقاعدہ شرعاً مالک بن چکے ہیں، فتاویٰ  
عالمگیری ج ۲ ص ۲۲۳ میں ہے والموصی لہ یمسک بالقبول تو ان کا وہ حصہ  
بحال رکھا جائے اور ان کے نام انتقال کیا جائے، سیداں اور جنت کو کوئی حق اعتراض  
قطعاً نہیں۔



واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ  
و اصحابہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید کا انتقال ہوا حالانکہ اس کا وارث صرف ایک اعیانی بھائی ہی ہے اور مرض الموت میں اس نے وصیت کی کہ میرا کل مال خیرات کیا جائے اور جو نقد ہے وہ قبر پر لگایا جائے اور حقیقی بھائی کا تقاضا یہ ہے کہ سامان اور نقدی سے مجھے بھی کچھ پہنچتا ہے یا نہیں اور یہ بھی تقاضا ہے کہ قبر پر میں خود اپنے انتظام سے خرچ کروں تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

نوٹ: زید کا ایک سوتیلا بھائی بھی ہے، کیا اس کو بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟  
السائل: عبد الحفیظ  
عبد الحفیظ بقلم خود ۷-۱-۷۶



حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلا بھائی وارث نہیں کما فی السراجیۃ اور وصیت صرف تیرے حصہ تک نافذ کی جائے کما فی السراجیۃ و منصوص فی

الاحادیث المرفوعة الصحيحة لهذا التجهيز و تکفین سے بچے ہوئے کل مال کا تیسرا حصہ خیرات کیا جائے اور دوسرے حقیقی بھائی کے ہیں اور حقیقی بھائی ہی قبر بنائے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آله

و اصحاب و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۱/۲۶

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ سمن اور نازیل کی موجودگی میں فوت ہوا :-

سمن

بیوی والدہ اخ اخ اخت اخت  
ساماں صوباں ماچھیا نورا زینب ستاں  
مگر مال تقسیم نہ ہوا اور رواج کے مطابق بیوی کے قبضہ میں ہی رہا، اب وہ بھی فوت ہو گئی اور یہ وصیت کر گئی کہ یہ کل مال مسجد کو دیا جائے تو کیا سمن کے دوسرے ورثاء اپنے حقوق سے محروم ہیں یا اپنا اپنا حق لے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: ماچھیا موچی از قادر پور منشاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوْبَ

قرآن کریم نے حصّہ مالِ وراثت کو نصیباً مفر و صاف فرمایا ہے تو وہ رواج وغیرہ سے ساقط نہیں ہو سکتا لہذا سمنداکے ورثہ اپنے حصّے لے سکتے ہیں اور وصیت صرف بیوی کے اپنے حصّے سے (جو کل مال کی چوتھائی ہے) نافذ ہوگی اور اس کا بھی صرف تیسرا حصّہ مسجد کا حق بنے گا کہ والثلث کثیر ہاں اگر وارث بالغ اپنی خوشی سے اپنے اپنے حصّے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے مگر کسی نابالغ کا حصّہ بلا رضا بالغ کا حصّہ لگانا جائز نہیں کہ مسجد پر مال طیب ہی لگایا جاسکتا ہے اور مالِ سمنداکا مسئلہ بوجہ اختلافِ ربع و سدس بارہ سے آئے گا مگر چونکہ بہن بھائیوں پر باقی بعد الفرائض بلا تقسیم نہیں ہو سکتا لہذا حسب ذیل قاعدہ بارہ کو چھ میں ضرب دی جائیگی اور ۷۲ سے حسب ذیل تقسیم درست ہو جائیگی:

سمند مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۷۲

بیوی	والدہ	ماچھیاخ	نور اخ	زینب اخت	سنا اخت
$\frac{18}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{6}{42}$	$\frac{6}{42}$

کذا فی السراجیۃ وغیرہا من اسفار المذہب المہذب -

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب محمد

والہ وصحبہ وبارک وسلم -

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



## الاستفتاء

- ۱- وصیت اور مہربی میں از روئے شرع کیا فرق ہے؟
- ۲- کیا والد اپنی نرینہ اولاد میں سے صرف ایک کے نام جائیداد کا کچھ حصہ مہربی کر سکتا ہے، جبکہ اس کے دو اور وارث موجود ہوں اور ان کو اس نے عاقل نہ کیا ہو؟
- ۳- اگر لڑکا اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو جائے تو متوفی لڑکے کی نرینہ اولاد اپنے دادا کی جائیداد کی وارث ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو اس کی شرح کیا ہوگی جبکہ والد کی اولاد صرف تین لڑکوں پر مشتمل ہو۔
- ۴- کسی شخص کے مرنے پر اس کی جائیداد کی تقسیم کیسے ہوگی جبکہ اس کی دو بیویاں، صرف دو لڑکیاں (ایک بیوی سے) اور ایک بھائی زندہ ہو اور ایک فوت ہو گیا ہو مگر اس کی اولاد زندہ ہو۔

السائل: مہتر عبدالحکیم اسٹنٹ سٹیشن ماہر سمریہ پال ضلع سیالکوٹ



- ۱- وصیت شرعاً کسی چیز کا بلا عوض دوسرے کو اپنی موت کے بعد مالک بنا دینا اور مہربی

کسی چیز کا دوسرے کو بلا عوض مالک بنا دینا اسی حال میں ہے تو وصیت میں ثبوت ملک موت کے بعد ہوگا اور ہبہ میں موت سے پہلے اور اگر ہبہ کر نیوالا فوت ہو جائے قبل از قبضہ مہوب لہ تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔ ایک فرق تو یہ ہے قبل الموت اور بعد الموت کا، دوسرا یہ ہے کہ ہبہ وارث کو بھی کر سکتا ہے اور وصیت وارث کے لئے نہیں کر سکتا اور اگر کرے تو شرعاً بالکل باطل ہے اور بھی بہت سے فرق ہیں مگر امید کہ سائل کے لئے یہ دو ہی کافی ہوں گے۔

۲۔ اگر ایک کو دوسروں پر دینی فضیلت ہے مثلاً عالم ہے کہ خدمتِ علم دین میں مصروف ہے یا عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر بلا فضیلت دینیہ ایسا کرے تو ہبہ ہو جائے گا اور دوسروں کا اس صورت میں بھی کوئی اعتراض یا مطالبہ نہیں ہو سکتا مگر مکروہ ہے اور گنہگار ہوگا۔ بحر الرائق ص ۲۸۸

۳۔ بوقتِ وفات والد ایک یا زیادہ لڑکے زندہ ہوں تو کسی لڑکے زندہ یا متوفی کی کوئی اولاد زور ماہ وارث نہیں ہو سکتی البتہ اس صورت میں دادا ان کے لئے وصیت کر سکتا ہے اور ایسے ہی مرض الموت سے پہلے ہبہ سے بھی ان کے لئے انتظامِ معاش کر سکتا ہے ان کی یتیمی کی وجہ سے۔

۴۔ کل ترکہ کے ۴۸ حصے کئے جائیں گے اور حسب تفصیل ذیل ہوں گے، متوفی بھائی کی اولاد اس صورت میں وارث نہیں، دونوں لڑکیوں کو سولہ، سولہ اور بیویوں کو تین تین باقی دس زندہ بھائی کے اور بیویوں کا حق برابر ہے ہکذا:

سہ کافی معتبرات المذہب المہذب ۱۲  
للعہ اور ایسے ہی اگر دائمی مریض یا اور کسی وجہ سے محتج ہو تو جائز ہے۔ یہ فتح الباری میں حضرت امام احمد سے مروی ہے قواعدنا لا تا باہ بل توید ۱۲۵ من غفرلہ صہ سراجیہ وغیرہ ۱۲ من ذامت برکاتہ



زید اصل سلسلہ من ۲۲ تصحیح من ۲۸ سراجیہ وغیرہا

یہ لٹری ۱۶ بیوی بیوی بھائی

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و صحبہ وسلم

الفقییر البواخیر محمد نور اللہ الخفی القادری الاشرافی النعمی غفرلہ

۲۲ محرم اکرام شریف ۱۳۶۹ھ

اقول هذا هو الحق والحق بالاتباع احق  
ابوالضیاء محمد باقر القادری النعمی النوری عنہ





# فتنہ فرات (قانون فرات)

للرجال نصيب مما ترك الوالدان و  
الاقربون و للنساء نصيب مما ترك  
الوالدان و الاقربون مما قل منه او  
كثر نصيبا مفروضا

(النساء : ۷)

”مردوں کے لئے اس (مال) میں حصہ ہے جو چھوڑ  
گئے ماں باپ اور قرابت والے۔ اور عورتوں کے لئے (بھی)  
حصہ ہے اس (مال) سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت  
والے (خواہ) تھوڑا ہو یا بہت۔۔۔۔۔ حصہ مقرر کیا ہوا“



تعلموا الفرائض و علموها الناس

شعب الايمان ، جلد : ۲ ، صفحہ : ۲۵۵

حدیث ۱۶۶۸

”علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ“



## کتاب الفرائض

فرائض، فربضہ کی جمع ہے، جو فرض سے مشتق ہے۔۔۔ فرض کا لفظ مقرر کرنے، واضح طور پر بیان کرنے، بلاعوض مال ملنے، اور بعض دیگر معانی میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔ علم الفرائض کا تعلق میراث سے ہے، چونکہ ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و متعین ہیں اور وضاحت سے انہیں بیان کر دیا گیا ہے، اس لئے اس علم کو علم الفرائض اور علم المیراث کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں علم الفرائض ایسا علم ہے جس کے ذریعے میت کے ترکہ میں سے اس کے ہر ہر وارث کا حصہ معلوم کیا جاسکے۔

میت کے مال سے متعلق بالترتیب چار حقوق ہیں:

(1) تجبیز و تکفین

(2) ادائے دین (قرضہ)

(3) نفاذ وصیت (ایک تہائی تک)



(4) ان تینوں امور کے بعد بقیہ ترکہ شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق میت کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ درج ذیل افراد بالترتیب مستحق وراثت ہوں گے:

### 1---- ذوی الفروض

وہ ورثاء جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔  
یہ بارہ اشخاص ہیں۔۔۔۔۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

- 1 \_\_\_ میت کا باپ
  - 2 \_\_\_ میت کا دادا (جد صحیح)
  - 3 \_\_\_ میت کا اخیانی بھائی (ماں شریک)
  - 4 \_\_\_ میت کا خاوند
  - 5 \_\_\_ میت کی بیوی
  - 6 \_\_\_ میت کی بیٹی
  - 7 \_\_\_ میت کی پوتی
  - 8 \_\_\_ میت کی سگی بہن
  - 9 \_\_\_ میت کی علاقائی بہن (باپ شریک)
  - 10 \_\_\_ میت کی اخیانی بہن (ماں شریک)
  - 11 \_\_\_ میت کی ماں
  - 12 \_\_\_ میت کی دادی (جدہ صحیحہ)
- ان (ذوی الفروض) کے لئے چھ حصے مقرر ہیں:



1 \_\_\_\_\_ نصف (1/2)

2 \_\_\_\_\_ چوتھائی (1/4)

3 \_\_\_\_\_ آٹھواں (1/8)

4 \_\_\_\_\_ ایک تہائی (1/3)

5 \_\_\_\_\_ دو تہائی (2/3)

6 \_\_\_\_\_ چھٹا (1/6)

## 2— عصبات

ایسے وارث جو ذوی الفروض سے باقی بچنے والا تمام مال سمیٹ لیں اور ذی فرض نہ ہونے کی صورت میں تمام ترکہ کے حق دار ٹھہریں۔۔۔۔۔ عصبات کی تفصیل یہ ہے:

میت کے اصول (باپ، دادا)

میت کے فروع (بیٹا، پوتا)

میت کے باپ کے فروع (بھائی، بھتیجا)

میت کے دادا کے فروع (چچا، چچا کا بیٹا) جبکہ یہ مذکر ہوں، البتہ میت کی

بیٹی، پوتی، حقیقی اور علاقائی بہن اپنے بھائیوں کے ساتھ اور یہ حقیقی اور علاقائی

بہنیں میت کی بیٹی اور پوتی کے ساتھ بھی عصبہ ہو جاتی ہیں۔

## 3— رو علی ذوی الفروض

عصبات نہ ہونے کی صورت میں بقایا مال دوبارہ ذوی الفروض پر تقسیم

کیا جائے گا۔



4---- ذوی الارحام

میت کے وہ قرابت دار جو نہ ذوی الفروض میں سے ہوں اور نہ ہی  
عصبات میں سے، جیسے ماموں، نانا، خالہ وغیرہ

نوٹ:---

- قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار محروم ہو گا (جیسے باپ  
کی موجودگی میں دادا محروم)
- قوی قرابت دار ضعیف قرابت دار کو محروم کرتا ہے (جیسے حقیقی بھائی  
کی موجودگی میں علاقائی بھائی محروم ہو گا)

5---- مولیٰ الموالاة

وہ شخص جس سے میت نے زندگی میں معاہدہ کر لیا ہو کہ ہم میں سے جو  
پہلے فوت ہو دوسرا اس کے مال کا مستحق ہو گا۔

6---- مقررہ بالنسب

متوفی نے اپنی زندگی میں کسی مجهول النسب شخص کے بارے میں نسب  
کا اقرار کر رکھا ہو۔

7---- موصیٰ له بجمع المال

جس شخص کے لئے میت نے تمام مال کی وصیت کی ہو۔



## 8--- بیت المال

درج بالا مستحقین میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کا تمام ترکہ بیت المال (سرکاری خزانہ) کی ملکیت ہو گا تاکہ تمام مسلمانوں کے کام آسکے۔

### موانع میراث

وراثت سے رکاوٹ کے اسباب درج ذیل چار امور ہیں:

(1) غلامی (یہ صورت اس وقت مفقود ہے)

(2) وارث اپنے مورث کو ناحق قتل کر دے۔۔۔۔۔ (اس میں قتل

بالسبب کے علاوہ باقی تمام اقسام قتل شامل ہیں، مزید تفصیل کے لئے ”کتاب الدیۃ و القصاص“ کا تعارف ملاحظہ کریں)

(3) اختلاف مذاہب۔۔۔۔۔ البتہ مرتد کے زمانہ ارتداد سے پہلے کی

جائیداد سے مسلمان وارث کو میراث ملے گی۔

(4) اختلاف دار۔۔۔۔۔ غیر مسلم وارث و مورث میں مملکت کا

اختلاف مانع وراثت ہے۔ یعنی ایک دارالاسلام کی حدود میں اس کا شہری ہو

اور دوسرا دارا کفر کا رہنے والا ہو، جیسے حربی و ذمی اور مستامن اور ذمی کہ

ان میں سے ایک دارالاسلام کا شہری ہو اور دوسرا دارا کفر کا، ان کو ایک

دوسرے کی میراث نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ البتہ اگر مسلمان دارا کفر میں جا کر

فوت ہو یا دارالاسلام میں فوت ہو اور اس کے مسلمان وارث دارا کفر میں

مقیم ہوں تو اختلاف دار کے باوجود حق وراثت سے محروم نہیں ہوں

گے۔۔۔۔۔ (درالمختار / ردالمختار، جلد: 5، 73-672)





فتاویٰ نوریہ کی کتاب الفرائض کافی مفصل ہے۔ اس میں درج ذیل

ابواب شامل ہیں۔

### 1۔۔۔۔۔ باب ذوی الفروض

ذوی الفروض، جن کے حصص قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں،  
تفصیل اسی مضمون میں پہلے بیان کر دی گئی ہے۔۔۔۔۔

### 2۔۔۔۔۔ باب العصبات

عصبات کی تفصیل بھی اسی مضمون کے گزشتہ صفحات میں درج  
ہے۔۔۔۔۔

### 3۔۔۔۔۔ باب ذوی الارحام

ان کی تشریح بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔۔۔۔۔

### 4۔۔۔۔۔ باب العول

ذوی الفروض کے حصص کی تعداد زیادہ اور مخرج ادائے فرض سے کم  
رہے تو مخرج کے اجزاء میں حسابی زیادتی پیدا کرنے کے عمل کو ”عول“ کہتے  
ہیں

### 5۔۔۔۔۔ باب الرو

عول کے برعکس ذوی الفروض کے حصص کم اور مخرج زیادہ ہو تو بقیہ  
ذوی الفروض پر لوٹا کر ان کے حصص میں اضافہ کرنے کو ”رد“ کہتے ہیں



6— باب التصحيح

وارثوں کے کسی گروہ کا حصہ پورے طور پر نہ بٹ سکے تو ضرب وغیرہ دے کر ایسی صورت کی جائے جس سے وہ حصہ پورا تقسیم ہو جائے اسے ”تصحیح“ کہتے ہیں

7 — باب المناسخہ

میت کی میراث ابھی تقسیم نہ ہوئی تھی کہ بعض وارث فوت ہو جائیں تو مورث اعلیٰ کی میراث ان مرنے والے ورثاء کی طرف منتقل کر دینا ”مناسخہ“ کہلاتا ہے

8 — باب مسائل الشتی

اس باب میں ترکہ، مفقود الخبر شخص اور دیگر متفرق امور کے بارے استفتاءات شامل ہیں

مجموعی طور پر کتاب الفرائض میں (154) استفتاءات شامل ہیں۔

(مرتب)



ذوئی القرمین

# کتاب الفرائض

## الاستفتاء



خلاصہ سوال یہ کہ جمال متوفی نے ایک عورت منکوحہ اور ایک لڑکی چھوڑی ہے  
علاوہ ازیں اس نے ایک عورت جو اغوار کر کے لایا تھا جس کا نکاح کسی اور کے ساتھ ہے اسکو  
بھی چھوڑا ہے اور عورت منکوحہ تقریباً سات سال سے اس کے پاس نہیں رہی بلکہ اپنے  
میکے رہی تو شرعاً اس کی وراثت کا حق کس کو ہے؟ — نیز حاملہ قتمیہ نے بیان کیا کہ متوفی جمال  
کی تین ہمشیرہ ہیں دو حقیقی اور ایک توسیلی اور ان دو حقیقی بہنوں میں سے ایک دین اسلام چھوڑ کر الگ ہو گئی  
اور متوفی کا باپ اور مائی اور بھائی موجود نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَ وَالصَّوَابَ

از روئے شریعتِ مطہرہ جمال متوفی کے وارث اس کی منکوحہ عورت اور لڑکی اور سگی بہن ہیں۔ کل مال متروک و ضعیف اغراجات کفن و دفن و قرض و وصیت کے بعد میں سے اٹھواں حصہ عورت منکوحہ کا حق ہے اور نصف لڑکی کا حق ہے اور باقی یقینی بہن کا اور آپس کے نزاع یا عورت کے میچے چلے جلتے سے اس کا حق سلب نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا صحیح ثبوت نہ ملے اور عورت کے اس کہنے سے کہ جمال نے مجھے ماں بہن کہا تھا، کچھ نہیں ہوتا، بدستور عورت عورت کا حق پاسکتی ہے اور دوسری عورت اغوار کردہ کا قطعاً یقیناً کوئی کسی قسم کا حق نہیں ہے اور سویلی بہن اور دینِ اسلام سے الگ ہونے والی بہن ان دونوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ احکام شریعتِ مطہرہ، قرآن کریم اور حدیث شریف اور کتب مذہب میں ملاحظہ بلاشک و شبہ موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و عملہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ وسلم۔



حزرة الفقير البواكير محمد نور الله النعمي غفر له

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ مسمیٰ محمد اسحاق فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثہ میں سے ماں، سگی بہن، لڑکی، بیوی اور دو چچے ہیں تو اس کی ورثہ کا کیا حکم ہے جبکہ بیوی نے حق مہر بھی وصول نہیں کیا ہو نیز متوفی کی ماں چاہتی ہے کہ متوفی کی لڑکی اپنے پاس رکھے حالانکہ لڑکی بالکل کم عمر ہے صرف پونے دو سال کی ہے اور متوفی کی ماں بہت ضعیف ہے اور کمزور نظر والی محتاج ہے، لڑکی کی پرورش اور نگرانی نہیں کر سکتی، تو کیا وہ لڑکی لے سکتی ہے یا متوفی کی بیوی لڑکی کے غیر محرم سے نکاح کرے تو پھر لے سکتی ہے یا کیا حکم ہے؟ حق حضانہ والی عورتوں میں سے صرف متوفی کی ماں اور بیوی اور بہن ہے جو لڑکی کے غیر محرم کے نکاح میں ہے اور مردوں میں سے متوفی کے صرف دو چچے ہیں جن سے ایک لڑکی کا نانا ہے۔

بینواتوجرا۔

السائل: محمد دین، از دلیکے مہار ۹ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۶ھ



حسب دستور شرع مطہر تجہیز و تکفین کے بعد دیون اور حق مہر جو داخل دیون ہے،

ادا کئے جائیں، بعد ازاں وصایا ثلث مال سے اور باقی مال کا چھٹا حصہ والدہ اور آٹھواں بیوی اور آدھا لڑکی کو دیا جائے اور باقی بہن کو، چچوں کو کچھ نہ دیا جائے کہ بہن لڑکی کی وجہ سے عصبہ بن گئی ہے تو یہ سبب اختلاف ثمن و سدس چوبیس سے آئیگا :

محمد اسحاق مسدس از ۲۲

۱	زوجه بنت اختلاب وام	عمان
۲	۳	۵
	۱۲	x

قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے من بعد وصیة یوحیٰ بہا و دین اور تقدیم بر وصیت بحکم حدیث شریف ہے اور عطف متقاضی ترتیب نہیں، نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے ولا جویہ لكل واحد منہما السدس، نیز ارشاد ہے فلم یمن الثمن مما ترکتم، نیز فرسان والا شان ہے و ان کانت واحدة فلہا النصف۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۲۲، شامی ج ۶ ص ۶۷۶، مگر آجیس ۱۰، ۱۱ میں ہے والنظم من السراجیة و لهن الباقی مع البنات او بنات الابن لقولہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۵ میں ہے اذا اجتمعت العصابات بعضها عصبة بنفسها وبعضها عصبة بغيرها وبعضها عصبة مع غيرها فالترجیح منہا بالقرب الخ حتیٰ حنانت سب سے اول و اقدم ماں کے لئے ثابت ہے اور غیر محرم سے نکاح کی صورت میں گو وہ حق نہیں رہتا مگر جب اس کے سوا کوئی دوسرا لڑکی کے لئے خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے تو اس کا حق بن سکتا ہے، اگر یہ انتظام کر سکتے ہوں اور کمزور و ادوی نانی وغیرہ جو بچے کی حفاظت و پرورش کر سکے، حتیٰ دار نہیں بن سکتی تو غیر محرم سے نکاح کرنے کے بعد پرورش کا حق متوفی کے اس چچے کا ہے جو لڑکی کا نانا بھی ہے حتیٰ الام تو کتب شرعیہ سے اظہر من الشمس ہے اور شامی ج ۲ ص ۸۷۱ میں ہے قال الرملى



و يشترط في الحاضنة ان تكون حرة بالغة عاقلة امينة قادرة و  
ان تخلو من نرج اجنبى، نیز قیدِ قادیانہ کے فوائد میں فرمایا ہے يعلم منه حکم  
ما اذا كانت مريضة او كبيرة عاجزة نیز شامی ج ۲ ص ۸۸ میں ہے فينبغي للمفتي  
ان يكون ذا بصيرة ليراعى الاصلح للولد فان قد يكون له قريب  
مبغض له يتمنى موته و يكون نرج امه مشفقا عليه يعرض عليه  
فراقه فيريد قريبه اخذه منها ليؤذيه و يؤذيها و لياكل  
من نفقتها او نحو ذلك و قد يكون له زوجة تؤذيه اضعاف  
ما يؤذيه زوج امه الاجنبى و قد يكون له اولاد يخشى على لبنت  
منهم الفتنة لسكناها معهم فاذا علم المفتي او القاضى شيئا من  
ذلك لا يحل له نزعها من امه لان مدار امر الحضانت على نفع  
الولد الخ و حكم العصبية ايضا واضح -

والله تعالى اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم و صلى الله  
تعالى على حبيب و آل و صحبه و بارك و سلم -

عزّه الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۶ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ زید فوت ہو گیا ہے اور



دولہ کے اور ایک عورت چھوڑ گیا ہے، عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت کتنا حصہ ملے گا؟  
بینو اما جو دین من رب العلمین۔



اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہ عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت  
آٹھواں حصہ ملتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں موجود ہے قولہ تعالیٰ فان كان لکم ولد  
فلمن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة تو صون بہا او دین (سورۃ النساء)  
یعنی اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے جو وصیت تم کر جاؤ اور دین  
نکال کر برابر ہے کہ ایک بیوی ہے یا زیادہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

عزہ الفقیر البوا کبیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

نقل استفتاء و فتویٰ مولوی بحر العلوم عبد الجبار بلطف و عبادتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین فقہائے شریعت متین اس مسئلہ میں ایک شخص امیر کبیر اس کا صرف ایک لڑکا، دونوں قضاے الہی سے فوت ہو جاتے ہیں اور امیر کبیر کی بیوہ اور لڑکی شادی شدہ اور اس کی ایک پوتی تبع والدہ ماجدہ حیات میں، وراثت کا انتقال متوفی لڑکے کے نام نہیں ہوا اس امیر کی تمام جائیداد جدی وراثت نہیں تھی، کچھ حصہ اپنے ماموں کی جائیداد سے ہبہ کچھ حصہ اپنی خالہ سے جو کہ اہل ہنود کے پاس فروخت ہو چکا تھا، بروئے حق شفعہ حاصل کیا، متوفی امیر کے جدی وارث تقریباً پانچ پشت پر ملتے ہیں۔

### جواب

اس صورت مسئلہ میں لڑکی تمام میراث کی مستحق ہوگی جیسا کہ درالمختار ج ۴ ص ۱۲۱ میں ہے ان القربی تحجب البعدی یعنی قریبی وارث دور والوں کو محروم کر دیتا ہے یعنی بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی کو از روئے فتوے محروم کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ شامی ج ۵ ص ۵۵۱ میں ہے ام الام تترث ومع الام وکذا حجت بنت الابن مع بنت الواحد الصلیبۃ یعنی ماں محروم کر دیتی ہے نانی کو اور اس طرح پوتی محروم ہوتی ہے بسبب بیٹی کے جو بسبب متوفی سے پیدا ہوئی ہو۔

اس عبارت سے صاف ظاہر معلوم ہوا کہ قرابت قریبی کے سبب دوری والے محروم رہیں گے۔ یہ فقہ کا مسئلہ بڑی کتابوں میں ہے بمبسوط، جامع صغیر اور محیط وغیرہ میں اس صورت میں لڑکی نصف میراث سے کل کی طرف لوٹے گی، نصف میراث کی اور صورت ہے یہ نہیں، علماء کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ شامی کی عبارت میں نے پیش کی ہے اور یہ موت متوفی کے بعد واپس ہبہ کر نیوالے کی طرف نہ پھرے گا بلکہ متوفی امیر کبیر کی اولاد کو ملے گا، اسی پر فتوے ہے اور شفیع کے سبب متوفی امیر کبیر نے جو جائیداد لی ہے وہ پچھلے وارثوں کی طرف از روئے میراث نہ لوٹے گی جیسا کہ ہبہ یعنی ہبہ



کی اولاد کو نہ ملے گا بلکہ جو موہوب لہ لڑکی اولاد کو ملے گا یعنی جس کو مہبہ ہوا، اس کے بعد اس کی اولاد کو ملے گا، اسی طرح شفعہ شفیع کی اولاد کو ملے گا یعنی اس کو جسے شفعہ کا حق ملا ہے اور پھلوں کو میراث نہ ملے گی۔ اسی طرح در المختار ج ۲ ص ۳۵ میں ہے الشفعة لا تورث یعنی شفعہ میراث نہیں بنتا اور پھلے وارث جنہوں نے وہ جائیداد اپنی اہل ہنود کے پاس فروخت کی تھی اب وہ شفیع کی میراث سے حق نہیں پاسکتا، بیٹی کا حق از روئے شریعت حدیث بخاری شریف پارہ ۱۱ ص ۳۸۳ سے ثابت ہے کہ بیٹی کی جائیداد بھی لے سکتا ہے جیسا کہ سعد بن ابی وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور وارثوں کے ہوتے ہوئے بیٹی اور عورت میں وراثت تقسیم کیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اور آپ نے اجازت دی تھی وہ بخاری کی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں ولحد یکن لہ یومعدا الا بنتہ یعنی سعد بن ابی وقاص کے نزدیک وراثت میراث کا کوئی حق نہ تھا بغیر بیٹی کے حالانکہ اور وراثت موجود تھی مگر صحابی متوفی نے بغیر اپنی بیٹی اور بیوی کے کسی کو میراث نہ دی، اسی عینی شرح بخاری میں مرقوم ہے اور بخاری شریف کے حاشیہ پر بعدینہ یہ الفاظ موجود ہیں اور فتویٰ شامی ج ۲ ص ۳۵۲ میں ہے کہ مال ایک میت کا اقرب وارث گھیر لیتا ہے جیسا کہ بیٹی مذکور تمام کو محروم کر دیا اور خود اس نے تمام جائیداد پوری گھیر لی۔

دوسری صورت شامی میں لکھی ہے کہ اگر وارث جائیداد کا صغیر ہو تو اس کا مال ساتھ والے کو پیر کرینگے جیسا کہ بیٹی صغیر ہونے کے سبب اس کی مال تمام جائیداد گھیر لے گی اور امانت رکھے گی اور اس کی حفاظت اس کے سبب سے سرانجام دے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جائیداد مذکورہ سے دوسرے وراثہ مدعی محروم مگر بیوی اور لڑکی دونوں میراث لیں گی اور تمام جائیداد پر قابض ہوں گی۔



زوجه	بنت	تقسیم ثانی ۸ پر
۳	۲۱	زید میت

زوجه ۱ حصہ  
بنت ۷ حصہ

حدرہ علامہ مکر العلوم مولوی عبد الجبار بھری پوری بونگوی، مدرس کتب عربی  
۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ



یہ فتویٰ فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ اور شرع مطہر پر محض اقرار ہے، چند عبارات فقہیہ و حدیثیہ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جس سے قرآن کریم اور حدیث شریف و فقہ منیف کے احکام منصوصاً ٹھٹھ نہیں سکتے قرآن کریم میں صاف موجود ہے فان كانت واحدة فلها النصف یعنی ایک بیٹی ہو تو اس کے لئے نصف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ لڑکی کے لئے نصف اور پوتی کے لئے سدس تکملہ نلثین کا ہے رواہ البخاری ج ۲ ص ۹۹۷ وغیرہ من اللامۃ۔ تمام فقہاء کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے، درالمختار کی پہلی نقل کردہ عبارت کے ساتھ متصل یہی بیان

فرمایا ہے اور ایسے ہی شامی میں ہے۔ تفسیرت احمدیہ وغیرہ میں اس پر اجماع نقل فرمایا۔ قرآن کریم میں صریح ارشاد ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل من اوکثر نصیباً مفروضاً یعنی مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔ اس آیت سے صاف طور پر عصبیات وغیرہ رشتہ داروں کا حق ثابت ہو رہا ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۹ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقررہ حصے داروں کو دے دو اور جو بچے تو سب سے قریبی مرد کے لئے ہے ورواہ الائمة وغیرہ ایضاً عن ابن عباس ونصبه الحقوا الفرائض باہلہا فما ترکت الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳ میں ہے انظروا اکبر رجل من خزاۃ۔



بہر حال آیت مذکورہ بالا واحادیث سے جو حق ثابت ہو رہا ہے اس میں یہ نہیں کہ پانچویں پشت میں ملیں تو حق ثابت نہیں ہوتا بلکہ علی العموم ثابت فرمادیا اور ایسے ہی کتب فقہ و تفسیر سے ثابت ہے اور مما ترک جو آیت و حدیث میں وارد ہوا جائید جدی اور سہبہ و شفیعہ سے حاصل کی ہوئی کو علی العموم شامل ہے۔

رہے مولوی صاحب کے استدلال تو اجمالاً یہ کہ ان القربی تحجب البعدی جہات یعنی دادیوں نانیوں کے حق میں ہے، لڑکی اور پوتی کی صورت میں قطعاً

۱۔ بلکہ در المختار، عالمگیری، تشریحیہ، شرح سراجیہ، تفسیر معالم التنزیل، خازن وغیرہ میں صریحاً جزئیہ موجود کہ عم الجدو ابنہ وان سفلاً کی تفسیر ہے۔

نہیں بلکہ متصلاً ہی درالمختار میں ہے <sup>۶۴۵</sup> والسدس لبنت الابن فاكثر مع البنت الواحدة تکملة للثلثین یعنی چھٹا حصہ ایک پوتی یا زیادہ کا ہے، ایک لڑکی کے ساتھ ثلثین کا تکملہ اور شامی کی عبارت میں حجب حرمان نہیں بلکہ حجب نقصان کا بیان ہے یعنی ایک لڑکی کے ہوتے ہوئے پوتی کو نصف نہیں ملے گا بلکہ سدس ملے گا۔ ص ۵ ص ۶۸۳ میں ہے قوله وبنت الابن تحجب مع الصلیبۃ من النصف الی السدس اور ایسے ہی مہبوط ج ۲۹ ص ۱۲۱ میں ہے بلکہ جمیع کتب مذہبیہ میں یہی ہے کہ منصوص قرآن حدیث اجماع ہے کسامت اور منصوص کا خلاف تو مسائل قیاسیہ میں بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ مسائل فرائض کما ان میں توقیاس کو بالکل دخل ہی نہیں کما صرح بہ العلامة فی الدرر الشاہی فی حاشیئہ وغیرہما فی غیر ہما اور ظلم بر ظلم یہ کہ جب لڑکی تمام میراث کی مستحق ہے اور نصف سے کل کی طرف لوٹی تو بیوی کے لئے ثمن کہاں سے آگیا؟ یہ تناقض عجیب ہے اور اسی طرح عدم رجوع فی الہبہ سے استدلال نہایت ہی مضحکہ خیز ہے، وراثت کو کون دیوانہ رجوع قرار دیتا ہے۔



شامی وغیرہ نے تصریح فرمادی کہ موت سے ملک وراثت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے شامی کے لفظ یہ ہیں لا انتقال المملک للوارث اور وراثت کو اولاد میں منھن کرنا یہ مولوی صاحب ہی کا کام ہے اور عدم وراثت شفعہ سے استدلال وراثت اولاد کے لئے عقل و انصاف کو الٹی چھری سے ذبح کرنا ہے کہ اس عدم وراثت سے عدم وراثت اولاد وغیرہا ورثہ ہی مراد ہیں اور پھر لفظ شفعہ سے حاصل کی ہوئی جائیداد بذریعہ شفعہ مراد لینا یہ مولوی صاحب کا ہی منصب اجتہاد ہے افسوس!

در المختار و ثامی کا بیان کردہ معنی شفعہ بھی یاد نہ رہا اور حدیث بخاری سے استدلال کرتے ہوتے تو حدیث دانی کی انتہا ہی کر دی، اجمال میں تو دعویٰ یہ کہ حدیث بخاری سے ثابت کہ بیٹی کل جائیداد لے سکتی ہے اور تفصیل میں بیوی کو بھی حصہ دار بنا دیا، پھر یہ کہنا کہ حضرت سعد نے ورثہ تقسیم کیا تھا، یہ بھی موضوع ہے، تقسیم ورثہ کا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں بلکہ یہ بھی نہیں کہ حضرت سعد اس مرض میں فوت ہوئے، بلکہ اسی حدیث سے ثابت کہ تندرست ہو کر کافی مدت تک زندہ رہتے فتح الباری اور عینی میں ہے کہ چالیس سال سے بھی زیادہ زندہ رہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعد فاتح فارس بنے، اور پھر اسی تقسیم کی اجازت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت جرات ہے، اس حدیث میں تو وصیت ہی کی اجازت کا ذکر ہے۔

معاذ اللہ! یہ کیونکر ممکن کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق تلفی اور ظلم کی اجازت دیں بلکہ مرفوع کلمات مبارکہ میں رعایت جمیع ورثہ کی ہدایت فرمائی اور پانچ وجہ سے بیان فرمایا کہ وارث زیادہ ہیں تو راوی کے قول لمحیکن لہ یومئذ الا ابنتہ کا وہ غیر محقق معنی جو مولوی صاحب نے بیان کیا اگر واقعی ہوتا تب بھی باطل ہو جاتا چہ جائیکہ حاشیہ میں صحیح معنی مندرج ہے جسے بدلنے کی سعی لا حاصل کی گئی پھر قول ثامی سے استدلال وہی ادعائے بے دلیل و تناقض ہے اور امانت کے طور پر صغیر کا مال سپرد کرنا صغیر کے حق کو ثابت کرتا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ دلیل محرومی بنا رہے ہیں اور اخیر میں فرائض دانی پر یوں مہر تصدیق ثبت کر دی کہ تصحیح ۲۴ سے کر رہے ہیں حالانکہ پوتی کو ثلث نہ دیا جائے تو تصحیح بالکل بے جا و مہمل جاتی ہے، شاید ہی خیال آیا کہ تقسیم ثانی ۸ پر کی مگر یہ بھی تناقض مذکور کی وجہ سے باطل ہے، واقعی کسی نے صحیح فرمایا ہے

گر ہمیں مفتیان و این فتوے دخت و مادر حلال خواہند



الحاصل صرف لڑکی یا فقط لڑکی اور بیوی کا وارث ہونا باطل بلکہ اور بھی مستحق ہیں جن کا تفصیلی بیان میرے پہلے فتوے میں ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۳۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں، دو بھائی تحقیقی ہیں اور ایک ان کی والدہ حقیقی اور دونوں شادی شدہ بے اولاد، چند دن کے بعد چھوٹا بھائی فوت ہو گیا۔ اب متوفی کی بیوی اور اس کا بڑا بھائی اور اس کی بیوی اور والدہ یعنی کل چہار اشخاص ہوئے، اب مابین ان کے ارض تقسیم کریں۔ بیینوا تبوجروا۔



اگر صورت مسئلہ واقعباً اور صحیحہ ہے تو ماں کا تیسرا حصہ اور متوفی کی بیوی کا چوتھا،



باقی سب بھائی کا ہے اور بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں، قرآن کریم میں ہے فلائقہ الثلث،  
فلهن الربع، للرجال نصیب الایۃ حدیث شریف میں ہے فلاولی رجل ذکر  
(متفق علیہ) اور یہی تمام کتب مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں مہرّح و مشرّح ہے اور چونکہ مسئلہ میں ثلث  
اور ربع آگیا ہے لہذا بارہ سے آئے گا کھکذا :

میت زید مسئلہ از ۱۲ کذا فی لہندیۃ والسراجینہ وغیرہا

ماں	بیوی متوفی کی	بھائی	بیوی بھائی کی
تیسرا حصہ	چوتھا حصہ	باقی از ۱۲	×

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ  
و بارک وسلم۔

عزّہ الفقیر البواکیر محمد نور السدا نعمی غفرلہ  
۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ مسمیٰ و ریام فوت ہوا اور اس کی اولاد نہیں،  
کچھ بہن بھائی اور ایک بیوی مسماۃ صاباں باقی ہیں تو از روئے قانون وراثت شرعیہ مسماۃ صاباں  
کا و ریام کی کل جائیداد باقی سے کیا حق ہے؟ بینوا توجروا۔  
السائل : عبدالغفور ساکن بارہ نیور تحصیل اوکارہ ضلع منٹگمری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْجَوَابُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

قرآن کریم میں بیوی کے لئے چوتھا حصہ مقرر فرمایا ہے دین وغیرہ کے بعد ولہن  
الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔  
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والى  
وصحبه وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ سہمی محمد علی فوت ہوا  
اور اس کے پیمانہ گان حسب ذیل ہیں :

۱۔ بیوی مسماۃ گاماں ۲۔ حقیقی بہن مسماۃ نشاں ۳۔ حقیقی بہن مسماۃ جوانی

۴۔ بھتیجی مسماة سرداراں ۵۔ احمد دین حقیقی چچے کا لڑکا  
تو شرعاً اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، قرض اور وصیت نہیں، کفن دفن ہو چکا ہے  
بینوا توجروا۔

سائل : احمد دین، موضع چک نمبر ۳



شرعاً بیوی کا حق کل ترکہ میں چوتھائی اور بہنوں کا دو تہائی، باقی حقیقی چچے کے  
لڑکے کا ہے اور اختلاط ربع و ثلثان کے سبب مسئلہ ۱۲ سے آئے گا ہکذا،  
محمد علی مسئلہ از ۱۲

بیوی گاماں بہن نشاں بہن جوانی عم زاد احمد الدین بھتیجی سرداراں  
۳ ۲ ۲ ۱ x

قرآن کریم میں ہے و لهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد  
نیز قرآن کریم میں ہے فان کانت اثنتین فلہما الثلثن مما ترک  
حدیث شریف میں ہے ما ابقت الفرائض فلا ولی ساجل ذکر، اور  
اسی سے ثابت ہے کہ بھتیجی محض محروم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسندہ، مسمیٰ جمیل فوت ہوا اور تین پوتے مسمیان شیرا، شریف، محمد نذیر اور پوتی مسماۃ نور الہی اور بیوی مسماۃ عظمت چھوڑ گیا، ان کے علاوہ اس کے بھتیجے بھی موجود ہیں البتہ لڑکا یا لڑکی نہیں تو شرعاً اسکے وارث کون کون ہیں، کفن دفن ہو چکا ہے وصیت اور قرض نہیں۔ سائل محمد ابراہیم ساکن باقی پور تحصیل سیالپور ۲۶ صفر ۱۳۶۱ھ



صورتِ مذکورہ میں وراثت کے مستحق صرف بیوی اور پوتے ہی ہیں کہ اس صورت میں پوتے اور پوتی لڑکوں اور لڑکیوں کے حکم میں ہیں کہ وہ بھی اولاد ہیں جن کا کوئی حاجب نہیں البتہ اگر متوفی کا لڑکا زندہ ہوتا تو یہ مستحق نہ ہوتے، تو اس صورت میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے،

باقی کل پوتی اور پوتے یوں تقسیم کر لیں کہ ایک ایک پوتے کے دو دو حصے اور ایک پوتی کا ایک بوجہ ثمن مسدہ ۸ سے آئے گا جو صحیح طور پر تقسیم ہو جائیگا، حسب ذیل ہے :

جمیل مسدہ از ۸

بیوی مسماة عظمت پوتہ شیرا شریف پوتی مسماة نور الہی

۱ ۲ ۲ ۲ ۱

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على خير خلقه

حبیب و آلہ و صحبہ اجمعین۔

حزب الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ



## الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسدہ کہ مسماة شیرا کی حاصل کردہ جائیداد اس کے دونوں لڑکوں مسماة ہستا و مسما کے نام انتقال ہوئی انگریزی دور میں اور دونوں بھائیوں کی ہمیشہ مسماة دولاب بی بی جو اب تک زندہ ہے جب مسما فوت ہو تو اسکی ایک بیوی اور تین لڑکیاں اور ایک بھائی ہستا موجود تھے تو انگریزی قانون کے مطابق اس کی

کل متروکہ جائیداد مسمی ہستا کے نام منتقل ہوئی۔ اب ہستا بھی فوت ہو چکا ہے اور اس کی ایک لڑکی مسماۃ غلام فاطمہ زندہ ہے اور مستاک کی تین لڑکیاں مسماۃ مریم و شرفاں و کریم بھری بھی موجود ہیں، مسمی شیرا کے حقیقی بھائی مسمی اد میرہ کی اولاد سے سمیان رمضان و غلام زندہ ہیں تو اب شرع شریف کی رو سے اس کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائیگی؟ نیز مسمی ہستا نے اپنی جائیداد کی وصیت باقاعدہ اپنی لڑکی مسماۃ غلام فاطمہ کے نام تحریر کر دی تھی، اس کا کچھ اعتبار شرعاً ہے یا نہیں؟

سائل: رمضان و غلام پسران اد میرہ از چک نمبر ۱۲، ایس پی۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الجواب**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُورِ وَالصَّوَابَ

شرعاً مسمی مستاک کے وارث لڑکیاں، بیوی، بھائی اور بہن تھے، لڑکیوں کی دہائیاں اور بیوی کا آٹھواں حصہ اور باقی بھائی اور بہن کے لئے تھا، بھائی کا بہن سے دگنا حق ہے، گو انتقال انگریزی دور میں ہو چکا مگر کسی طریق سے حقداروں کو اگر حق مل سکے تو نہایت ہی ضروری و موزون ہے اور مسمی ہستا کے وارث صرف لڑکی غلام فاطمہ اور بہن دولال ہی ہیں، رمضان وغیرہ کو کچھ نہیں مل سکتا کہ بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے اگر میت کا بھائی نہ ہو تو، لہذا یہ دونوں اندریں صورت نصف نصف کی مستحق ہیں۔ قرآن کریم میں ہے

وان كانت واحدة فلها النصف، <sup>میں</sup> سراجیہ میں ہے ولهن الباقي مع البنات  
 او بنات الابن لقوله عليه السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبه۔



واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ

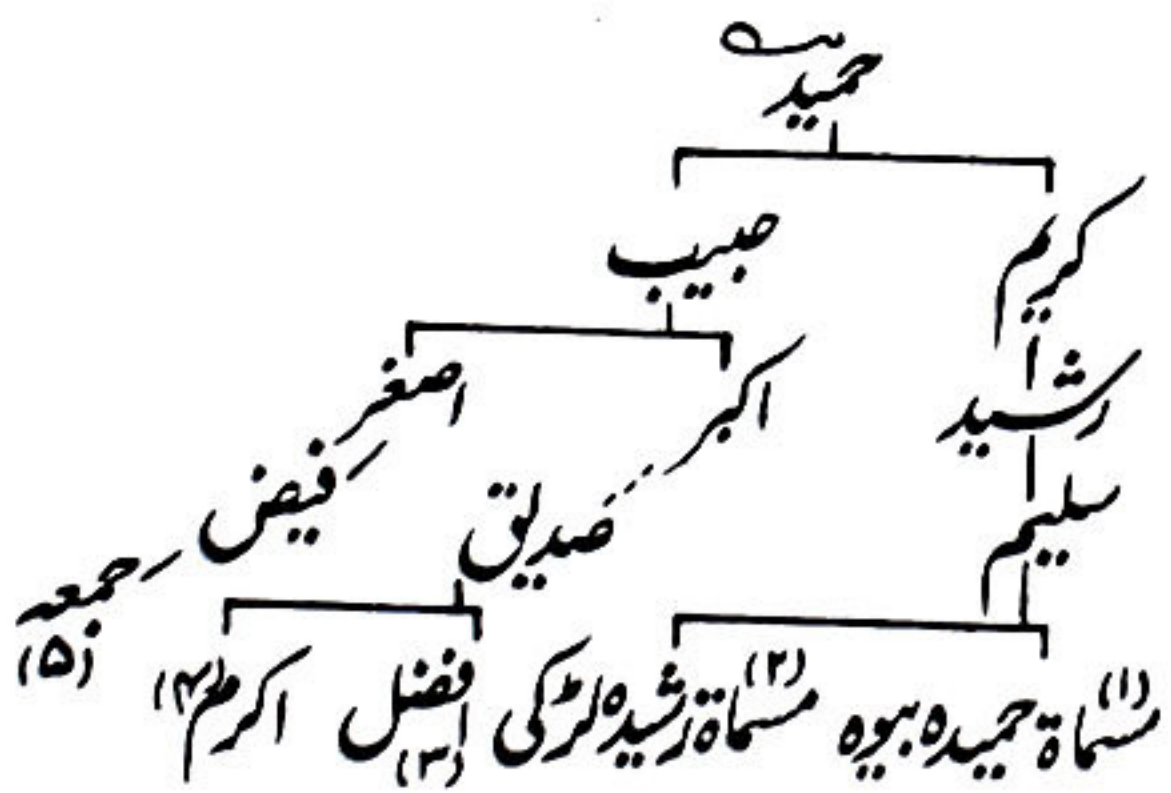
وہماک وسلم۔

(نوٹ) یہ سوال قبل ازیں مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ کو مسٹی غلام ازبگہ حیات کی طرف سے آیا مگر اس میں بہن مسماۃ دولال اور ایسے ہی مستاک کی بیوی کا بھی ذکر نہیں تھا تو جواب اور دیا گیا، اگر وہ صحیح ہے تو جواب بھی وہی ہے اور اگر یہ سوال درست تو جواب یہی ہے واللہ اعلم بالصواب اور وصیت مذکورہ کا اعتبار نہیں۔

صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

## الاستفتاء



سہ بعینہ اس طرح ایک اور سوال آیا مگر نام اور محقق لہذا انداز

نہ کیا گیا کہ جواب ایک ہی ہے مع تغیر الاسما فقط۔

ابو الخیر غفرلہ

سلیم فوت ہو جاتا ہے، مندرجہ ذیل آدمی وارث بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۱۔ مسماۃ حمیدہ ۲۔ مسماۃ رشیدہ لڑکی ۳۔ افضل ۴۔ اکرم ۵۔ جمعہ۔ ان کے حصص بموجب شریعت کیسے ہونے چاہئے۔ سلیم متوفی اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ سلیم کے فوت ہونے سے پہلے ان کے والدین اور صدیق فیض، اکبر اور اصغر فوت ہو چکے تھے، اب صرف ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ حیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ اٰثْمًا وَصَوَابًا

بیوی کا  $\frac{1}{8}$  لڑکی کا  $\frac{1}{4}$  افضل کا  $\frac{1}{8}$  اکرم کا  $\frac{1}{8}$  جمعہ کا  $\frac{1}{8}$  حصہ ہے، مسئلہ اٹھ سے آئیگا،

حسب ذیل :

سلیم  
 مسئلہ از ۸  
 نوٹ: بیٹی کے شوقی بیوی فوت  
 سر سہن بیوی فوت وفات نہ ہوئی

جمہ	اکرم	افضل	رشیدہ لڑکی	حمیدہ بیوی
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$

کما فی القرآن الکریم والاحادیث الصحیحۃ والفقہ الحنفیۃ  
 المنیفة - واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله

وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۷ھ



# الاستفتاء

سائل منظر کہ مسٹے گوماں فوت ہوا اور ایک لڑکی کا تیسراں اور حقیقی بہن مسماۃ صیداں اور چچا زاد تین بھائی چھوڑ گیا تو شرعاً اس کا ترکہ کس طور پر تقسیم ہوگا اور تمام مال کی وصیت لڑکی کے لئے کر گیا، قرض وغیرہ کچھ نہیں، کفن و دفن ہو چکا۔  
سائل : رمضان پیرائیں از نوریکے



شرعیہ وصیت بحکم حدیث شریف لا وصیۃ لوارث باطل ہے اور لڑکی کا حق بحکم قرآن کریم نصف ہے وان كانت واحدة فلها النصف اور باقی سب بہن کا ہے بحکم حدیث شریف اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

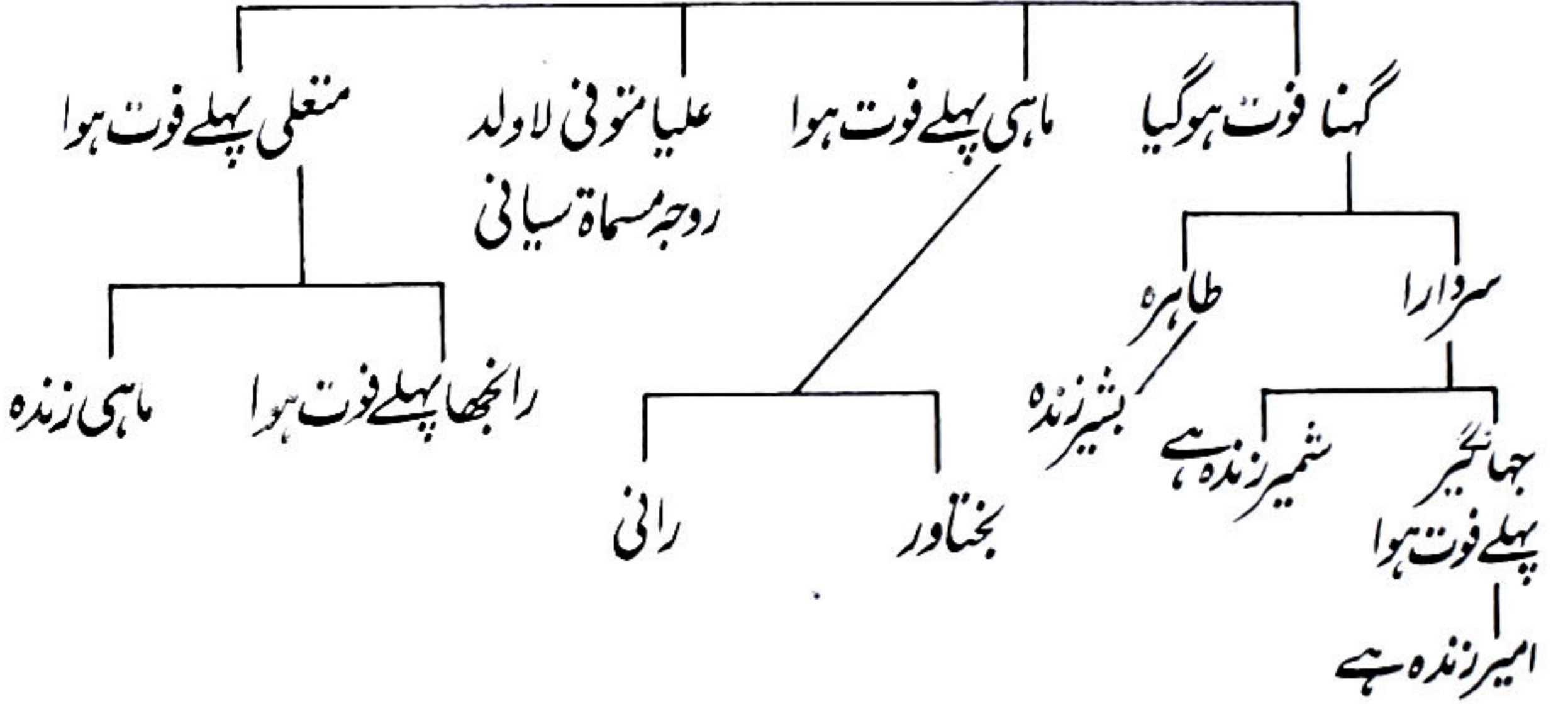
حزب الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسی علیا فوت ہوا، اس کے پس ماندگان مسماۃ سیا زوجہ اور ماہی ولد متعلی اور میر، شمیر، بشیر، گہنا برادر علیا کے پوتے ہیں تو شرعاً اس کی جائیداد کے مستحق کون کون ہیں اور تقسیم کس طرح ہوگی، شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:

باگڑ



نوٹ: علیا متوفی اور اس کے تینوں بھائی بھائی ہیں۔

السائل: ماہی ولد متعلی از مالی مہار تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گری



مسماۃ سیانی زوجہ کا ۱/۴ حصہ ہے باقی کل سہ ماہی بھتیجا کا ہے، امیر وغیرہ محروم ہیں کہ بھتیجے

کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے وارث نہیں ہو سکتے، مسئلہ چار سے آئیگا حسب ذیل :

علیا مسئلہ ۴

مدیت

مسماة سیانی زوجہ      ماسی برادرزادہ      امیر شمیر بشیر بھتیجوں کے لڑکے

$\frac{1}{4}$        $\frac{3}{4}$       x x x

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی  
حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

شجرہ نسب

اللہی بخش

امان علی

خدا بخش

ندان

نصیر

ملکھی خاں اپنے والد کی تیا میں فوت ہو گیا تھا  
اب ملکھی کی ایک لڑکی بیان ہوتی ہے۔

مانگھی، السدوتہ، بھولا، مولا بخش بھولا  
صدو

غلام نبی بقلم خود

۲۹-۱۲-۵۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

ملکھی کی لڑکی کے متعلق تصدیق کیا جاتے، اگر ثابت ہو جائے تو نصف اس کا اور باقی نصف ندان کے عصبات مانگھی وغیرہ (جو بوقتِ وفاتِ ندان زندہ تھے) کا کہ سائل نے زبانی بیان کیا، نصیر ندان سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ندان کی کوئی پوتی بھی نہیں تو مانگھی وغیرہ کل جائیداد کے وارث ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و صحبہ وسلم۔

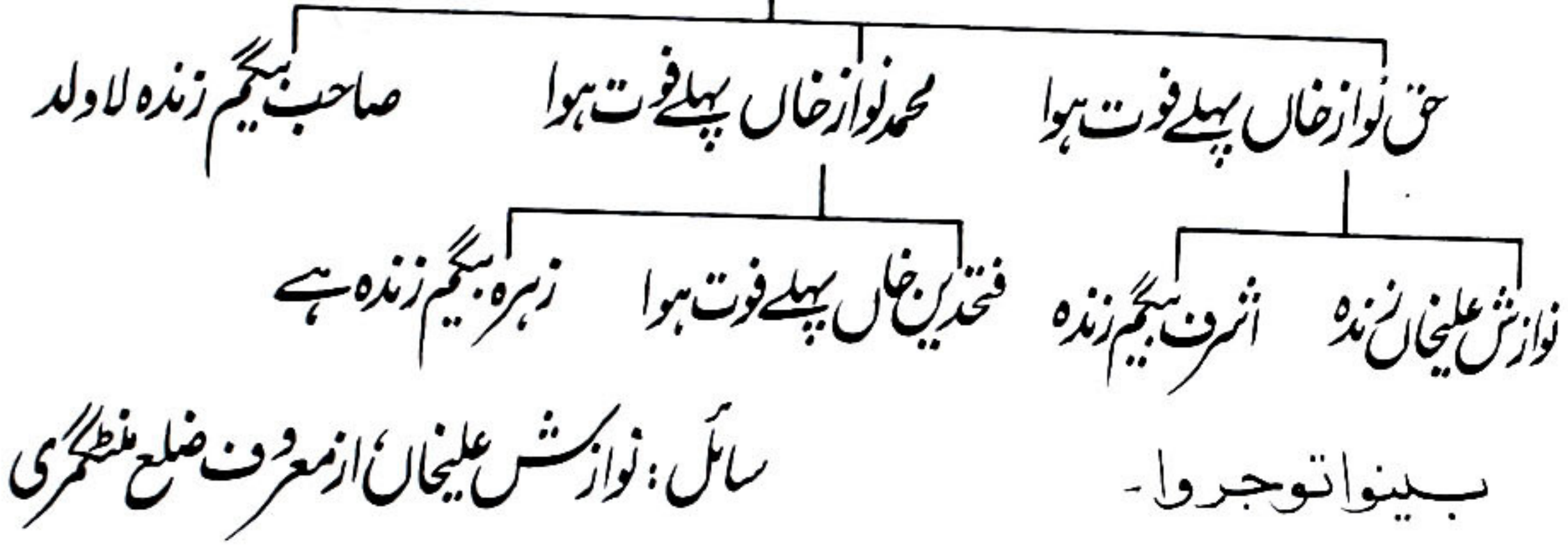
صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ غلام محمد خاں حسب ذیل وارثوں سے فوت ہوا تو اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

شجرہ نسب  
غلام محمد خاں متوفی



مسماة صاحب بیگم لڑکی کا حصہ  $\frac{1}{8}$  ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانت واحدة فلها النصف، سراجیہ میں ہے النصف للواحدة، مسماة نواز شہ علیجاں پوتے کا  $\frac{1}{8}$  اور مسماة اشرف بیگم پوتی کا  $\frac{1}{8}$  اور زہرہ بیگم پوتی کا بھی  $\frac{1}{8}$  ہے، قرآن کریم میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پ ۱۳۶)، سراجیہ میں ہے والباقی بینہم للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں محمد عبداللہ و محمد یعقوب و عبدالغفار و عبدالجبار پسران میاں رحم الدین ہیں، محمد عبداللہ پہلے فوت ہو چکا ہے جس کا ایک لڑکا عبدالعزیز ہے بعد ازاں محمد یعقوب بھی فوت ہوا۔ عرصہ ۳۵/۴۰ سال ہوا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں، اس کی ایک بیوی مسماة روشن بی بی ہے اور عبدالغفار و عبدالجبار و بھائی اور بھتیجا عبدالعزیز موجود ہے، محمد یعقوب کا سالم حصہ زمین مسماة روشن بی بی کے نام بطور قانون انگریزی ہے اور وہ عبدالغفار و عبدالعزیز کو ہبہ یا پٹہ کی صورت میں کل زمین دینا چاہتی ہے اور عبدالجبار کا حق تلف کرنا چاہتی ہے۔ کیا وہ اس طرح ہبہ یا پٹہ کی صورت میں دے سکتی ہے اور ایک کی حق تلفی کر سکتی ہے؟ حق بیان کریں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

سائل : عبدالجبار موضع ڈولہ پختہ، ارشوال المکرم ۱۳۸۳ھ



مسماة روشن بی بی کل زمین ہبہ یا پٹہ پر نہیں دے سکتی کہ اس کا حق کل جائیداد میں

صرف ۱۴ ہے، باقی ۳۴ عبد الغفار و عبد الجبار کا ہے کہ متوفی محمد یعقوب کے عصبہ و ریحائی ایک درجہ کے ہیں اور عبد العزیز بھتیجے کا حق نہیں۔ سراجی میں ہے اما للزوجات فحالاتان الربیع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد و ولد الابن و ان سفلوا ص ۷ و ۸ نیز ص ۱۲ میں ہے شرح جزاء ابی ای الاخوة ثم بنوهم و ان سفلوا تو روشن بی بی اپنا حصہ ۱۴ بعد از تقسیم ہے یا پٹہ پر دے سکتی ہے۔

نوٹ : یہ جواب سوال کی واقعیت پر مبنی ہے، اگر سوال میں فرق ہو مثلاً ایک بھائی حقیقی دوسرا سوئیلا یا ہم درجہ یا قریب تر بہن ہو تو جواب بھی بدل جائے گا۔

ابوالخیر غفرلہ ۱۶ سوال المکرم ۷۳

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و سلمہ۔

حزب الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

جناب عالی! عرض ہے کہ میری ہمیشہ بنام بیگاں کے نام ۱۸ ایکڑ زمین عطیہ خود اس کو ملا ہوا ہے اور خاوند اس کا بنام شیر پلے گزر گیا ہوا تھا اور شیر کے نام آگے زمین ملکیت کی قریب ۴ کنال بقی اور شیر خاوند مائی کا پہلے زمین ملنے سے ۱۲-۱۵ سال کا فوت ہو یا ہوا تھا، دو اسکی لڑکی تھیں، ایک لڑکی فوت ہو گئی اور ایک زندگی ہے، اس کے نام تو نصف ۹ ایکڑ زمین انتقال ہو گئی

ہے اور دوسرے ۹ ایکڑ کا حصہ سے فتویٰ تحریر کرتا ہے صحیح جو پاکستان اور حدیث شریف اور کلام پاک میں جو حکم ہو۔

زمین مائی نے خود پیدا کی ہوئی ہے، انشاء اللہ اس میں کوئی غلطی نہ ہوگی۔  
الراقم: بندہ توکل الدین چک نمبر ۵۵/۵ تحصیل دیپال پور



اگر سوال درست ہے کہ اراضی خاص مسماة بیگاں کو عطیہ ہوئی ہے اور بیگاں ہی اس کی مالک تھی تو اس اراضی کے وارث بیگاں کے وارث ہی ہوں گے، حدیث شریف میں آیا ہے من ترک مالا فلورثتم (متفق علیہ) تو دوسرے ۹ ایکڑ کے مستحق اس کے دوسرے بھائی ہوں گے جو سائل نے زبانی زندہ بیان کئے۔ حدیث متفق علیہ میں ہے، فہو لاوئی رجل ذکر قرآن کریم میں ہے والاقربون۔

والله تعالى اعلم. وصلى الله تعالى على حبيبنا وولينا محمد

و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

نوٹ: سائل وہی سوال سابق ترمیم شدہ دوبارہ لایا جو درج ذیل ہے:



# الاستفتاء

جناب عالی! عرض ہے کہ مسماة بیگیاں بیوہ شیر مہار فوت ہو گئی ہے اور اسکا  
 خاوند قبل ۶۳ سال سے فوت ہوا ہوا ہے، خاوند کی موت کے بعد مسماة بیگیاں کو گورنمنٹ کی طرف سے  
 زمین بطور عطیہ دی گئی تھی، مائی بیگیاں کی دو لڑکیاں بی بی اور ستاں تھیں جن میں سے ستاں  
 فوت ہو چکی ہے، اب صرف بی بی زندہ ہے۔ مرحوم ستاں کے دو پسر فاضل اور نجتا اور بھی زندہ  
 ہیں۔ مسماة بیگیاں کے خاوند کے دو بھتیجے سادنا اور سید بھی زندہ ہیں۔ ہم مسماة بیگیاں کے حقیقی  
 بھائی ہدایت اور توکل الدین بھی زندہ ہیں۔ برائے مہربانی فتوے حقیقی اور نزدیک وارثان کو دیا جاوے۔  
 سائل: توکل الدین ولد خوشحال جٹ مہار، چک ۵۵ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگری  
 ۲۲ ذی قعدة المبارک ۱۳۷۳ھ



سائل نے زبانی بیان کیا کہ مسماة ستاں دختر بیگیاں بیگیاں سے پہلے فوت ہوئی ہے  
 تو شرعاً متوفیہ بیگیاں کے وارث مسماة بی بی دخترش اور مستمیان ہدایت اور توکل الدین حقیقی بھائی

ہیں، بی بی کا نصف اور بدایت و توکل الدین کا باقی نصف نصف و نصف ہے، قرآن کریم میں ہے و ان كانت واحدة فلها النصف اور حدیث متفق علیہ میں ہے فہو لاولی رجل ذکر تو یہ سہ چار صحیح ہو گا ہلکذا :

بیگیاں مسند از ۲ تصحیح از ۲		
بی بی بیٹی	بدایت بھائی	توکل الدین بھائی
$\frac{2}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$

فاضل و بختا و ریسراں ستاں اور سادنا و سید لیسراں برادر زوج بیگیاں محروم ہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

عزہ الغتیر البواخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص کو نہال کی طرف سے یعنی نانا کی جائیداد غیر منقولہ (ارضی) بذریعہ ہبہ ملی تھی، کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا، اسکی یہ ملکیت ارضی کا  $\frac{5}{8}$  حصہ اسکے والد اور  $\frac{1}{8}$  حصہ اسکی والدہ کے انتقال ہو گیا۔ اب اس کے دس سال کے بعد اسکی والدہ بھی فوت ہو گئی، اب اسکی والدہ کے مذکورہ  $\frac{1}{8}$  حصہ جو اس کے بیٹے کی طرف سے انتقال ہوا تھا کون حقدار ہے جبکہ متوفیہ مذکورہ کا کوئی سھقی باپ، بھائی، بہن، بیٹا وغیرہ کوئی نہیں ہے البتہ اس کا خاوند زندہ ہے اور اس کے خاوند کے تین لڑکے دوسری بیوی سے موجود ہیں۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ متوفیہ کے جدی رشتہ دار جو پردادا میں ملتے ہیں موجود ہیں  
بمعرفت مولانا محمد صدیق صاحب حجرہ شریف



متوفیہ کا خاوند ۱/۲ حصہ کا مستحق ہے، قرآن کریم میں ہے ولکم نصف ما ترک  
ازواجکم ان لم یکن لهن ولد، سراجیہ علیہ ص ۲۱ میں ہے النصف عند عدم  
الولد اور باقی ۱/۲ جدی مردوں کے لئے ہے جو عصبات ہیں، حدیث شریف میں ہے الحقوا  
الفرائض باہلہا فما بقی فهو لاولی رجل ذکر (متفق علیہ) مشکوٰۃ  
صح المطابع ص ۲۶۳، سراجیہ ص ۲۲ میں ہے ثم بالعصبات من جهة النسب  
ص ۱۵ میں ہے ثم فی اعمام ابیہ ثم فی اعمام جدہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله  
و اصحابہ و بارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ سیداد ہم شاہ



ولد شاہ دین شاہ سکنتہ محبوب شاہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹھگری کے اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ اس نے اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ برائے وصیت اپنی بیوی مسماۃ زہرہ بی بی کو وارث قرار دیا۔ مسماۃ زہرہ بی بی کی وفات کے بعد جائداد کا وارث و قائم مقام دونوں لڑکیوں مسماۃ گاماں بی بی و شفاں بی بی کو قرار دیا، مسماۃ شفاں بی بی بحالتِ ناکتخانی میں ہی فوت ہو گئی۔ مسماۃ زہرہ بی بی نے اپنی جائداد اپنی وصیت مسماۃ گاماں بی بی کو مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۳ء قائم مقام مقرر و تسلیم کیا۔ مسماۃ گاماں بی بی کی شادی مسمیٰ جمال شاہ نمبردار سکنتہ محبوب شاہ سے ہوئی۔ عرصہ ۱۲، ۱۳ سال کے بعد جلال شاہ نے ایک اور شادی کر لی۔ مسماۃ گاماں بی بی کی والدہ مذکورہ کے فوت ہونے پر وارثانِ بازگشت اس جائداد کے حقدار بننے کا جھگڑا کیا، زرعی جائداد کا انتقال پانچواں حصہ مسماۃ گاماں بی بی کو دیا گیا اور چار حصے وارثانِ بازگشت نے تقسیم کر لیا جس کے بعد مسماۃ گاماں بی بی نے وصیت بذریعہ رجسٹری اپنے سوتیلے لڑکے مسمیٰ مظہر حسین شاہ کے حق میں ۵ مارچ ۱۹۲۶ء میں کی اور جس میں درج کرایا کہ وارثان نے مجھ سے دھوکہ کیا تھا، اب میں بارضامندی مظہر حسین شاہ کو وارث قائم مقام قرار دیتی ہوں اب مسماۃ گاماں بی بی ماہ نومبر ۱۹۵۶ء کو فوت ہو گئی ہے جس کی جائداد اب کس طرح تقسیم ہونی ہے بذریعہ شریعت، فتویٰ دیا جائے۔

نوٹ: مسماۃ گاماں بی بی لاولد فوت ہوئی ہے اور اس کے سوتیلے بہن بھائی بھی نہیں اور

عصبات ہیں۔

سائل: سید جمال شاہ ولد سید غلام قادر شاہ نمبردار

سکنتہ محبوب شاہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹھگری

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

مسماة گاماں بی بی کی کل جائداد جو کفن دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد بچی اسکاتیسرا  
 حصہ مظہر حسین شاہ کو دیا جائے اور باقی کا نصف جمال شاہ خاوند کا ہے اور باقی جائزہ عصبہ کا ہے ہاں اگر جمال شاہ خاوند  
 اور وارث عصبہ اجازت دے دیں تو باقی دونوں حصے بھی مظہر حسین شاہ کو دے جائیں اور اگر  
 سب اجازت نہ دیں اور بعض دیں تو اجازت دینے والوں کے حصے دے جائیں اور باقی اپنا  
 اپنے لیے، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۳۳ ہے ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما یبقی بعد الکفن و  
 الدین الا ان تجیز العورۃ اکثر من الثلث ثم یقسم الباقی بین العورۃ  
 علی اسہام المیراث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حزق الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بچہ نے اپنی بیوی کو طلاق

دی اور اس بیوی سے ایک لڑکا ہے پھر بچہ نے دوسری شادی کر لی ہے جس سے تاحال کوئی اولاد نہیں ستنے کہ بکرفوت ہو گیا۔ اب مسئلہ درپیش ہے کہ متوفی کی وراثت کا حقدار کون ہے۔ بیوا تو جڑا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

سائل نے زبانی بیان کیا کہ مطلقہ کی عدت قبل وفات پوری ہو چکی تھی اور متوفی کے والدین اور دادا دادی، مانا نانی زندہ نہیں تھے تو اندریں صورت اکٹھا حصہ ۱/۸ بیوی کل ہے اور باقی کل لڑکے کا ہے۔

والله تعالى اعلم وعلب جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

متره الفقیر البوا کبیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید انگریزی دور میں فوت ہوا، ایک

لڑکی، دو بیویاں اور کچھ اور عصبے زندہ تھے مگر انگریزی قانون کے مطابق نصف جائداد بطور گزارہ ایک بیوی کے نام منتقل ہوئی اور دوسرا نصف دوسری بیوی کے نام، بعد ازاں ایک بیوی اور لڑکی جو اسی کے پیٹ سے تھی، فوت ہو گئیں اور اس متوفیہ بیوی کی جائداد وارثوں میں تقسیم ہو گئی، اب دوسری بیوی فوت ہوئی ہے اور اس کے دو حقیقی بھتیجے اور دو بھتیجے کے لڑکے موجود ہیں اور متوفی زید کے عصبات اور ایک نواسہ بھی موجود ہیں تو اندریں صورت اس متوفیہ کے بھتیجوں اور بھتیجے کے لڑکوں کو اس نصف جائداد سے شرعاً کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا اتوجروا

نوٹ : اس دوسری بیوی کے والدین اور بھین، بھائی اور خاوند زندہ نہیں۔



اس نصف جائداد میں اس بیوی کا حصہ زید خاوند سے اٹھواں تھا تو وہ اٹھواں حصہ اس کے دونوں بھتیجوں کا حق ہے اور باقی چھ حصے حسب دستور شرع زید کے ورثہ کے ہیں، قرآن کریم میں ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون، حدیث پاک میں ہے فلا ولی رجل ذکر (متفق علیہ) فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے فاقرب العصبات (الی ان قالوا) ابن الاخر تو بیوی کے بھتیجوں کے ہوتے ہوئے بھتیجے

کے لڑکوں کو کچھ نہیں ملتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ انتم واحکم وصلى الله  
تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ بروز ہفتہ بوقت ۱۱

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ متوفی سنی حنفی کی ایک  
لڑکی اور تین حقیقی بھائی اور ایک ہمیشہ اور ایک بیوی باقی ہیں تو کیا لڑکی کو ثمن نکال کر باقی کا نصف  
ملے گا یا کل ترکہ کا نصف اور ہمیشہ بھی حصہ پائے گی یا نہیں؟  
مستفتی: حاجی شاہ نوری، ساکن چک ٹھیکووالہ نزد عارفوالہ ضلع مظفرگڑی



ایک لڑکی کے لئے کل ترکہ کا نصف ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانت



واحدة فلها النصف اور فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۳، سرسرجی ص ۸ وغیرہا میں ہے  
 النصف للواحدة یعنی اکیلی لڑکی کے لئے نصف ترکہ ہے اور ثمن نکال کر باقی کا نصف ترکہ  
 کا نصف نہیں بن سکتا بلکہ وہ تو باقی کا نصف ہے جس کا ذکر نہ قرآن پاک میں ہے اور نہ ہی کسی  
 بیٹ شریف میں ہے اور کسی کتاب فقہ میں بھی نہیں لکھا، جس نے یوں کہا اس نے محض  
 افتراء کیا اور حقیقی بہن بھی بھائیوں کے ساتھ ضرور حصہ دار ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانوا  
 اخوة رجالا و نساء فللذكر مثل حظ الانثیین یعنی اگر بھائی بہن ہوں تو مرد کا  
 حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اور یہی فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۴ اور سرسرجی ص ۱۰ میں ہے ومع  
 الاخ لآب و ام للذكر مثل حظ الانثیین تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ بہن  
 حصہ دار ضرور ہے گو اس کا حصہ بھائی کے برابر نہیں بلکہ اس سے آدھا ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ ایسی  
 صورت میں حقیقی بہن حصہ نہیں پاتی قطعاً قابل اعتبار نہیں۔



والله تعالى اعلم و علمه جل مجدہ اتم و احکم و صلی الله تعالیٰ

علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۲۸-۱۰-۵۹

الاستفتاء

قبلہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مدظلہ

آداب کے بعد عرض ہے کہ فدوی کو مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل دریافت کرنا مطلوب ہے

میری ہمیشہ صاحبہ جس کو میرے والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ وراثت پہنچا ہے، اب وہ فوت ہو چکی ہے، اس کا خاوند حیات ہے اور اس سے کوئی اولاد نہیں ہے لہذا اس کا کل ترکہ کس نسبت سے تقسیم کیا جائے، اس کی والدہ صاحبہ اور بندہ برادر حقیقی حیات ہے۔

سائل: محمد یوسف خاں ولد یعقوب خاں ۶۰-۱-۳۰



خاوند کا نصف کل ترکہ ہے، قرآن کریم میں ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد اور والدہ کا ثلث یعنی کل ترکہ کا  $\frac{1}{3}$  اور باقی سب برادر حقیقی کا ہے۔ سر جیب میں ہے وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذکورین اور قرآن کریم میں ہے فلام الثلث مسئلہ ۶ سے صحیح ہے حسب ذیل :

مرحومہ مسئلہ از ۶

خاوند	والدہ	برادر حقیقی
۳	۲	۱

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآل

واصحابہ وبارک وسلم۔

حزرة الفقير البواكير محمد نور الله النعمي غفر له

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ ایک خاتون جسے باپ کے ترکہ سے حصہ ملا  
لاولدفوت ہوئی اور اس کا خاوند اور والدہ اور برادر حقیقی زندہ ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟  
سائل: محمد الوب خاں ولد محمد یعقوب خاں



خاوند کا حصہ  $\frac{1}{4}$  ہے، قرآن کریم میں ہے و لکم نصف ماترک از واجکم  
ان لم یکن لهن ولد۔ سراجیہ میں ہے النصف عند عدم الولد الخ اور والدہ کا  
 $\frac{1}{4}$  ہے۔ قرآن کریم میں ہے فلام۔ الثلث اور سراجیہ میں ہے و ثلث الكل عند عدم  
هؤلاء اور باقی برادر حقیقی کا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں ہے فلا ولی سرجل ذکر اور سراجیہ میں  
ہے ثم جزء ابی ای الاخوة۔ مسئلہ ۶ صحیح ہے حسب ذیل:

مستند از ۶  
خاتون  
میت خاوند  
والدہ  
برادر حقیقی  
۳  
۲  
۱

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آل

واصحابه و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

شب ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہوا حالانکہ اس کی ایک لڑکی ایک بیوی اور ایک بھائی زندہ ہیں، ان کے سوا کوئی اور قریبی وارث نہیں تو شرعاً اس مرنے والے کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟  
سائل.....

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْجَوَابُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

میت کے کفن و دفن اور قرض و وصیت سے جو بچے، اس کا نصف لڑکی کا حق ہے

اور اٹھواں حصہ بیوی کا ہے، باقی سب بھائی کا ہے۔ یہ مسئلہ ۸ سے صحیح ہوگا، حسب ذیل :

مسئلہ از ۸

میت		
بیوی	لڑکی	بھائی
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{3}{8}$

قرآن کریم میں ہے من بعد وصیة یوصی بہا و دین نیز قرآن کریم میں ہے فان کان لکم ولد فلہن الثمن نیز ہے وان کانت و اعدۃ فلہا النصف نیز ارشادِ احادیث شریفہ ہے ما ابقت اصحاب الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ

و باریک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

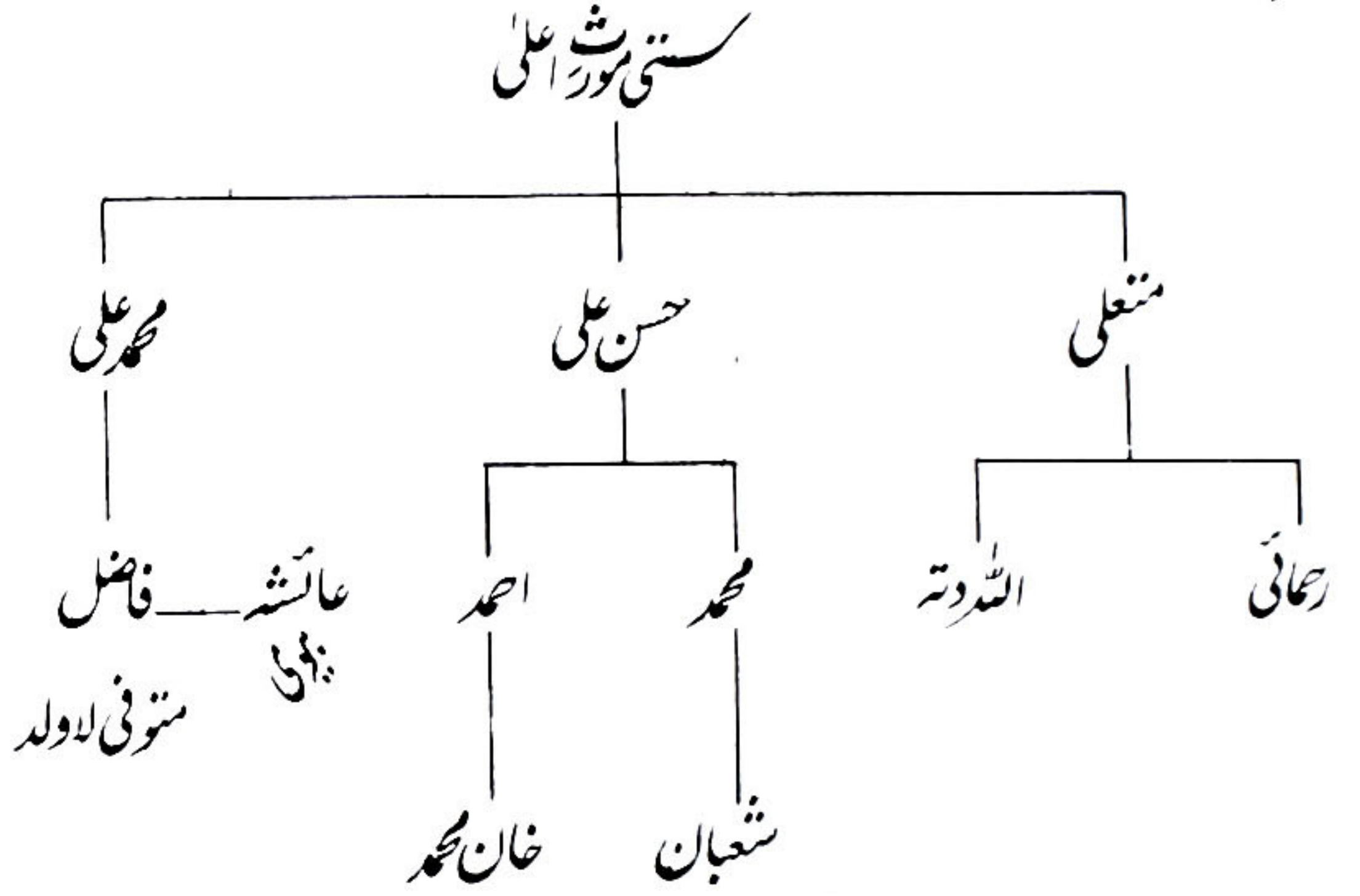
مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ ۶۰-۶-۲۳



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ فاضل ولد محمد علی لاولد فوت ہوا ہے اس کے والدین اور اس کے دونوں تائے اور تائے کے لڑکے پہلے فوت ہو چکے ہیں البتہ اس کے ایک تائے کا لڑکا مسمیٰ اللہ وتہ اور تائے کی لڑکی مسمیٰ صغیرہ

اور مسیٰ شعبان، مسیٰ خان محمد دوسرے تائے کے پوتے اور مسماۃ عائشہ بیوی موجود ہیں  
شجرۂ نسب حسب ذیل ہے :



تو از روئے شرع مطہر فاضل کی وراثت کس طرح تقسیم ہو۔ بینواتوجروا۔

سائل: مسیٰ اللہ رتہ ولد متعلیٰ کھوکھر چک ۲۸ تحصیل دیپالپور ضلع مظفر گڑھی نشان انگوٹھا



صوت مندرجہ بالا میں بیوی کا چوتھا حصہ ہے، سراجی ص ۷ میں ہے السربع  
للواحدة فصاعداً اور باقی سب مسیٰ اللہ رتہ کا ہے کہ وہ محسبہ اقرب ہے، سراجی ص ۱۴  
میں ہے شرح جزء جدہ ای الاعمام شر بنوہد اور شعبان اور خان محمد چونکہ  
دور ہیں لہذا محروم ہیں، سراجی میں ہے الاقرب فالاقرب یرجعون بقرب الدرجة

اور مسماة رحمانی بھی محروم ہے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيبنا و آله

و اصحابنا و بآرک وسلم۔

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۲۹-۱۲-۲۰

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس سلسلہ کے بارے میں کہ ایک عورت لا اولد رضائے الہی سے فوت ہو گئی جس کے والدین اور خاوند زندہ ہیں اسکی جائداد کس طرح تقسیم کرنی چاہئے؟  
فقط  
السائل : نیاز علی شاہ از قادر آباد



خاوند کا حق کل ترکہ کا نصف ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ حَقُّهُ مِمَّا رَزَقَ اللَّهُكُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

ازواجکم ان لحریکن لهن ولد اور باقی سب والدین کا ہے، اس کے دو حصے باپ کے اور تیسرا حصہ ماں کا ہے، قرآن کریم میں ہے فان لحریکن لہ ولد وورث ابواہ فلامہ الثلث۔ سراجیہ میں ہے وثالث ما بقی بعد فرض احد الزوجین وذلک فی مسئلتین نروج و ابوین الخ

حسب القواعد یہ سئلہ چھ سے آئے گا، حسب ذیل :

عورت مسئلہ ازچھ

ماں	باپ	خاوند
$\frac{1}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{3}{6}$

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

آلہ وبارک وسلم۔

حزیرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳-۷-۶۱

الاستفتاء

بخدمت اقدس الحاج قبلہ فقیر اعظم مدظلہم العالی ازجیٹ پور ۳۰/۱۲

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتی مشرع متین دریں مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور



بکر دونوں بھائی ہیں، زید بڑا بھائی ہے اور بکر چھوٹا بھائی ہے، دونوں بھائی شادی شدہ ہیں، زید کے ہاں تین لڑکیاں ہیں، دو شادی شدہ ہیں اور ایک کنواری ہے، زید کا بھائی بکر فوت ہو گیا ہے، بکر کی بیوی صرف اکیلی ہے، بکر کا کوئی لڑکا لڑکی نہیں ہے (اگے ایسے واقعات کا ذکر ہے جو استفسار کے لئے ضروری نہیں لہذا راج نہیں کئے)

السائل : امراؤ خاں میو حصہ دار جلیٹ پور

۶۲-۱۲-۳۰



شرعاً بکر کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے و لهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد یعنی بیویوں کے لئے چوتھا حصہ ہے اگر میت کا کوئی بچہ نہ ہو تو اور باقی تمام زید کا حق ہے، قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون یعنی مردوں کا حصہ ہے اس مال سے جو ماں باپ چھوڑ کر فوت ہوں اور زیادہ قرابت والے تو چونکہ بھائی زیادہ قرابت والا ہے لہذا اس کو حصہ ملے گا جس کی تشریح حدیث پاک نے کی فما ابقت الفرائض فلا ولی سرجل ذکر یعنی جو مقررہ کردہ حصوں سے بچے وہ تمام ایسے مرد کا حق ہے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو تو اس صورت میں چونکہ مقرر کردہ حصہ صرف چوتھائی ہے جو بیوی کا حق ہے تو باقی تمام حکم قرآن کریم اور حدیث پاک "زید" کا حق ہے جو

بھائی ہے اور یہی سرسبزیا اور فتاویٰ عالمگیر اور دوسری تمام کتب فقہیہ میں ہے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ  
 واصحابہ وبارک وسلم۔  
 نوٹ : یہ حکم اس صورت میں ہے کہ زید اور بکردونوں حقیقی بھائی ہوں یا سوتیلے  
 مگر باپ ایک ہی ہو۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳-۱-۶۳

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمیٰ نور الدین  
 متوفی کے وارث حسب ذیل ہیں۔ دو بیویاں مریم بی بی و جنت بی بی اور دو لڑکے محمد حنیف و  
 خلیل احمد اور چار لڑکیاں سرداراں، مریم بی بی، فیض الہی و زینب بی بی زندہ ہیں اور ایک  
 لڑکے مسمیٰ محمد رمضان جو نور الدین کے صین حیات میں ہی فوت ہو چکا ہے، کی لڑکی مسماۃ رحمان بی بی  
 بھی موجود ہے، کیا شرعاً مسماۃ رحمان بی بی بھی نور الدین کی وارث ہے یا نہیں؟  
 سائل: محمد حنیف ولد نور الدین مرحوم ازلہ صیوال تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھی

۲۹/۶۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالْمَوْتَ

شرعاً لڑکوں اور لڑکیوں کی موجودگی میں پوتی وارت نہیں بن سکتی کما فی  
 السراجیۃ و الہندیۃ وغیرہا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 اصحابہ و بارک و سلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
 ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ



**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ فضل الدین ولد سفری سلم شیخ  
 کی بیوہ ہے، میرے خاوند کے فوت ہونے کے بعد میرے سوتیلے لڑکوں نے مجھے ماہر پٹیا  
 گھر سے نکال دیا اور گھر کے تمام اثاثہ سے محروم کر دیا ہے۔ میرے خاوند کی فوتیگی کے بعد

حسب ذیل مویشی اور زیورات میری تحویل میں تھے جو مجھے گھر سے نکالتے وقت چھین لئے گئے ہیں، کیا ان اشیاء میں سے میرا کسی شے پر حق شرعی حکم سے ہے یا نہیں؟

- ۱۔ نام رکھاں سنہری وزنی ۲ تولہ
- ۲۔ تیل سنہری وزنی ۳ تولہ
- ۳۔ نٹیاں سنہری وزنی ۱ تولہ
- ۴۔ تختی خورد ۱ تولہ کل وزن ۳ تولہ
- ۵۔ حس چاندی وزنی ۲ تولہ
- ۶۔ حس خورد وزنی ۱۵ تولہ
- ۷۔ کنگن دو جوڑے وزنی ۳ تولہ
- ۸۔ کڑیاں دو جوڑے وزنی ۶ تولہ
- ۹۔ چوڑا جمعہ چھکنگن وزنی ۲ تولہ
- ۱۰۔ پلنگ رنگین قیمتی روپے
- ۱۱۔ پیٹری رنگین قیمت -/۵ روپے
- ۱۲۔ تھال کانس قیمت -/۱۰ روپے
- ۱۳۔ چھٹا کانس قیمت -/۸ روپے
- ۱۴۔ صندوق مین ۲ عدد -/۲۰ روپے
- ۱۵۔ بستر ۲ عدد قیمت -/۵۰ روپے
- ۱۶۔ پرات پیل قیمت -/۲۰ روپے
- ۱۷۔ کروا پیل قیمت -/۱۲ روپے
- ۱۸۔ چکی قیمت -/۸۰ روپے
- ۱۹۔ گدھی دو لگام قیمت -/۳۰ روپے
- ۲۰۔ بکریاں دوکان قیمت -/۲۵ روپے
- ۲۱۔ بھٹریں چالیس کان قیمت -/۲۰۰ روپے
- ۲۲۔ چار پائیاں ۲ عدد قیمت -/۳۲ روپے
- ۲۳۔ نقد روپیہ -/۵۰ روپے

نوٹ : ماما ۱۸ اشیاء فدویہ کے والدین نے مجھے میری شادی کے وقت دی تھیں، علاوہ انہیں گھر میں چھوٹی بڑی اور بھی کئی اشیاء تھیں۔

سائلہ : فدویہ امام بی بی بیوہ فضل الدین ساکن بھانہ صاحبہ، تھانہ منڈی بہر سنگھ

ضلع ساہیوال



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُورَ وَالصَّوَابَ

وہ چیزیں جو سائلہ کے والدین نے سائلہ کو دیں وہ سائلہ کی ہی ہیں اور باقی سب مال جو مسیحی فضل الدین کی تجہیز و تکفین اور دوسرے امور سے بچا اس کا اٹھواں حصہ بھی سائلہ کا ہے، یہ حکم قرآن کریم اور حدیث پاک کا ہے جو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و محبوبنا الاعظم  
 مولانا محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۲ صفر ۱۳۸۹ھ

۱۱-۵-۶۹



**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو حسب دستور یکے بعد دیگرے ایک ایک طلاق کے تین نوٹس اپنی صحت اور ہوش و

حوا سے بھیجے بعد ازاں بیمار ہو کر فوت ہو گیا تو کیا وہ عورت اس کی وارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟  
سائل محمد انور ولد ماجھی حصہ دار بصیر پور پشرفین  
محمد انور بظلم خود ۷۷



اگر وہ شخص مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہو تو وارث نہیں ہوگی،  
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۵ ولو انقضت عدتها ثم ماتت لم ترث۔  
والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على سيدنا محمد و  
على آله واصحابه اجمعين وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ ایم غفرلہ  
۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ ۷-۸-۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دی

اور اس کے بعد اس نے پھر رجوع کر لیا اور طلاق واپس لے لی کیا وہ اس کی جائداد کے حقدار ہے یا نہیں اور وہ فوت ہو گیا ہے۔

۲۔ اسی طرح اس کی لڑکی بھی ہے اور بھائی بھی ہیں، کیا وہ بھی جائداد کے حقدار ہیں یا کہ نہیں؟ کیا لڑکی کتنے حصہ کی مالک ہے؟

فتویٰ کی طالبہ

جنت بی بی



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ عورت بوقت وفات اس شخص کی باقاعدہ بیوی ہے جو حکیم قرآن کریم اس کی جائداد کے اٹھویں حصے کی وارث ہے اور جب اس کی صرف ایک لڑکی ہے تو وہ لڑکی نصف جائداد کی وارث ہے اور باقی ماندہ جائداد بھائیوں کی ہے بحسب حکم القرآن الحکیم والمذہب المہذب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى آله

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ ۱۱-۹-۲۰

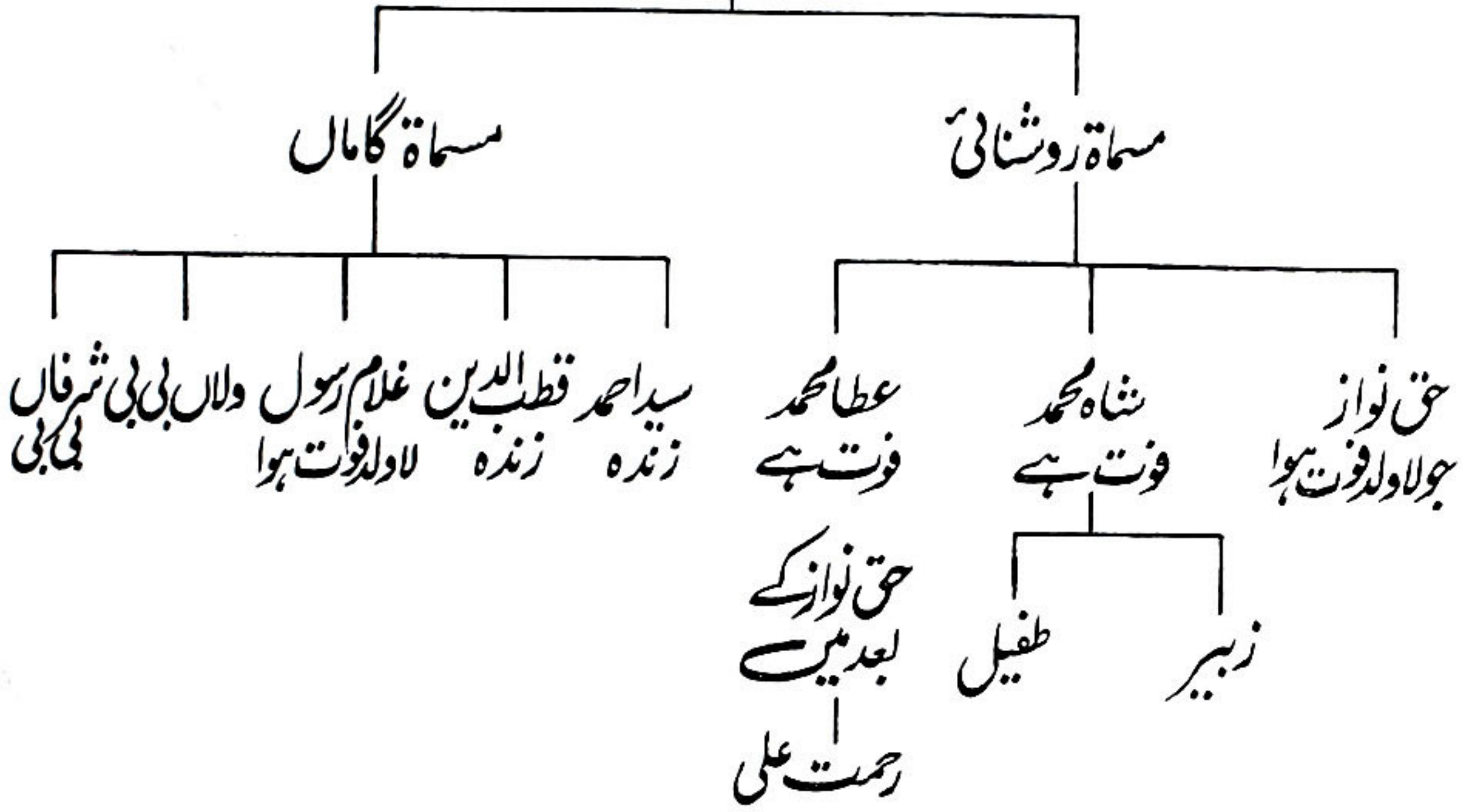
## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں صورت کہ متوفی گرجے خاں قہم و لوٹو راجپوت کے ورثہ میں سے صرف اس کی دو بیویاں مسماۃ روشنائی اور مسماۃ گاماں موجود تھیں پہلی بیوی روشنائی میں سے تین لڑکے حق نواز شاہ محمد عطا محمد اور دوسری بیوی گاماں میں سے تین لڑکے سید احمد قطب الدین، غلام رسول اور دو ہمیشہ گان و لاں بی بی اور شرفان بی بی موجود تھیں جو کہ گرجے خاں چھوڑ کر فوت ہوا تو ہند میں اس کے وراثت کے انتقال ہو گئے تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب پہلی بیوی روشنائی میں سے حق نواز لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس وقت اس کا سگہ بھائی عطا محمد موجود تھا اور گاماں میں سے سید احمد قطب الدین اور ان کی دو ہمیشہ گان موجود تھیں اور اسی طرح جب گاماں میں سے غلام رسول لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس کے سگے بھائی سید احمد قطب الدین اس کی والدہ اور دو ہمیشہ گان موجود تھیں اور روشنائی میں سے حق نواز شاہ محمد اور عطا محمد موجود تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متوفی حق نواز اور غلام رسول کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں؟



گر بچے خاں



متوفی حق نواز لاولد سکے بھائی عطا محمد اور مسماة گاماں میں سے سید احمد قطب الدین ولاں بی بی، شرفاں بی بی اور ان کی والدہ متوفی غلام رسول لاولد، سکے بھائی سید احمد قطب الدین ولاں بی بی شرفاں بی بی اور ان کی والدہ اور روشنائی میں سے حق نواز، شاہ محمد اور عطا محمد۔

السائل: رحمت علی ولد عطا محمد قوم وٹو، موضع پنجری پور تحصیل دیپا پور ضلع سیالکوٹ رحمت علی وٹو بقلم خود ۱۲/۵



غلام رسول کے وارث صرف اس کے حقیقی بھائی اور والدہ اور ہمیشہ گان ہی ہیں اور اس کے سوتیلے بھائی وارث نہیں ہو سکتے اور یونہی حق نواز فوت ہوا تو اس کا وارث صرف

حقیقی بھائی عطا محمد ہی ہے اور سوتیلے بہن بھائی وارث نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے ممتا  
ترك الوالدان والاقربون (سورة النساء)۔  
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و  
المراد اصحابه وبارك وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ ۵-۱۲-۲۰



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسٹی نبی بخش ولد فتح الدین قوم چھپڑا میں  
سکنہ بصیر لور جب فوت ہوا تو اس وقت اس کی لڑکی مسماۃ خان بی بی اور بیوی جنت بی بی اور والدہ  
مسماۃ طالع بی بی اور دیگر عصبات جدی زندہ تھے بعد ازاں مسماۃ طالع بی بی فوت ہوئی تو اس کی پتی  
مسماۃ خان بی بی زندہ تھی بعد ازاں مسماۃ جنت بی بی والدہ مسماۃ خان بی بی فوت ہوئی تو اس کے  
وارث لڑکی خان بی بی اور بہن صالح بی بی فوت ہوئی تو اس کا صرف ایک لڑکا مسٹی اللہ بخش موجود تھا  
تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسٹی اللہ بخش کو نبی بخش کی وراثت سے کیا ملتا ہے ؟

سائل: اللہ بخش از بصیر لور

۱۶-۶-۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

مستی اللہ بخش کو نبی بخش کی جائیداد سے سولہواں حصہ ملتا ہے کیونکہ مسما قبنت بی بی زوجہ نبی بخش کا حق اٹھواں حصہ ملتا ہے اور قبنت بی بی فوت ہوئی تو اس اٹھویں حصے کا جو سولہواں حصہ ہے مسما صراح بی بی کا حق تھا جو اس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے اللہ بخش کا حق ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلہن الثمن اور سراجی میں ہے والثن مع الولد یعنی خاوند کی اولاد ہو تو بیوی کا حق وراثت اٹھواں حصہ ہے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے النصف للابنة والنصف للاخت۔ سراجی ص ۱۰ میں ہے ولهن الباقي مع البنات یعنی میت کی ایک لڑکی اور ایک بہن ہو تو بہن کا نصف حصہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و  
 آله واصحابه وبارک وسلم۔

حرفہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

۱۹-۶-۷۱



## الاستفتاء

علمائے دین و شرع متین کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے کہ مجھ سے میرا بڑا بھائی تھا جس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس کو فوت ہوئے چار سال گزر گئے ہیں، اس کے بعد اسکی صرف بیوی تھی، میں نے اپنے بھائی کی جائیداد کا کوئی مطالبہ نہیں کیا کہ یہ بیوہ ہے مگر آج پندرہ دن ہو چکے ہیں کہ میرے بھائی کی بیوی فوت ہو گئی۔ میرے بھائی کی جائیداد نقدی زیور مال مویشی باقی ہیں جو کہ میری بھانجہ کا بھائی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں حقدار ہوں اور آپ حقدار نہیں لہذا میرے حق کے متعلق شرعی ثبوت فرمایا جاوے۔

میرے باپ اور ماں فوت ہو چکے ہیں۔ میرے سوا نہ اور بھائی ہے اور

نہ بہن ہے۔

العبد : سردار علی ولد نور محمد قوم مہار، ساکن جلیٹھ پور ۶۳-۱۲-۹



سائل نے زبانی بیان کیا کہ ہمارے ماں باپ بھائی سے بہت پہلے فوت ہو چکے

ہیں اور ہمارا کوئی بہن بھائی اسیے ہوا ہی نہیں تو اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس متوفی کے وارث اس کی بیوی اور سائل دونوں ہیں، بیوی کا حصہ ایک چوتھائی ہے اور باقی تین چوتھائی سائل کے ہیں جو بھائی ہے حسب القرآن الکریم ومذہب الحنفی بل جمیع المذاہب علیٰ ہذا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ

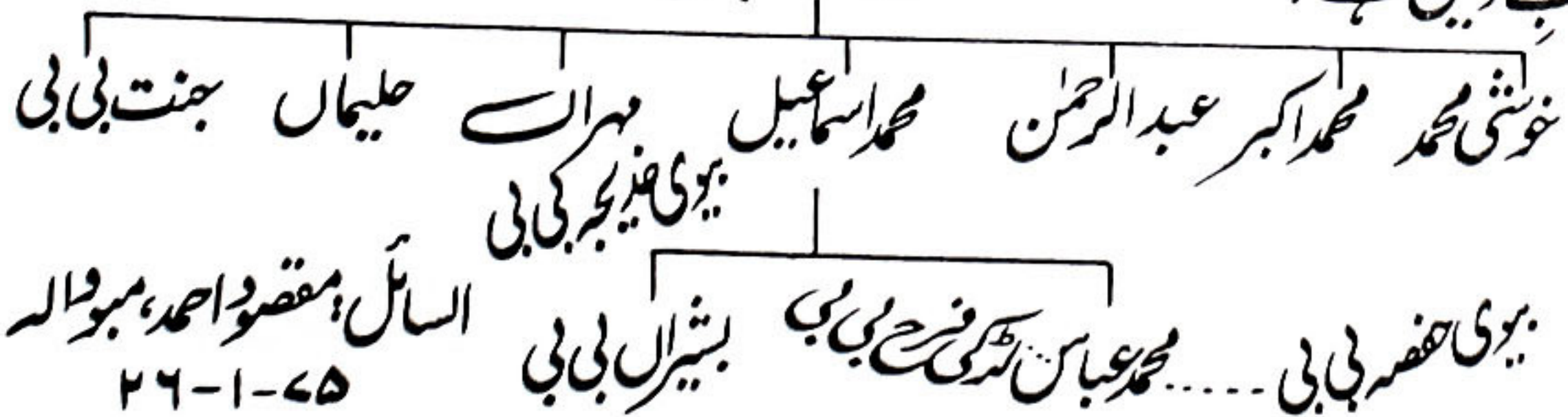
و بارت وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۱ ذی القعدة المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۲/۹

## الاستفتاء

کیفایتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عباس نامی شخص فوت ہوا اب اس کے وارث صرف اس کی والدہ مسماۃ خدیجہ بی بی، اس کی بیوی مسماۃ حفصہ بی بی اسکی لڑکی فرح بی بی، اس کی بہن بشیرا بی بی اور چچا کنش مسیمان خوشی محمد، محمد اکبر، عبدالرحمن ہیں، اب متوفی مذکور کی وراثت ان وارثان میں فقہ سننی کے مطابق کس نسبت سے تقسیم ہوگی۔ شجرہ حسب ذیل ہے:



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَّابِينَ وَالصَّوَابَ

والدہ کا سدس، بیوی کا ثمن، لڑکی کا نصف اور باقی بہن کا ہے اور بیچے وغیر ہم  
 سب محروم ہیں۔ یہ مسئلہ حسب القواعد جو بیس سے ہے حسب ذیل :  
 عکس و لہ اسماعیل مسئلہ از ۲۲

سیت  
 خدیجہ والدہ فرح لڑکی بشیرا بہن حفصہ و جبہ خوشی محمد چچا وغیر ہم محروم  
 $\frac{2}{22}$   $\frac{12}{22}$   $\frac{5}{22}$   $\frac{3}{22}$  x x

کما فی القرآن الکریم والاحادیث الشریفۃ والسراجیۃ وغیرہا  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وعلى  
 الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر المولود الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

**الاستفتاء**

ایک عورت کا خاوند قضاۃ الہی سے وفات پا گیا ہے، اس کے خاوند کی وفات

کو ابھی سات روز ہی گذرے تھے کہ عورت کے سسر نے جو عورت کا چچا بھی تھا عورت کو بچو کیا کہ وہ اپنے مرحوم خاوند کے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لے لیکن عورت نے خاوند کے ہلم سے قبل نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور کہا دو ماہ کے بعد اگر میری مرضی ہوئی تو نکاح کر لوں گی۔ عورت مذکورہ کے سسر نے نکاح سے انکار کرنے پر عورت کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ عورت مذکورہ اپنے خاوند کے گھر سے دو جانور ایک گھڑا پ اور ایک گدھی اور چند من گندم لے کر کسی دوسری جگہ چلی گئی۔

اب عورت مذکورہ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور اس کے سابقہ خاوند مذکورہ کے بھائی اور سسر نے مذکورہ بالا جائیداد کی واپسی کا مطالبہ کیا جلتے جناب برائے شریعت محمدی فتویٰ جاری فرمایا جاوے کہ عورت مذکورہ کا مرحوم خاوند کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں حصہ ہے یا نہیں؟

یاد رہے کہ عورت مذکورہ کے مرحوم خاوند اور اس کے چھوٹے بھائی کی جائیداد مشترک ہے اور اس جائیداد میں سے سات جانور، گندم اور مکان وغیرہ پر مرحوم خاوند کا چھوٹا بھائی قابض ہے نیز عورت مذکورہ کے لطن سے کوئی اولاد نہ ہے۔



سائل نے زبانی بتایا کہ خاوند مستوفی کی اولاد ہے ہی نہیں تو عورت کا شرعاً

خاوند کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے چوتھا حصہ حق ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولھن  
الرابع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد (سورۃ النساء پیکلم)۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابہ وسلم

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵-۱۲-۷۰

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سئلہ میں کہ دو بھائی  
جن میں سے ایک بھائی فوت ہو چکا ہے جس کی بیوی بتی سن گندم اور ایک گدھی اور ایک  
بھینس اور کچھ زیورات لے کر کسی اور آدمی کے عقد میں آچکی ہے، اب دوسرے بھائی  
کو جو کہ غیر شادی شدہ ہے اس کو اس مال سے کتنا حصہ آتا ہے؟

نوٹ: وہ دونوں بھائی ایک ساتھ اکٹھے رہتے تھے اور ان کے باپ کا اکٹھا مال تھا  
اور دونوں اکٹھا ہی کام کرتے رہے اور ان کا کوئی اور بھائی نہیں صرف ایک ماں تھی جو کہ  
فوت ہو چکی ہے اور ایک شادی شدہ بہن ہے۔

السائل: محمد دین و علی محمد قوم وٹو

سکنہ موسیٰ وال نزد چیک نمبر ۳۹ شریف



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

اگر وہ مال ان کی وراثت کا باپ سے ملا ہے اور اس پر دونوں بھائی بھیساوی کام کرتے ہے اور اپنی بہن کا حق دے دیا ہے تو نصف حصہ اس کے بھائی کا ہے اور باقی نصف حصہ سے اس کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور باقی تین حصوں سے ایک بہن کا اور دو بھائی کے صورت ہند :-

ایک بھائی مسدہ از ۴۲ و تصحیح بھی از ۴۲

ایک بھائی	ایک بہن	اور	ایک بیوی
$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{3}$		$\frac{1}{3}$

اور اگر بہن کا حق پہلے نہیں دیا تو اس کا حق دے کر اسی تفصیل سے تقسیم کریں کما فی القرآن الکریم والسراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى آلہ

وإصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الکریم محمد نور اللہ ایمنی غفرلہ

# الاستفتاء

بِسْمِ اللّٰهِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ میری بیوی کا زیور تھا یعنی ڈیڑھ تولہ سونا چالیس تولہ چاندی تھی اور اس کی ملکیت میں ایک مکان بھی تھا، وہ میرے گھر سے تقریباً سولہ سال آباد رہی، اس کے لطن سے تین بچے پیدا ہوئے، دو لڑکے ایک لڑکی، اس کے بعد وہ رضائے الہی سے فوت ہو گئی ہے، زیور مذکور اور مکان کے کاغذات فوتیگی سے پہلے ہی میرے سرال کے گھر تھے۔ اب میرے سرال والے کہتے ہیں کہ زیور اور مکان کا تو حقدار نہیں ہے صرف تیری اولاد حقدار ہے جب وہ بالغ ہوں گے تو پھر ہم ان کو زیور اور مکان دیں گے، تینوں بچے میرے پاس ہیں اور میں ان کی پرورش کر رہا ہوں لہذا شرعی طور پر وضاحت فرمائی جاوے کہ آیا واقعی میں زیور اور مکان کا حقدار نہیں ہوں یا حقدار ہوں۔

السائل : رشید احمد ولد محمد رمضان قوم تھہیم، بصیر پور پشرف

محلہ احاطہ الدین

رشید احمد بقلم خود

مورخہ ۲۸/۸



وہ جھوٹے ہیں بلکہ رشید احمد حسب قرآن کریم چوتھائی کا مالک و حقدار ہے اور باقی کے لڑکے اور لڑکی وارث ہیں اور اگر اس متوفیہ کے والدین سے کوئی زندہ ہے تو وہ بھی حقدار ہیں چھٹے چھٹے حصہ کے ورنہ نہیں اور چونکہ رشید احمد اپنی اولاد کا جائز وارث اور نگران ہے تو وہ اپنی اولاد کے حصے بھی طلب کر سکتا ہے کما فی القرآن الکریم و کتب المذہب۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علی آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔



عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۹-۱۱-۸۰

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد کی شادی رحم کی لڑکی سے ہوئی تو رحم نے اپنی لڑکی کو جو زلیور الابہیز دیا تھا اس میں سے رشید احمد نے ۱۲ اتولہ سونا اور ۳۰ تولے چاندی اپنے ہاتھ سے مجھے دے دی ہے اور ۹ ما

سونا حاجی غلام محمد صاحب کے مشورہ سے ۹۵۰/۰۰ میں فروخت کر کے سب قسم اپنے پاس رکھ لی ہے۔

۲۔ جو زیور رشید احمد کے والد محمد رمضان کے لڑکی شریفاں بیگم کو شادی کے موقع پر پایا تھا اور اس کے ملک کر دیا تھا وہ زیور تقریباً ۱۱/۱۲ اور چاندی تقریباً ۵۰ تولہ میں وہ بھی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور شریفاں بی بی کے لطن سے ۲ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے۔

۳۔ اور شریفاں بی بی کا حق مہربلیغ ۱۵۰۰/۰۰ روپے ہیں جو کہ ادا نہیں کئے گئے۔ اس مال کے کون کون وارث ہیں؟

۴۔ مکان لڑکی کی طرف رہائش کے لئے ہم نے اپنی گھر سے خرید کر دیا تھا جو ہمارے ملک ہے اور اس کے اسٹامپ بھی ہمارے ہی نام ہیں اور ہمارے پاس ہیں تو کیا لڑکی کی وفات کے بعد رشید احمد کا حق ہمارے مکان میں بھی ہے اور شریفاں بی بی کے وارث کون کون ہیں جبکہ شریفاں کی وفات کے وقت اس کا والد رحم اور والدہ اور دو لڑکے اور ایک لڑکی اور خاوند موجود تھے۔ بیینواتوجروا۔

مہربان علی ولد رحم الدین بقلم خود



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو رشید احمد کا حصہ شریفاں بی بی کے ترکہ

سے ایک چوتھائی ہے اور اس کے ماں باپ کا چھٹا چھٹا ہے کل ترکہ سے اور جو بچے اس کے پانچ حصے بنائے جائیں، لڑکی کا ایک اور دونوں لڑکوں کے دو دو حصے ہیں تو حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے صحیح ہوگا یعنی کل ترکہ کے بارہ حصے مساوی بنا کر تقسیم کیا جائے گا صورتاً :

شریفاں بی بی مسئلہ از بارہ

میت  
رحم باپ ماں خاوند رشید احمد لڑکا لڑکا لڑکی  
 $\frac{2}{12}$   $\frac{2}{12}$   $\frac{2}{12}$   $\frac{3}{12}$   $\frac{2}{12}$   $\frac{2}{12}$

قرآن کریم اور سراجی، عالمگیری وغیرہ۔ واللہ اعلم وصلى الله على حبيبنا و آله واصحابه  
اجمعين وبارك و سلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ صفر المظفر ۱۲۰۱ھ ۸۰-۱۲-۱۲



نوٹ : اس مسئلہ کا ایک استفتاء قبل ازیں بھی آیا ہے مگر اس کی اور صورت تھی۔ اور اس سوال کی صورت اور ہے تو پیر میں صاحب تحقیق کر لیں اگر یہ سوال صحیح ہے تو یہ جواب حق اور صحیح ہے اور اگر حقیقت میں اول صحیح ہو تو جواب وہی ہے تحقیق کر لیں اور مبلغ پندرہ صد حق مہر اگر ادا نہیں کیا گیا تو وہ بھی ترکہ میں داخل ہے اور وہی خدادا ہے جن کا بیان ہو چکا ہے کیونکہ وہ بھی شریفاں بی بی کا مال ہے۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ صفر المظفر ۱۲۰۱ھ ۸۰-۱۲-۱۲

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک آدمی بیمار تھا اور اس نے بیماری کی حالت میں اپنی عورت کو طلاق دے دی اس نیت کی بنا پر کہ عورت کو وراثت سے محروم رکھا جائے حالانکہ اس کی عورت نے طلاق طلب نہیں کی، عورت کی عدت میں ہی یعنی ابھی پندرہ دن ہوئے تھے طلاق کو کہ وہ آدمی قصائے الہی سے فوت ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! کیا اس عورت کو زوج کے ورثہ سے کوئی حصہ ملے گا یا کہ نہیں؟ اور متوفی کی کوئی اولاد نہیں، شرع کی رو سے بیان فرمائیے، آپ حضور کی عین نوازش ہوگی۔

السائل: محمد عیسے ساکن جھنگیاں رحموں ڈاکخانہ راجوال تحصیل پپال پو ضلع ساہیوال



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ طلاق رجعی ہے جس میں عدت پوری ہونے تک نکاح ثابت رہتا ہے تو وہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ میں باقاعدہ حق رکھتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری

ج ۲ ص ۱۰۵ اور ہدایہ ج ۲ ص ۳۹۲ میں ہے و النظم من الہندیۃ الرجل اذا طلق امرأتہ طلاقاً رجعیاً فی حال صحۃ او فی حال مرضہ برضاہا او بغیر رضاہا شتمات وہی فی العدة فانہما یتوارثان بالاجماع بہر حال وہ عورت وارث ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب سيدنا محمد  
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ۱۶-۳-۸۱

## الاستفتاء

- ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے مال سے شرعی لحاظ سے اس کو کتنا حصہ مل سکتا ہے؟
- ۲۔ اگر خاوند اپنی صحت میں اسے کچھ ہبہ کر چکا ہو جسے اس نے قبول کر لیا ہو اور اس کے وارثوں کو بھی اس کا علم ہو، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
- ۳۔ شادی کے وقت عورت کے والدین نے اس کو جو مال دیا ہو، اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

نوٹ: خاوند کی دوسری بیوی سے اولاد بھی ہے اور وہ اپنے خاوند سے پہلے



فوت ہو چکی ہے۔

السائلہ : فدویہ امام بی بی زوجہ فضل دین مرحوم



- ۱- خاوند کا وہ مال جو کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچا، اس کا اس میں آٹھواں حصہ ہے۔
- ۲- وہ عورت کا حق اور ملک ہے۔
- ۳- وہ بھی عورت کا ہی ملک ہے۔

والله تعالى اعلم و صلي الله على حبيب الاعظم  
و على آله واصحابه و بركاته وسلم۔

صدر الفقير البواخير محمد نور اللہ النعمی غفر له

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۶۹-۷-۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہیں مسئلہ کہ شجرہ مذکورہ ذیل میں بیجاں بی بی مرحوم کا اس کے

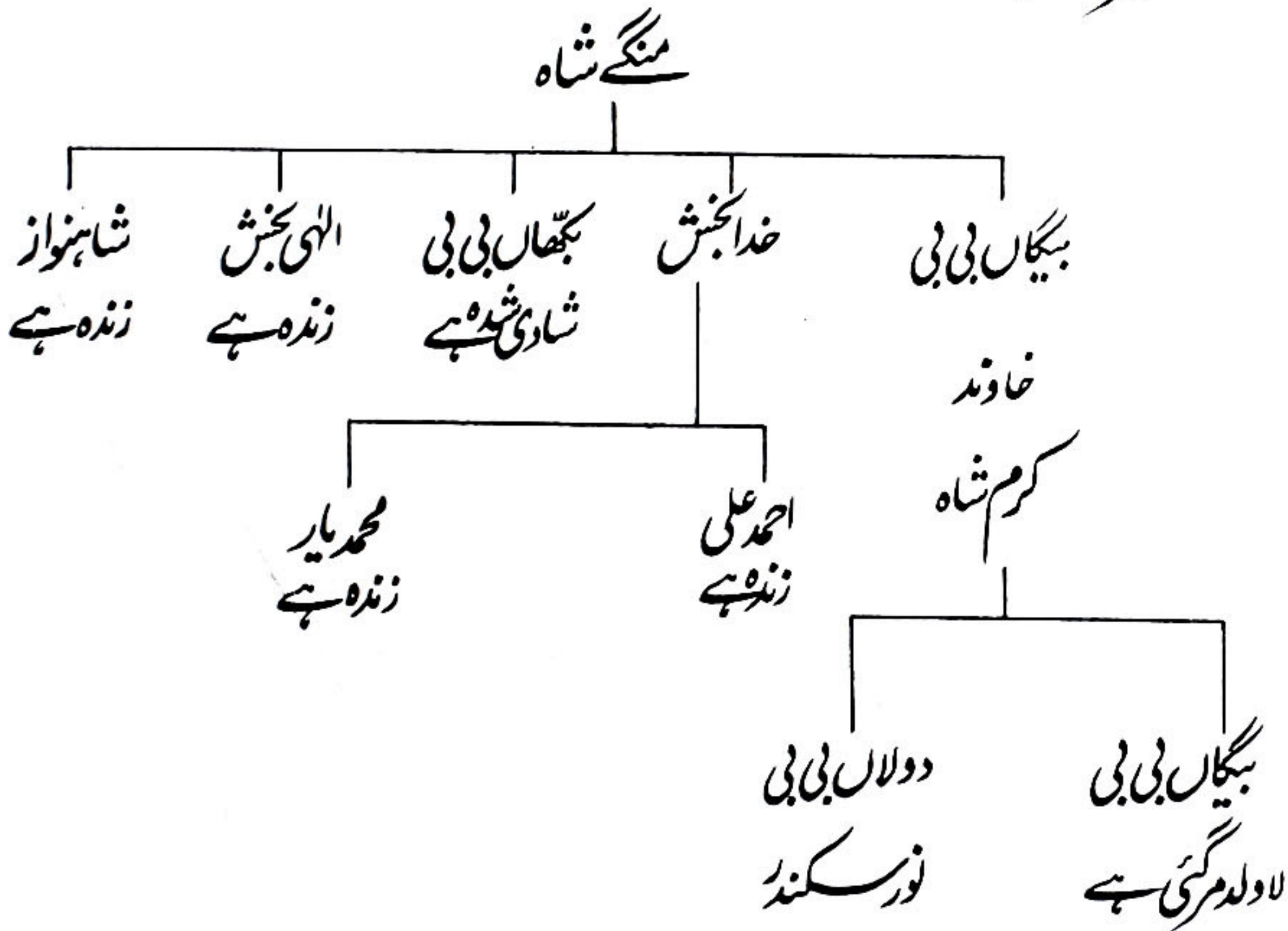


بھائیوں کو کیا حصہ ملے گا جب کہ اسے اس کے خاوند کی جائیداد سے نصف حصہ ملا تھا۔

بینواتوجروا۔

المکلف : حاجی شاہنواز، دیپال پور

شجرہ نسب



نوٹ: مسائل سے درج ذیل امور کبارے وصنامائی گئی۔

- ۱۔ خدا بخش کب فوت ہوا ہے
- ۲۔ کرم شاہ کب فوت ہوا اور دولاب بی بی
- ۳۔ بیگیاں بی بی کو کرم شاہ کی کل جائیداد سے کتنا حصہ ملا

تو سائل نے یہ جواب دیا :-

۱۔ خدا بخش ۱۹۲۹ء میں فوت ہوا ہے۔

۲۔ کرم شاہ ۱۹۳۰ء میں فوت ہوا ہے اور دولاں بی بی ۱۹۲۵ء میں فوت ہوئی تھی۔

۳۔ بیگیاں بی بی کو کرم شاہ کی کل جائیداد سے نصف حصہ ملا تھا۔

۴۔ بیگیاں بی بی لاولد مری اور عید الضحیٰ ۱۹۳۲ء کے وزفوتیگی ہوئی ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء۔

سائل : حاجی شاہنواز، دیپال پور



شرعاً بیگیاں بی بی کا حق کرم شاہ خاوند کی جائیداد میں آٹھواں حصہ ہے اور جب لاولد فوت ہوگئی تو وہ حصہ آٹھواں بگھاں بی بی، الہی بخش، شاہنواز بہن بھائیوں کا ہے اور چونکہ خدا بخش پہلے فوت ہو چکا لہذا احمد علی، محمد یار کا کوئی حق وراثت نہیں اور یہ سلسلہ پانچ سے آئے گا اگر بہن بھائی حقیقی ہیں تو ورنہ حکم اور ہوگا ،

بیگیاں بی بی سلسلہ از ۵

الہی بخش	شاہنواز	بگھاں بی بی	احمد علی	محمد یار
$\frac{2}{5}$	$\frac{2}{5}$	$\frac{1}{5}$	x	x

اور اگر احمد علی محمد یار کے لئے وصیت ہو تو تیسرے حصے تک حسب وصیت لے سکتے ہیں

وذا ظاهراً رجداً لا يخفى على من عنده علم الفقه والفتاوى -  
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم  
والصالح واصحبه وبارك وسلم -

عزّه الفقير البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



غصبت

# بابُ الْعَصَبَات

## الاستفتاء



مکرم و محترم جناب مولانا نور اللہ صاحب دامم قبائے  
السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ مندرجہ ذیل شجرہ نسب کا ملاحظہ فرما کر تحریر فرمادیں کہ انتقال  
تصدیق ہو سکے۔

روشن --- بوٹا فوت ہوا  
بیو بوٹا زندہ ہے  
خدا بخش باپ کی زندگی میں فوت ہوا  
سلیمان زندہ ہے۔

اب انتقال پیش ہوا اور تحصیلدار صاحب نے بروئے شریعت محمدی تصفیہ کرنے کی  
خاطر عالموں کو بلایا، انہوں نے کہا کہ متوفی کے پوتے سلیمان کے نام جائیداد کا اندراج نہیں ہو سکیگا  
اور روشن اسکی بیوہ کے نام انتقال کا آٹھواں حصہ ہوگا،

اب تحریر فرمادیں کہ اس انتقال کا اندراج کس طرح ہوگا، آیا پوتا اپنے دادا کی  
جائیداد ارہنی لے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ مکمل تحریر فرمادیں، از حد مہربانی ہوگی کیونکہ عالموں کا ایسے

تنازع ہے۔

خادم : الدین پٹواری، سوہلی



شریعتِ نزار کے رو سے پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اگر میت کا لڑکا موجود نہ ہو تو، صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۹، صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۸ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحقوا الفرائض باہلہا فما بقی فهو لاولی رجل ذکر۔ بخاری و بیہقی وغیرہ محققین نے اس حدیث شریف کو مسئلہ مذکورہ کی دلیل قرار دیا اور بخاری نے حضرت زید صحابی سے اور بیہقی نے انہی حضرت زید اور حضرت مولا علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا ج ۶ ص ۲۳۸ میں ہے وان ترک ابن ابن ولحمیتک ابنا فابن الابن بمنزلۃ الابن۔ اگر پوتا چھوڑے اور لڑکا نہ ہو تو پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اور یہی حکم فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، شرح ص ۱۲ وغیرہ کتب فقہ شریف میں ہے، بلکہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف معتد نہیں تو اٹھواں حصہ روشن بیوہ بوٹا کا ہے اور باقی کل سلیمان پوتے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والصحبہ وبارک وسلم۔



صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۹ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ

# الاستفتاء

بخدمت مولانا محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم - ایک والدہ کی ۵ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ والدہ پہلے گزر چکی ہے، والد کی وفات کے بعد ایک لڑکے اور پانچ لڑکیوں کا اس کے ترکہ میں اسلامی قواعد کی رو سے کس قدر حصہ بنتا ہے اور اس کے بعد لڑکے کی آمدنی سے اس کی پانچ ہمیشہ کا کس قدر حق ہے، واپسی جواب سے مشکور فرمائیں۔



جناب من! علیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔

چند ایام ہوتے جناب کا عنایت نامہ موصول ہوا مگر مدرسہ کے ضروری امور میں مشغول ہو چکی وجہ سے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ والد کی وراثت شرعاً جبکہ صرف پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا وارث ہوں۔ کفن و دفن دین و وصیت شرعیہ کی تنفیذ کے بعد جو مال بچے سات حصے بنایا جائے

ان سات سے ایک ایک لڑکیوں کا اور دو لڑکے کے ہیں اور جب لڑکیوں نے اپنا شرعی حق وصول کر لیا تو لڑکے کی آمدنی میں ان کا کوئی حق نہیں البتہ اگر کوئی لڑکی نادار ہو جائے اور کوئی ذریعہ معاش نہ رہے تو مالدار بھائی پر لازم ہے کہ اس کے نان و نفقہ کا انتظام اپنے مال سے کرے اور ایسے ہی اگر لڑکا نادار ہو جائے اور بوجہ مرض وغیرہ کسب پر قادر نہ ہو تو حسب دستور شرع بہنوں پر اس کا خرچ لازم ہوگا بلحاظ شرائط شرعیہ۔ والسلام

عزیر الفقیر ابو الجیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ کہ تقریباً تین سال ہوئے مسمیٰ بوٹا فوت ہوا جس کا لڑکا مسمیٰ خدابخش پہلے فوت ہو چکا تھا اور خدابخش کا لڑکا سلیمان بوٹا مذکور کا پوتا اور بوٹا کی بیوی مسماہ روشن وارث ہے مگر چونکہ قانون وراثت شرعیہ نیا نیا پاس ہوا تھا لہذا بوجہ ناواقفی کل زمین بوٹا مسمیٰ کی، اس کی بیوی مسماہ روشن کے نام انتقال کی گئی، اب روشن مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا وارث صرف ایک پوتا سلیمان مذکور ہے اور کوئی لڑکا لڑکی ماں باپ نہیں مگر پوتے کے نام انتقال کے متعلق شبہ کیا جا رہا ہے کہ مستحق نہیں تو دریافت یہ بات ہے کہ آیا اس صورت میں پوتا سلیمان اپنے دامے بوٹا اور دادی روشن کا وارث جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائلہ:

مسماہ لالاں از موہلی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

بلاگنجائش شک و شبہ و ریب از روئے احکام قرآن کریم و حدیث شریف و فقہ تمنیف صورت مذکورہ بالا میں مسمی سلیمان جائز و حقیقی وارث داد سے اور دادی دونوں کا ہے البتہ تنازع ہے کہ داد سے کی جائیداد کے ساتھ حصوں کا وارث ہے اور آٹھواں دادی کا تھا جو پہلے زندہ تھی اور اب دادی بھی فوت ہو گئی تو اس کے کل مال و جائیداد کا وارث ہے، افسوس کہ ایسے آسان اور ظاہر مسائل میں بھی شبہات پیش کئے جاتے ہیں، قرآن کریم سورۃ النساء میں للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقرابون۔ داد سے اور دادی کا جب لڑکا نہ ہو تو وہ اپنے پوتے کے الاقربون میں داخل ہوتے ہیں تو لا محالہ پوتا وارث ہوگا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۸ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث شریف مرفوع ہے الحقوا الفرائض باہلہا فما بقی فلا ولی رجل ذکر، پوتے سے زیادہ نزدیک اور کون ہے، جب اس کا باپ فوت ہو چکا اور چچا یا نانا ہو تو، اور یہی حکم فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۴، سراجی ص ۱۲ وغیرہ کتب مذہب میں ہے۔ الحاصل اب سلیمان پوتا اکیلا ہی کل وراثت کا مستحق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

صحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



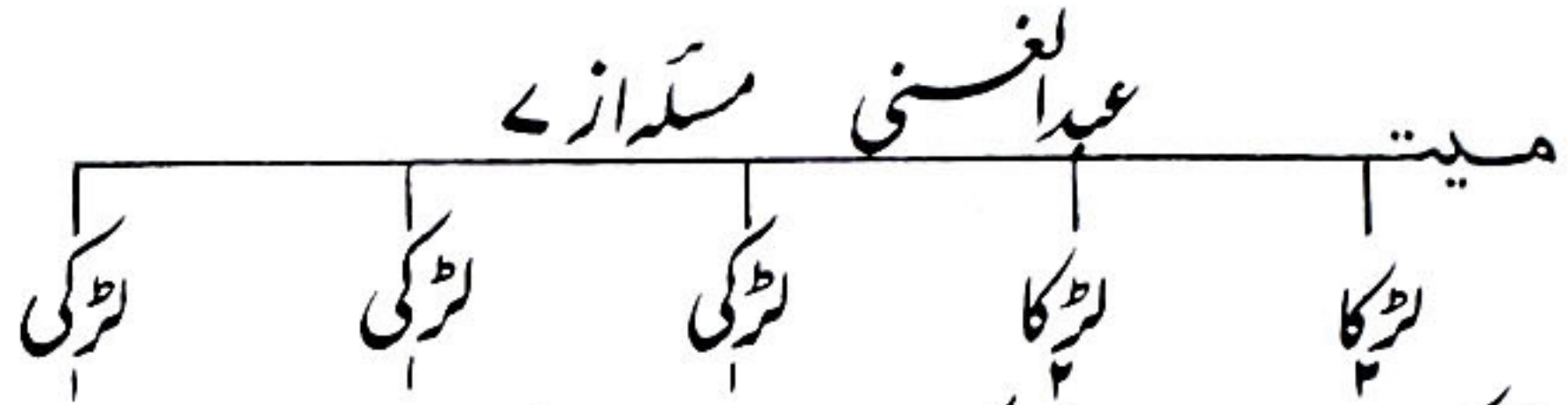
# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ عمری عبدالغنی ولد مستقیم قوم بھٹہ ساکن اجا بھٹہ فوت ہو گیا ہے اور بعد میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں جنہیں سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ایک بیوی سے ہیں اور دو لڑکیاں ایک بیوی سے ہیں، اب متوفی مذکورہ کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جاوے، جو اب لکھ کر ممنون فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ



حسب دستور شرع مطہر باقی جائیداد وغیرہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگی یا اس طو  
کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا ہوگا تو کل سات حصے بنائے جائیں، دو دو دونوں لڑکوں کے  
اور ایک ایک تینوں لڑکیوں کا



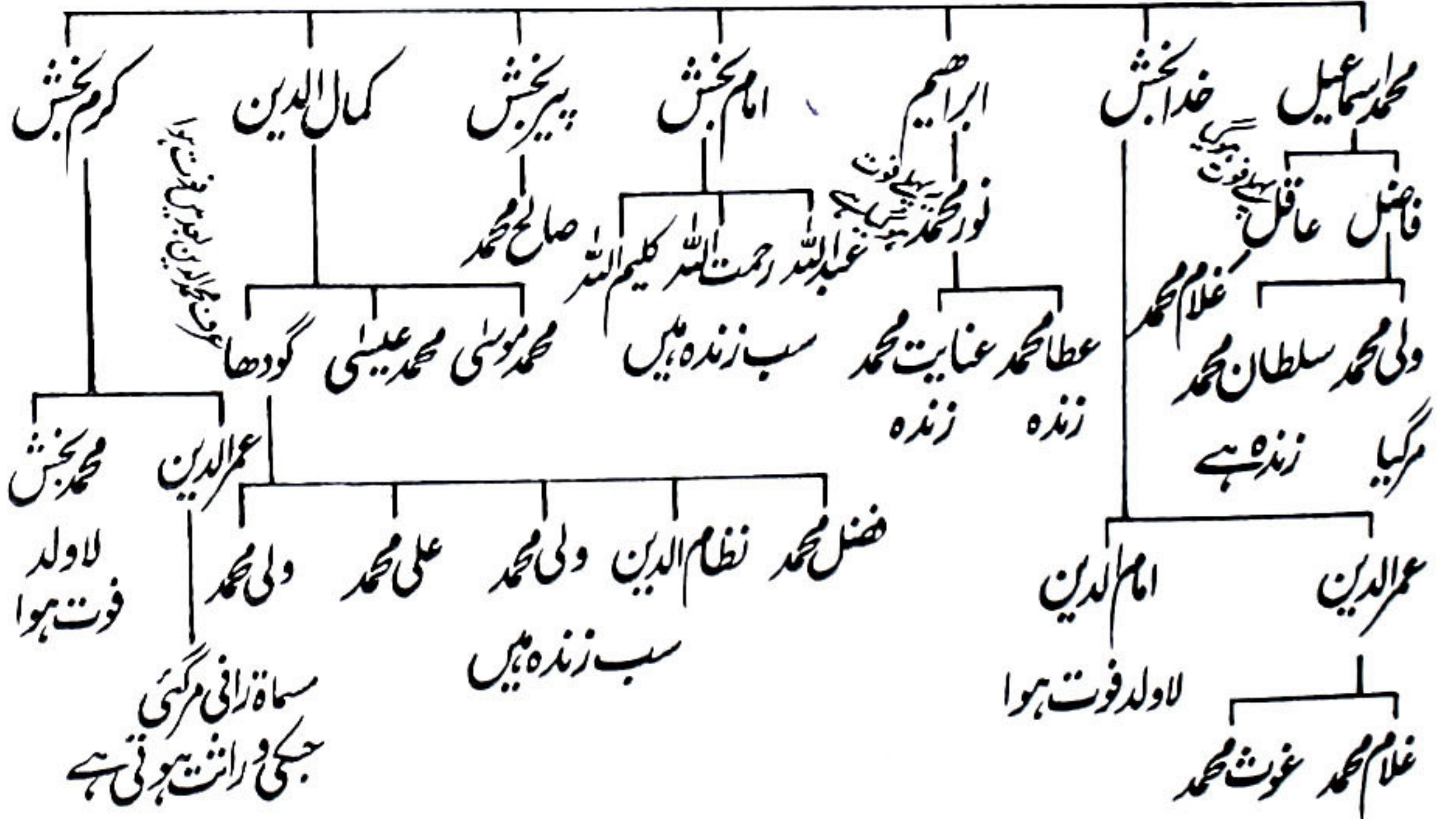
الگ الگ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد  
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البوا کبیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اندر سے صورت کہ مسماة رانی بیوی عمر الدین  
فوت ہو گئی، بموجب شجرہ نسب ذیل عمر الدین ولد کرم الدین کی جائیداد عارضی طور پر از روئے قانون  
انگریزی مسماة رانی کے نام منتقل ہو چکی تھی اب کس طرح پر تقسیم ہوگی؟ بینوا ماجورین۔

عارف



نوٹ : محمد اسماعیل، ابراہیم، پیر بخش، کرم بخش ایک والدہ کے لطن سے ہیں اور خدا بخش، امام بخش، کمال الدین کی والدہ جدا ہے۔  
السائل : صالح محمد بقلم خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْجَوَابُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

اندریں صورت مسماة رانی بیوہ عمر الدین متوفی کا چوتھا حصہ ہے جو اب مسماة مذکورہ کے وارثوں کا حق بن چکا ہے اور باقی کل صرف صالح محمد ولد پیر بخش حقیقی عمزاد متوفی کا حق ہے کہ وہی عصبہ قریب ہے کہ پیر بخش اور کرم بخش حقیقی بھائی ہیں اور چونکہ خدا بخش، امام بخش، کمال الدین سوتیلے بھائی ہیں لہذا ان کے لڑکے صالح محمد قریب ترین کے ہوتے ہوئے وارث نہیں بن سکتے قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ثم ابن العم لاب و ام ثم ابن العم لاب نیز قرآن کریم میں ہے و لهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے وللزوجة الربع عند عدمہما حسب ذیل  
عمر الدین ولد کرم بخش مسدہ از ۲



بیوی انی حقیقی عمزاد صالح محمد عمر الدین رحمت اللہ علیہ کلیم اللہ گوہا پیران اعمام علاتی

x x x x x ۳ ۱

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و

صحابہ و باریک وسلم۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
سنة  
۲ جمادی الاولیٰ

## الاستفتاء

از چیک نمبر ۱۵ ہاموں نو آباد

مکرم و معظم مولانا مولوی نور اللہ صاحب بصیر لور پدم اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج شریف

عرض یہ ہے کہ رقعہ ہذا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ یہ چار بھائی ہیں اور تین بہنیں ہیں اور ان کی والدہ صاحبہ ان سب سے علیحدہ اپنے گھر والی تھی، ان کے زندہ سے انہوں نے اپنا مال اسباب علیحدہ کیا ہوا تھا۔ حضور انور! اس چیز کو سمجھ کر فرما دیتے تو ہمیں خود پتہ ہے کہ والدہ علیحدہ تھی۔

منجانب جویون خاں بذریعہ رحمت اللہ علیہ

مورخہ ۲/۵۲

مستی اسماعیل پاولی نے زبانی بیان کیا کہ ہم سب حقیقی بہن بھائی ہیں اور مدت ہوئی کہ ہمارا باپ فوت ہوا اور سامان زلیورات وغیرہ ہماری والدہ کے پاس تھا، اب وہ بھی فوت ہو گئی تو وہ مال متروک کس طرح تقسیم کیا جائے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

صورتِ مسئلہ میں سب بہن بھائی حقدار اور وارث ہیں، لڑکوں کے دو دھتے اور لڑکیوں کا ایک ایک حصہ، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین، مسئلہ گیارہ سے آئیگا، حسبِ ذیل ہے :

مسئلہ از ۱۱

لڑکا      لڑکا      لڑکا      لڑکا      لڑکی      لڑکی      لڑکی  
 ۲      ۲      ۲      ۲      ۱      ۱      ۱

- واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ  
 ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ محمد فاضل خاں کے

باپ میاں جمال الدین خاں نے اس کی والدہ مسماة روشن بی بی کو اراضی ہبہ کر کے قبضہ دے دیا، اب روشن بی بی کے فوت ہونے پر ہبہ شدہ اراضی سے محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا اولہ چھ حقیقی بہنیں وراثت کا مطالبہ کرتے ہیں، واضح طور پر بیان فرما کر کرم نوازی فرمائیں۔  
السائل : محمد فاضل خاں



سائل نے زبانی بیان کیا کہ جمال الدین خاں پہلے فوت ہوا اور مسماة روشن بی بی کے والدین بھی پہلے فوت ہو چکے تھے تو شرعاً روشن بی بی کے وارث صرف محمد فاضل لڑکا اور چھ لڑکیاں ہیں اور سوتیلے لڑکے کے لڑکے کا (جو محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا سوال میں بیان کیا گیا ہے) کوئی حق نہیں۔ مسئلہ آٹھ سے آتے گا ہکذا :

روشن بی بی . مسئلہ از ۸						
میت	محمد فاضل لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	سوتیلہ پوتا
۲	۱	۱	۱	۱	۱	x

قرآن کریم میں ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب الاية نیز قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الہیہ وسلم وبارک و سلم۔

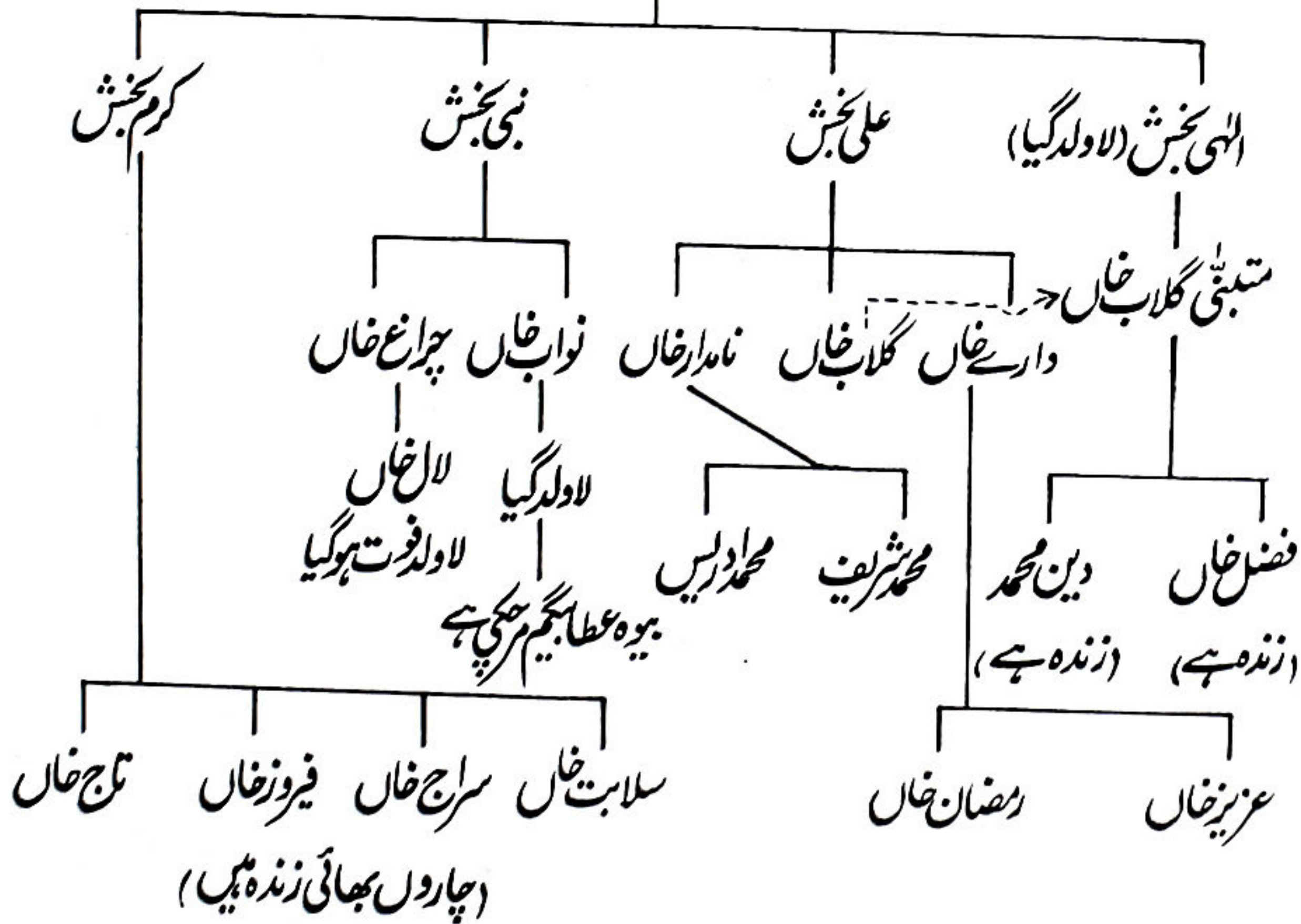
عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ ذی الحجۃ المبارکہ

# الاستفتاء

۸۰ گھاؤں زمین کا مالک

محمد بخش ولد خدا بخش قوم راجپوت کھوس سابقہ سکنتی پٹی ضلع لاہور حال اہوجنگ



محمد بخش کا شجرہ موجودہ اولاد (تک) اور پتھر پر کر کے عرض ہے کہ ان میں سے تفصیل ذیل



مرچکے ہیں، باقی زندہ ہیں۔ پہلے محمد بخش پھر سادہ بیگم بیوہ محمد بخش پھر الہی بخش پھر علی بخش پھر نبی بخش پھر  
 کرم بخش پھر گلاب خاں پھر دارے خاں پھر چراغ خاں پھر لال خاں پھر نواب خاں پھر نامدار خاں  
 فوت ہو چکے ہیں جو ۱۹۲۷ء سے پہلے پہلے مرچکے ہیں۔ اب سلا بت خاں، سراج خاں، فیروز خاں  
 تاج خاں ولد کرم بخش زندہ ہیں اور اب یہ زندہ ہیں :

فضل خاں ، دین محمد عزیز خاں ، رمضان خاں محمد شریف محمد دریس

پسران گلاب خاں پسران دارے خاں پسران نامدار خاں

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب لال خاں فوت ہوا تو اس کی کل جائیداد اس کے تایا  
 نواب خاں کے نام منتقل ہوئی اور نواب خاں کی فوتیگی کے بعد کل جائیداد اس کی بیوہ عطا بیگم  
 کے نام حسب دستور انگریزی عارضی طور پر منتقل ہوئی، بعد ازاں عطا بیگم فوت ہوئی اور اس کا کوئی  
 رشتہ دار نہیں رہا تھا تو اب اس جائیداد کا وارث کون ہے؟

سئل : فیروز خاں ولد کرم بخش از راجہ جنگ ضلع لاہور

۱۶/۵۵



عطا بیگم بیوہ نواب خاں، نواب خاں کی جائیداد کے ۱/۴ چوتھائی کی حقدار تھی اور  
 باقی ۳/۴ حصے سلا بت خاں وغیرہ پسران کرم بخش کا حق تھا کہ چچا زاد بھائی ہیں اور فضل دین وغیرہ

جو تباہ یا زاد بھائیوں کی اولاد میں، محروم ہیں۔ سر جیس ۱۴ میں ہے یہ جحون بقرب  
الدرجة۔ حدیث شریف میں ہے فہو لاولیٰ رجل ذکر (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳ قرآن  
کریم میں ہے مما ترک الوالدان والاقربون (سورۃ النساء ۲ اور جب انگریزی  
قانون کے ماتحت کل جائیداد عارضی طور پر عطا بیگم کے نام منتقل ہوئی تو اب اس عارضہ اٹھ جانے  
کے بعد تین حصے جو سلابت خاں وغیرہ کا حق تھا، انہیں لزوماً ملنے چاہئیں اور باقی ایک حصہ جو عطا بیگم  
کا اصل حق تھا اور اس کا کوئی رشتہ دار نہیں رہا تھا، اگر حکومت وہ حصہ نواب خاں کے ورثہ کو  
ہی دے تو اس کے وارث بھی وہی سلابت خاں وغیرہ ہونے کہ وہی قریبی محسبات ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ

و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

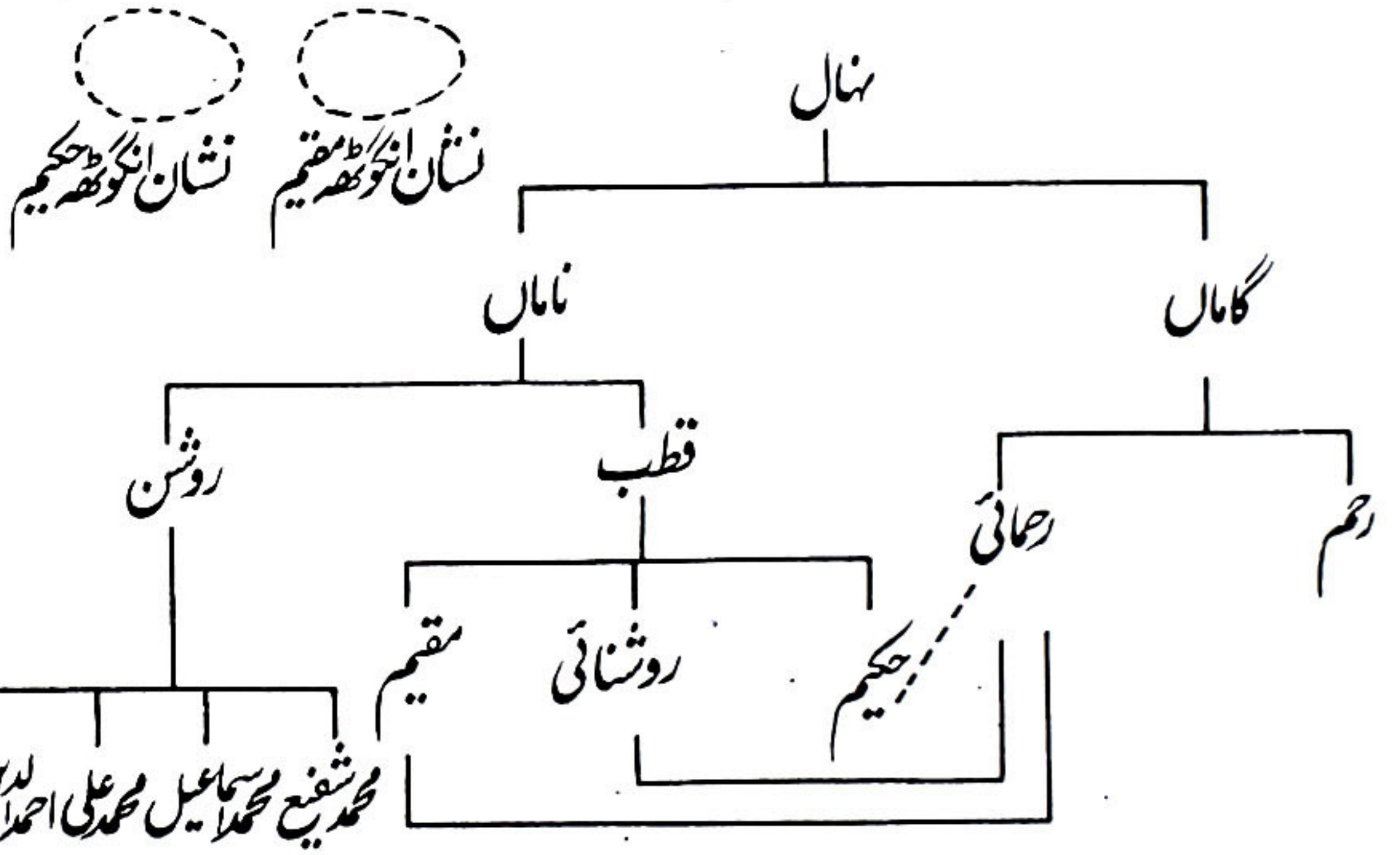
۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ ۱۶/۵ بروز منگل

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائلان مسی حکیم و مقیم  
پسران قطب ایک ہماری بہن ہے جس کا نام روشنائی ہے، ہمارا چچا رحم ولد گاماں مرحوم اپنی اراضی  
۱۳ ایکڑ چھوڑ کر رہتی ملک عدم ہوا ہے اور اس جائیداد کے زیادہ حقدار ہم ہیں علاوہ ازیں مرحوم  
کی بہن رضائی جو کہ ہماری والدہ ہے مرحوم کے ساتھ شجرہ اس طرح ملتا ہے جو میں آگے درج کرونگا

مخالف پارٹی احمد دین، محمد علی، محمد اسماعیل و محمد شفیع ہیں، ان کو مذکورہ سے دو حصے ملے ہیں اور ہمیں ایک حصہ ملا ہے جو سراسر ظلم پر مبنی ہے۔ مخالفین کے نام پٹواری حلقہ و تحصیل مذکورہ میں جو سرکاری شجرہ نسب ہے اس میں ان کا نام درج نہیں ہے، نہ ہی ان کے نام زمین۔  
 آپ نوازش فرما کر حوالہ قرآن و حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق دیکر عند اللہ ماجور ہوں، شجرہ مندرجہ ذیل ہے :-

السالان حکیم و مقیم ولد قطب چک ۳۲ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگرمی



آپ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رحم کی بہین رحمانی اور چچا زاد بھائی قطب اور روشن بوقت

وفات رحم زندہ تھے یا ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ اگر یہ سب یا ان میں سے کوئی زندہ تھا تو یہ تقسیم غلط ہے اور کسی پر ظلم بھی ہوا مگر جب یہ سب رحم سے پہلے فوت ہو چکے ہوں اور سوال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے تو یہ تقسیم صحیح ہے اس لئے کہ حکیم، مقیم، احمد الدین، محمد بن، محمد علی، محمد اسماعیل، محمد شفیع رحم کے عصبات ہیں اور رحم کے اوسے نہال کے پر پوتے ہونے میں برابر ہیں اور ایسے ہی رحم کے چچا ناماں کے پوتے ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے تو یہ سب کے سب برابر ہوتے ہیں اور رحم کی کل جائداد کے چھ حصے بنے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملا۔ قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون (النساء) اور رحم کی اقربیت ان سب کے لئے برابر ہے اور متفق علیہ حدیث میں ہے لاولیٰ رجل ذکر اور اس صفت میں بھی یہ سب یکساں ہیں اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے واذا اجتمع جماعة من العصبۃ فی درجۃ واحدة یقسم المال علیہم باعتبار ابدانہم لا باعتبار اصولہم مثالہ ابن اخ وعشرۃ بنی اخ وا بن عم وعشرۃ بنی عم اخر المال بینہم علی احد عشرۃ سہما لکل واحد سہم اور روشانی کا بھائیوں کی موجودگی میں کوئی حق نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے و باقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکرہم دون اخواتہم اور ایسے ہی بھانجے ہونے کی حیثیت بھی عصبات کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں کہ بھانجہ ذوی الارحام سے ہے اور ذوی الارحام کا حق عصبات سے بہت پیچھے ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے و اولاد الاخوات کلہا اور اسی میں ہے وانما یرث ذوالارحام اذا لم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یرد علیہ ولم یکن عصبۃ اور سرکاری شجرہ نسب میں نام کا درج ہونا شرط وراثت نہیں، کسی آیت یا حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اور اسی طرح وارث کے نام پہلے سے زمین کا ہونا بھی شرط نہیں، عموماً اولاد کے نام زمین



نہیں ہوتی اور باپ زمین دار کے وارث بنتے رہتے ہیں، ایسی فضول باتوں سے یہ انصاف ظالم نہیں بن سکتا۔ آپ لوگوں کو انگریزوں کے کافرانہ قانون سے دھوکہ لگا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۷ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ بروز اتوار



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، ایک سے ایک لڑکا ہے دوسری سے دو لڑکے ہیں، باپ کے مرنے کے بعد وراثت تقسیم ہو گئی، تین حصہ پران کی والدہ کو بھی مل گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جو دو بھائی ہیں ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو اس کی وراثت کے مالک دونوں بھائی ہیں یا کہ ایک جو اس کا سگا بھائی، اگر سگا بھائی مالک ہے، کس طرح مسئلہ ہے دوسرا بھی تو اس کا بھائی ہے۔ مہربانی فرما کر جلدی جواب دیجیں، تاکید ہے۔ والسلام

السائل : اصغر علی بقلم خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

شرعاً گئے بھائی کے ہوتے ہوتے سوتیلے بھائی وارث نہیں بن سکتا۔ حضرت مولانا علی  
 کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کسی سندوں کے ساتھ سنن ابن ماجہ ص ۲۰۱، سنن ترمذی ج ۲ ص ۳۰  
 سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۲ میں حدیث مرفوعہ وارد ہے جس کا خلاصہ بکلمات متقاربہ یہ ہے الرجل  
 یرث اخاه لابیه وامه دون اخیه لابیه یعنی مرد اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہوتا ہے سوا  
 سوتیلے کے۔ ترمذی ج ۲ ص ۳۱ میں فرماتے ہیں والعمل علی هذا الحدیث عند اهل  
 العلم۔ سراجی ص ۱۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے والنظم للسراجی ویسقط بنو  
 العلات ایضاً بالاخ لاب وام۔ سراجی ص ۱۲، شریفی ص ۳۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں  
 ہے والنظم للاولیین ان ذالقرابتین من العصابات اولی من ذی قرابة  
 واحدة مع تساویہما فی الدرجه کہ دو رشتوں والا عصبہ ایک رشتے والے سے زیادہ مستحق  
 ہوتا ہے باوجود ایک درجہ ہونے کے اور اس کی مثال یہ دی کہ الاخ لاب وام فان مقدم  
 علی الاخ لاب اجماعاً (ترجمہ) جیسے بھائی ماں باپ سے اس بھائی سے مقدم ہے جو صرف  
 باپ سے ہو ہاں اگر سکا بھائی مسلمان نہ ہو یا مرنے والے کا قاتل ہو تو سوتیلے ہی وارث ہوگا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ



صحة الفقير البواكير محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ ۲۷/۵۶

(نوٹ) صرف خط کشیدہ عبارت سوال کا جواب ہے کہ حقیقتہً سوال ہی وہی ہے۔

## الاستفتاء

از کٹر پانوالی ۶-۸-۵۷ مکرری جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ یہاں سب خیریت ہے، امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ عرض احوال یہ ہے کہ مسمیٰ دونوں، سرور، فتح محمد کہ یتیم سگے بھائی ہیں۔ دونوں اور سرورن ایک مائی کے پیٹ سے ہیں اور فتح محمد دوسری مائی کے پیٹ سے ہے کیونکہ ان کے والد صاحب کا نام کندھتا، اس کے گھر دو عورتیں تھیں جو کہ سرورن ہے وہ فوت ہو چکا ہے، اس کے ہاں لڑکا نہیں بلکہ لڑکیاں چھ ہیں اور سرورن کی زوجہ ابھی تک زندہ ہے اور سرورن کی زمین کا جھگڑا پیدا ہو گیا ہے، دونوں یہ کہتا ہے کہ سرورن اور میں دونوں ایک مائی کے پیٹ سے ہیں کہ سرورن کی زمین کا میں حقدار ہوں اور فتح الدین نہیں ہے۔ ان کا آپس میں برادری کا جھگڑا پے گیا ہے اور ان کا مقدمہ عدالت تک پہنچ چکا ہے اس لئے آپ کے پاس یہ رقعہ ارسال ہے کہ مولوی صاحب شرعی فیصلہ بذریعہ قرآن کریم سے ان کا فیصلہ کیا جاوے۔ عین نوازش ہوگی مہربان اور



غلام ولد فتح الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔  
از طرف سردار باقر خاں نمبر دار سکنہ کٹر پانوالی (دستخط سردار مذکور باقر خاں)



مستی سرون کے وارث اس کی چھ لڑکیاں اور زوجہ اور مستی دو نابرادری حقیقی ہیں اور مستی  
فتح محمد وارث نہیں بن سکتا، اٹھواں حصہ ترکہ کا حسب دستور شرع زوجہ کا ہے اور دو تہائی چھ لڑکیوں  
کا اور باقی سبب دونا کا ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلہن الثمن مما  
ترکتہم الاۃ۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک۔ للرجال  
نصيب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر (سورۃ النساء)  
صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۹۴ تا ۹۹۹، صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۲ وغیرہ کتب حدیث میں باسانید متکاثرہ و  
کلمات متقاربہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے الحقوا الفرائض باہلہا  
فما ترکت الفرائض فلا ولی سرجل ذکر۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۱، سنن دارمی ص ۳۹۶  
سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۲ میں بالفاظ متقاربہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے ہے وان اعیان بنی الامیرتھون دون بنی العلات الرجل یرث  
اخاہ لابی وامہ دون اخیه لابی۔ ترمذی فرماتے ہیں والعمل علی ہذا الحدیث



عند اهل العلم۔

ان سب احادیث کا حکم یہ ہے کہ حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے وہ بھائی جس کی ماں الگ ہو، وارث نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، مبسوط ج ۲۹ ص ۷۲، امیں ہے شرح الاخ لاب وام شرح الاخ لاب و مثله فی السراجیۃ ص ۱۲۔ اس کا بھی وہی حاصل تو دونوں کے ہوتے ہوئے فتح محمد جس کو سوال میں فتح الدین بھی لکھا گیا ہے، وارث نہیں ہو سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مسمیٰ فتح الدین فوت ہوا اور اس کے پانچ پوتے زندہ ہیں حالانکہ فتح الدین کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جو پہلے فوت ہو چکا ہے نیز فتح الدین کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے نیز اس کے بھائی اور بہنیں بھی پہلے ہی فوت ہو چکی ہیں نہ ہی کوئی لڑکی تھی تو اس کی وراثت کے کون حقدار ہیں۔ متوفی کے والدین بھی کافی عرصہ کے فوت ہو چکے ہیں۔

سائل : حق نواز ولد غلام محمد مرحوم

مورخہ ۱۱/۵/۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوْبَةَ وَالصَّوَابَ

بلاشک و شبہ و ریب ایسے متوفی کے وارث پوتے ہوتے ہیں کہ وہی عصبات ہیں  
 سراجیہ ص ۱۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے (و النظم من الہندیۃ) اقرب  
 العصبات الابن ثمان ابن الابن۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ

و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

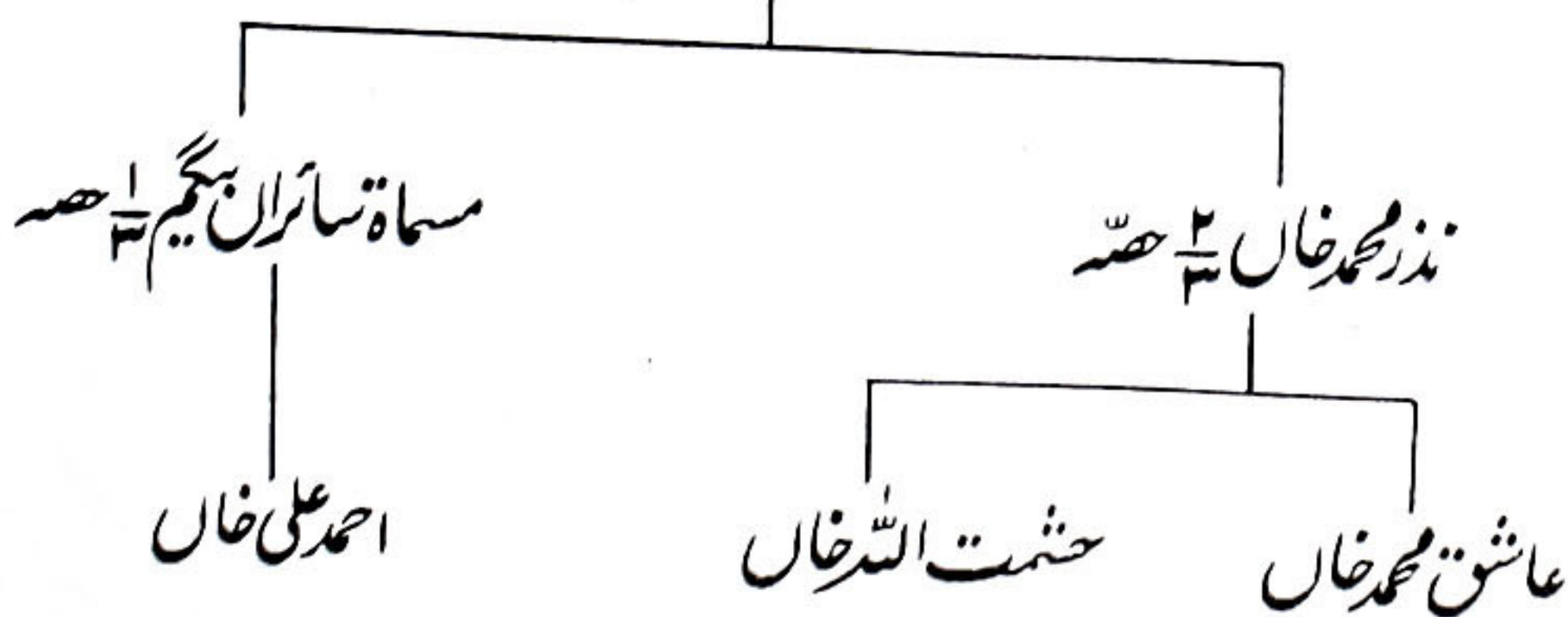
مؤرخہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۹ مطابقت ۱۰

**الاستفتاء**

مکرمی محترمی حضرت علامہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ مزاج گرامی!

مسماة ہاجران بیگم



مسماة ہاجرہ بیگم نے زید کے پاس مبلغ چھ صد روپیہ بطور امانت رکھے، لکن میں  
 مسماة مذکورہ کا انتقال ہو گیا، چونکہ مسماة مذکورہ کی کوئی اولاد نہیں تھی لہذا ان کی جائداد مسماة مذکورہ  
 کے بھائی نذر محمد خاں کو دو حصہ اور مسماة مذکورہ کی بہن مسماة سائرہ بیگم کو ایک حصہ پہنچی، اس کے علاوہ  
 جو کچھ زیور اور نقد روپیہ مسماة نے چھوڑا تھا وہ بھی بقدر حصہ دونوں کو ملا۔ عاشق محمد خاں کا  
 انتقال ۱۳۴۷ھ میں اپنے والد نذر محمد خاں کی حیات میں ہو گیا اور نذر محمد خاں نے اپنے پوتے یعنی  
 عاشق محمد خاں کی اولاد کے نام اپنی زندگی میں کوئی جائداد نہیں کی۔ نذر محمد خاں کے انتقال کے بعد  
 ان کی کل جائداد ان کے لڑکے حسمت اللہ خاں کو پہنچی۔ مسماة سائرہ بیگم کے انتقال کے بعد  
 ان کے لڑکے احمد علی خاں کو جائداد پہنچی جو امانت مسماة ہاجرہ بیگم نے زید کے پاس بطور امانت چھ صد روپیہ  
 رکھی تھی، اس کو زید نے اب سنتہ میں ظاہر کی اور اس میں سے مبلغ دو صد پچاس روپیہ حسمت اللہ خاں کو  
 نذر محمد خاں کو دے اور مبلغ دو صد پچاس مقصود احمد خاں ولد عاشق محمد خاں کو دے اور مبلغ یکھ صد روپیہ  
 مصرف خیر میں خرچ کے لئے رکھے۔

مہربانی فرما کر اس عقدہ کو صل فرمادیں کہ زید اس امانت کو جو مسماة ہاجرہ بیگم نے  
 چھ صد روپیہ بطور امانت رکھے تھے، کیسے کیسے خرچ کر سکتا ہے اور یہ رقم کن کن ورثاء کو پہنچتی ہے؟  
 مشکور ہوں گا۔ فقط

احقر العباد احمد علی خاں مراد آبادی، حال ساکن موضع اسد اللہ پور ۶۰-۴-۱۰



مقصود احمد خاں مسماة ہاجرہ بیگم کا وارث نہیں اور نہ ہی اپنے دادا سے نذر محمد خاں کا

وارث بن سکتا ہے تو اسے ۲۵۰ روپیہ دینا جائز نہیں بلکہ نذر محمد خاں اور مسماۃ سائرہ بیگم کے انتقال کے وقت ان کے جو جو وارث تھے انہی کا پہلی تقسیم کے مطابق حق ہے یعنی نذر محمد خاں کے وارثوں کے ۲ حصے اور مسماۃ سائرہ بیگم کے وارثوں کا ۱ حصہ ہے تو احمد علی خاں کو (جو اپنی والدہ کا وارث ہے) بھی حصہ ملنا چاہئے البتہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اگر باجرہ بیگم کا خاوند یا والدین یا کوئی اور بھائی بہن تو پہلی تقسیم بدل جائے گی اور یہ امانت بھی اسی لحاظ سے تقسیم ہوگی اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ نذر محمد خاں کی بیوی یا لڑکی یا کوئی اور لڑکا جو اس کے انتقال کے وقت موجود ہو تو وہ بھی حقدار ہوگا اور یونہی سائرہ بیگم کے متعلق دیکھ لیا جائے کہ اس کے انتقال کے وقت اس کا خاوند یا کوئی اور لڑکی یا لڑکا تو موجود نہیں تھے ورنہ حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

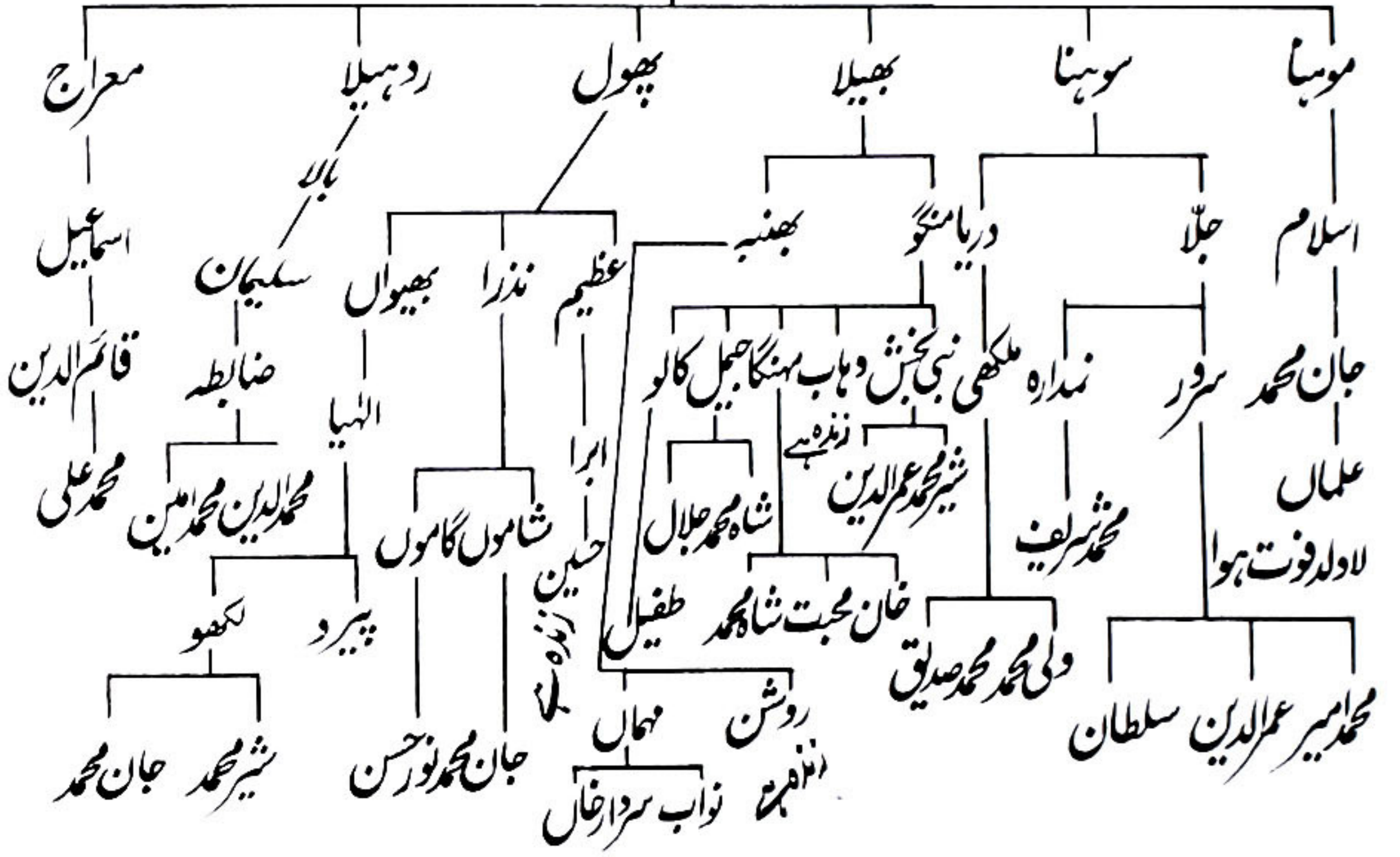
عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ

الاستفتاء

نقل شجرہ نسب انتقال ۲۹ موضع پنجرہ پور تحصیل دیپالپور

مورث اعلیٰ ساکھو



نوٹ: ہمسٹی روشن ولد بھنبہ اور مسٹی وہاب ولد منگو بیان کرتے ہیں کہ مورث اعلیٰ ساکھو کے لڑکے مسٹیان موبہنا، سوہنا وغیرہ ایک ہی بیوی کے لطن سے تھے اور یہ کہ مسٹی علماں لا ولد کی وفات سے پہلے اس کا باپ جان محمد اور اس کے اوپر والے تمام عصبات فوت ہو چکے تھے اور مسٹی جان محمد کے ہم درجہ عصبات میں سے صرف مسٹیان سرور، نمدارہ، وہاب، ہنگا، جمیل، کالو، روشن، مہماں، شاموں، گاموں زندہ تھے اور یہ کہ مسٹی علماں کی والدہ بھی پہلے فوت ہو چکی تھی اور یہ کہ اس کی صرف ایک بہن تھی جو اس سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

نشان انگوٹھا مسٹی روشن مذکور ○ نشان انگوٹھا مسٹی وہاب مذکور ○

نوٹ: سائل نے غلطی سے مہماں کو زندہ لکھوا دیا تو جواب ذیل لکھا گیا مگر دوسرے دن گواہ لیکر آیا کہ وہ مردہ تھا تو نوٹ مندرجہ بالا کے بجائے نوٹ مندرجہ ذیل لکھایا تو اس جواب میں ترمیم کرنی پڑی جو تصحیح سے ظاہر ہے۔

ابوالخیر النعمی غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

اگر شجرہ نسب اور ذیلی نوٹ صحیح اور واقعی ہے تو تمام اشخاص مندرجہ بالا مسمیٰ علماں کے نسبی عصبیات ہیں مگر ان میں سے وارث صرف وہی نو شخص ہیں جو علماں متوفی کے والد جان محمد کے ہم درجہ ہیں یعنی جان محمد کی طرح مورث اعلیٰ سا کھو کے پر پوتے ہیں جو بوقت وفات علماں متوفی زندہ تھے اور یہ بھی واضح کہ شرعاً ان نو شخصوں کے حصے مساوی ہیں مثلاً جتنا مسمیٰ سرور کو ملے گا اتنا ہی مسمیٰ وہاب کو ملے گا تو یہ سلسلہ ۹ صحیح آئے گا حسب ذیل :

علماں سلسلہ ۹



سرور	مندارہ	وہاب	مہنگا	جہیل	کالو	روشن	شاموں	گاموں	(نسبی عصبیات)
$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	

اور چونکہ مسمیان ملکی، بنی بخش، مہماں، ابرا، الہیا، سلیمان، قائم الدین، مسمیٰ علماں سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو وہ اس کے وارث نہیں ہو سکتے لہذا وہ سب اور ان کی اولادیں محروم ہیں، ان سب کے لڑکے مسمیٰ ولی محمد وغیر مسمیٰ سرور وغیرہ کی نسبت دور کے عصبہ ہیں تو نزدیکی عصبیات کے ہوتے ہوئے محروم ہوں گے، قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون اور حدیث متفق علیہ میں ہے فلا ولی رجل ذکر سر جیس ۱۲ میں ہے الاقرب فالاقرب۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے

وإذا اجتمع جماعة من العصبية في درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبار ابدانهم لا باعتبار اصولهم مثاله ابن اخ وعشرة بنی اخر او ابن عم وعشرة بنی عم اخر المال بينهم على احد عشر سہما لكل واحد سہم۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

حزب الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء



نوٹ : مسئی عمر الدین ولد نبی بخش حلفیہ بیان کرتا ہے کہ مورث اعلیٰ ساکھو کے لڑکے مسیان موہنا، سوہنا وغیرہ ایک ہی بیوی کے لطن سے تھے اور یہ کہ مسئی علماں لا ولد کی وفات سے پہلے اس کا باپ جان محمد اور اس سے اوپر والے تمام عصبیات فوت ہو چکے تھے اور مسئی جان محمد کے ہم درجہ عصبیات میں سے صرف مسیان سرور، نمدارہ، وہاب، مہنگا، جمیل، کالو، روشن، شاموں، گاموں زندہ تھے اور یہ کہ مسئی علماں کی والدہ اور بہن بھی پہلے فوت ہو چکی تھیں اور یہ کہ وہ شادی شدہ نہ تھا تو اس کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل : عثمان غنی ولد سلطان سوکھیرا از ٹھٹھہ منصف متصل علئے کے ۲۴

مورخہ ۶۲-۲-۲۷ کو مسئی روشن ولد بھنبہ کو لکھ دیا ہے کہ ہم نے مورخہ ۶۱-۱۰-۲ کو

فتویٰ عثمان غنی ولد سلطان کو دیا ہے اور صرف ایک ہی فتوے دیا ہے جس میں مسئی روشن ولد

بھنبہ کو وارث بھصہ مساوی لکھا ہے ۱۲

ابو الخیر النعمی غفرلہ

۲۲-۲-۲۷

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ زید کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے ایک بیوی اس کے حین حیات میں فوت ہو گئی جس سے دو لڑکیاں ہیں بعد ازاں زید فوت ہوا تو دوسری بیوی کے نام شرعی حصہ  $\frac{1}{8}$  منتقل ہوا مگر اب وہ بھی فوت ہو گئی ہے اور اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں اور والدین پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں تو اس کی اراضی کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینواتوجروا۔

السائل: خوشی محمد مختیار میاں محمد احمد خاں سکھ بونگہ صالح



اس کی اراضی کے چھ حصے ہوں گے، دو دو حصے لڑکوں کے اور ایک ایک حصہ

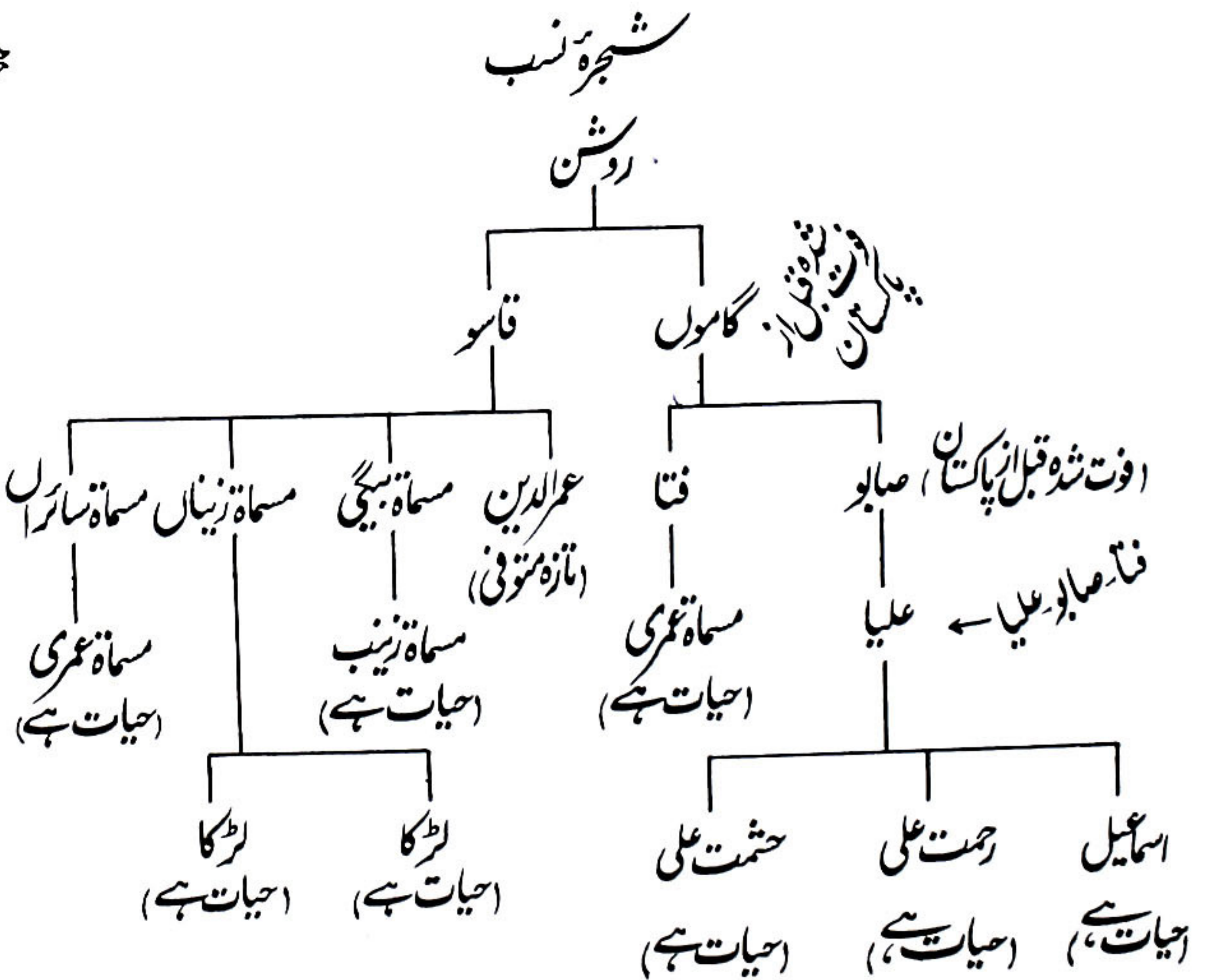


اس کی اپنی لڑکیوں کا، قرآن کریم میں ہے فلذکر مثل حظ الانثیین۔  
والله تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله  
وصحبه و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البوایحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲-۹-۶۳

# الاستفتاء



استفسار : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ  
 عمر الدین فوت ہو گیا ہے اور اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے اور اس کی سہ ہمشیر گاہ  
 قبل از پاکستان ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ مندرجہ بالا شجرہ کی رو سے متوفی عمر الدین کی جائیداد تقارن  
 بازگشت میں برائے شریعت کس طرح تقسیم ہوگی جبکہ تقارن بازگشت اہل سنت و الجماعہ متعینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔  
 حشمت علی قلم خود حجرہ شاہ مقیم محلہ دھانوالہ تحصیل دیپال پور ضلع ملتان مگرمی ۶۳-۱۰-۲۶



شرعاً اس شجرہ نسب کی رو سے متوفی عمر الدین کے وارث اس کے چچا گاموں کے  
 تین پر پوتے اسماعیل، رحمت علی، حشمت علی ہی ہیں کہ یہی عصبہ ہیں اور مسماۃ زینب وغیرہ  
 سب محروم ہیں کہ عصبہ نہیں اور نہ ہی ذوی الفرائض سے ہیں، سراجی ص ۴۲ میں ہے ثم  
 بالعصبات من جهة النسب نیز اسی میں ہے وعند الانفرادی حد جمیع  
 المال نیز ص ۴۲ میں ہے جزء جدہ الاقرب فالاقرب پھر اسی میں ہے ثم  
 جزء جدہ ای الاعمام ثم بنوهم وان سفلوا۔

یہ مسئلہ حسب القواعد ۳ سے آئیگا اور ۳ سے ہی صحیح ہوگا حسب ذیل :  
 عمر الدین مسئلہ از ۳ صحیح نیز از ۳

اسماعیل	رحمت علی	حشمت علی
۱/۳	۱/۳	۱/۳

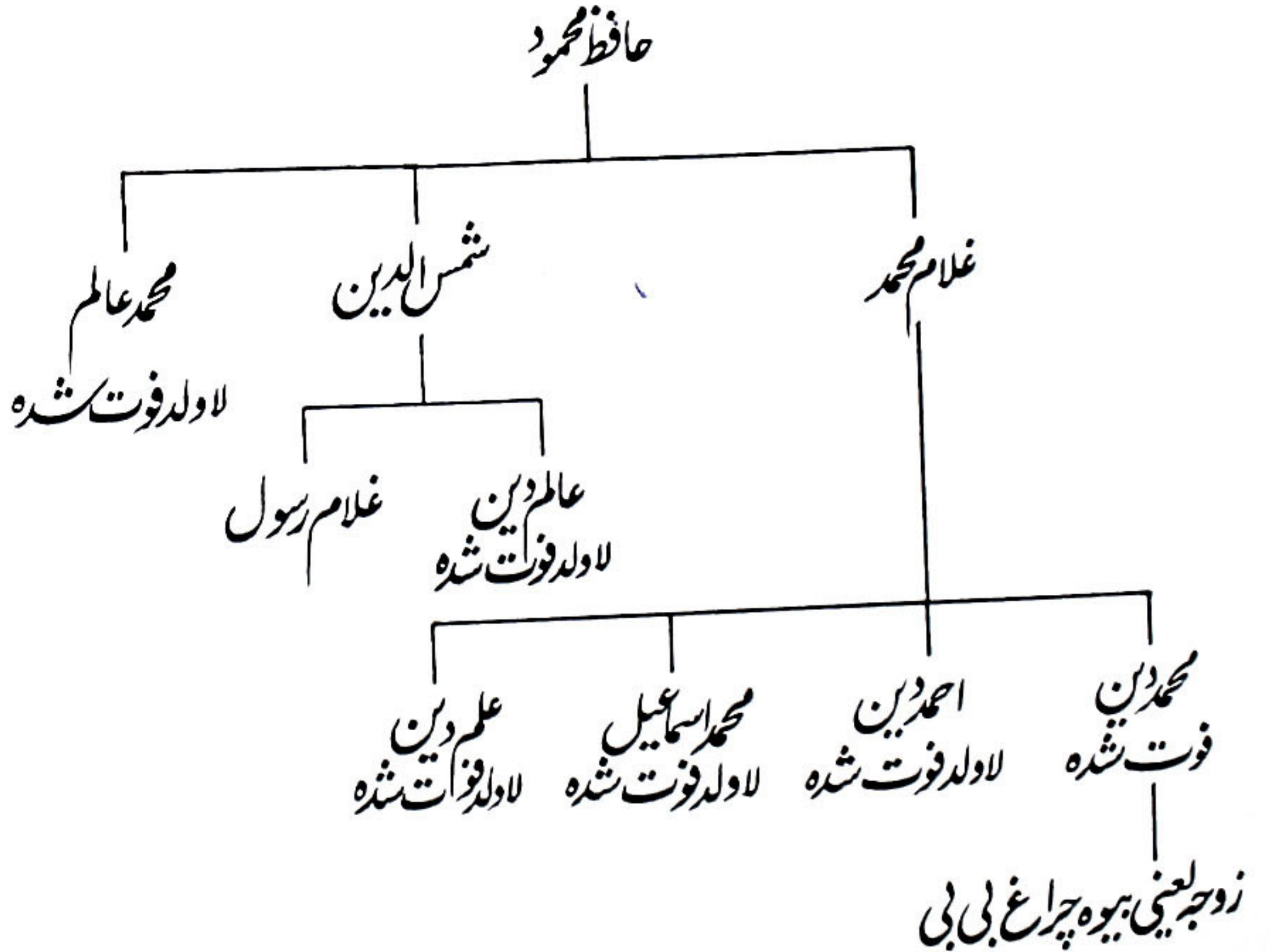


والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله  
وصحبه وبارك وسلم

عزرة الفقير الراجي الى رحمة ربه نور الشداييم غفرله

۱-۱۱-۶۳

# الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ شریف میں کہ صورتِ مسئلہ جو شجرہ ہذا میں دی گئی ہے کہ غلام محمد کی فونگی کے وقت ان کے بھائی اور اولاد میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہ تھا، صرف غلام رسول (غلام محمد کا حقیقی بھتیجا) اور مسماۃ چیراغ بی بی بیوہ محمد دین (غلام محمد کی بہو) موجود تھے حالانکہ محمد دین اپنے والد صاحب کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا اس کی اپنی کوئی جائداد نہ تھی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے قانون کے مطابق ۱۹۲۲ء میں غلام محمد کی ساری جائداد اور محمد عالم کی نصف جائداد مسماۃ چیراغ بی بی کے نام منتقل ہو گئی جو تانکراج ثانی یا حلین حیات رہتی تھی، بدستور ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک مسماۃ چیراغ بی بی اس جائداد سے رعی فائدہ حاصل کر رہی ہے لہذا دریافت طلب ہے کہ مسماۃ چیراغ بی بی کے فوت ہونے کے بعد از روئے شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ و التسلیم و الذی ارشاد فرمائیں کہ غلام محمد کے حقیقی بھتیجے غلام رسول کے ہوتے ہوئے جائداد مذکور کسی اور کو بھی ملے گی یا نہیں؟ اسکی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بتیو التوجروا۔

بحوالہ کتب مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

سائل: میاں غلام رسول، مقام وڈا کھانہ بیگمہر بچو تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ۱۳۶



ظاہر سوال اور حال یہ ہے کہ متوفی غلام محمد کے والدین اور دادا دادی بھی اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو ایسی صورت میں صرف غلام رسول ہی اس کا عصبہ اور وارث ہے، قرآن کریم

میں ہے والا قربون (سورة النساء) اور حدیث پاک میں ہے لا ولی لرجل ذکر  
(بخاری وغیرہ) سراجی میں ۱۲ میں ہے ثم جزء ابی ای الاخوة ثم بنوهم  
اور یوں ہی باقی کتب فقہیہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے اور مسماة پیرغ بی بی ہرگز ہرگز وارث نہیں  
اس کا غلام محمد کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ یا قرابت نسبتیہ یا سببیہ نہیں رہی جو وارث بنا سکے کسی  
ایت یا حدیث یا کسی امام کے قول میں یہ نہیں کہ بہو اپنے سسر کی وارث ہے اور نہ ہی طائوفی  
قانون وارث بنا تھا بلکہ یہ ظالمانہ قانون صرف اس کی زندگی یا نکاح تک گذرا وقت  
کے لئے تھا اور اب یہ بھی نہیں، حکومت پاکستان نے وہی شرعی قانون وراثت اپنایا ہوا ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

والہ و صحبہ و بارک و سلم۔

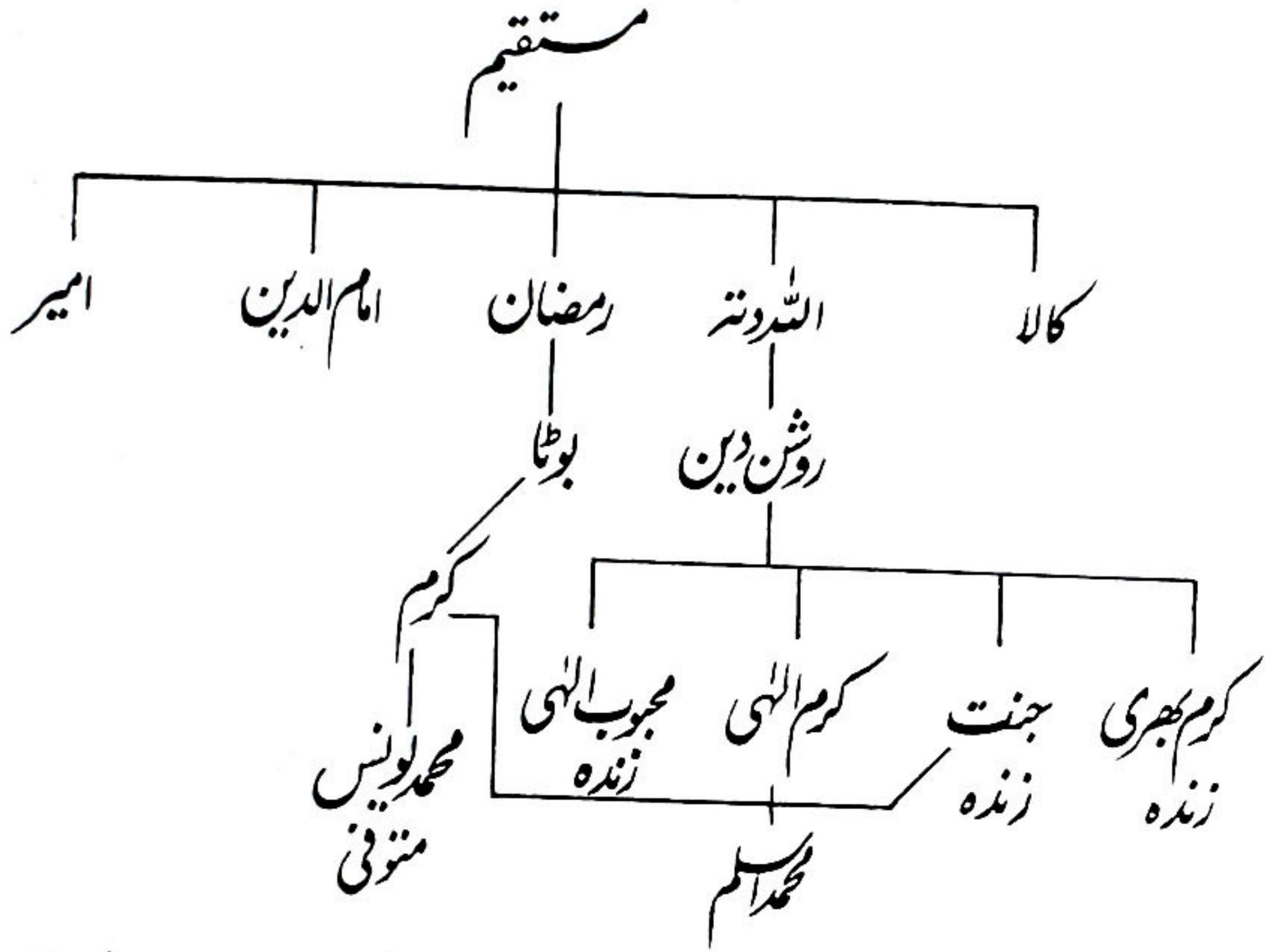
عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ ذی القعدة المبارک ۱۳۸۵ھ

۱۳-۲-۶۶

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ شجرہ بذا کا مسیٰ کرم فوت ہوا تو اسکی  
کل اراضی اس کے لڑکے محمد یونس کے نام منتقل ہوئی اور محمد یونس کے فوت ہونے کے بعد اس  
ارضی کا انتقال جنت کے نام ہو گیا حالانکہ محمد یونس کی وفات کے وقت مسیٰ کرم الہی فوت ہو چکا



تھا اور محبوب اللہی اور کرم بھری زندہ تھے تو کیا مسٹی محمد اسلم کا اس اراضی میں کوئی حق وراثت ہے یا نہیں؟

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ سماء جنت مسٹی کرم کی بیوی اور محمد یونس کی ماں ہے۔  
بینواتوجروا۔

السائل : محبوب اللہی از دیپالپور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم و آلہ واصحابہ مع التسلیم

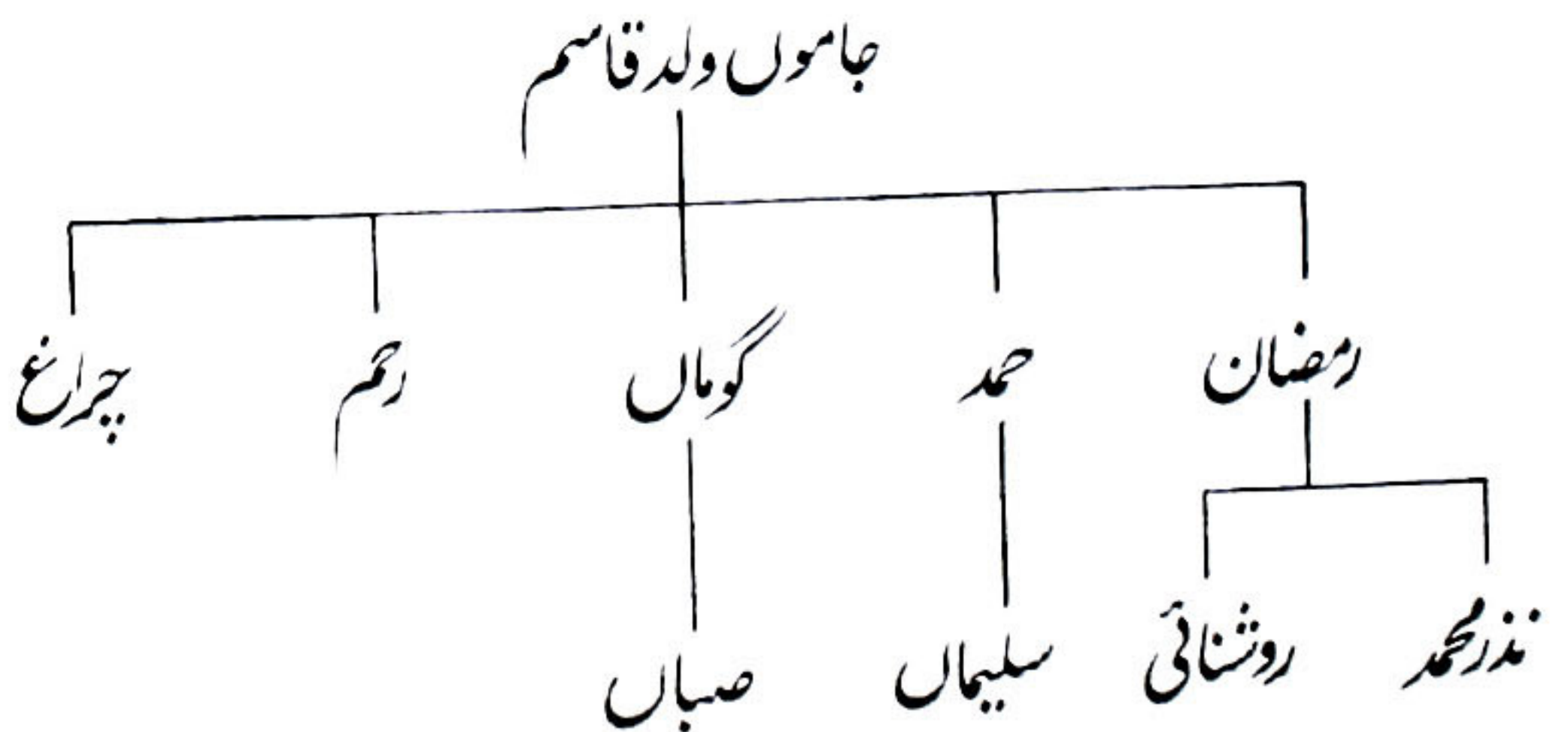
شرعاً محمد لوئس کے وارث اس کی ماں مسماۃ جنت اور محبوب الہی عصبہ ہیں  
 کرم بھری اور محمد اسلم محروم ہیں، محبوب الہی اقرب (یعنی محمد لوئس کا زیادہ قریبی ہے) اور محمد اسلم  
 ایک درجہ دور ہے لہذا وہ حقدار نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں ہے فلامن الثلث نیز  
 فرمایا للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون اور حدیث متفق علیہ  
 میں ہے لا ولی رجل ذکر فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲۰۵ میں ہے فالاقرب یحب  
 الابد۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم والہ  
 واصحابہ وبارک وسلم۔



عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۶-۹-۲۱

## الاستفتاء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوْبَ

متوفی رحم کے وارث صرف نذر محمد اور سلیمان بھتیجے ہی ہیں کما فی الحدیث  
 المتفق علیہ والسراجیۃ وغیرہا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد  
 وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخییر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ  
 ۱۵ رذی القعدة المبارکۃ ۱۳۸۹ھ ۲۳ ۱/۲

**الاستفتاء**

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ غوثی وغبیاتی سیدی و مرشدی الحاج البواخییر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

بعد ازیں اس جگہ خیریت ہے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں



بعد ازیں گذارش ہے کہ دو آدمی ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ان کا آپس میں وراثت کا جھگڑا ہے جان محمد اور چنان خاں کا جو ان کا باپ تھا سارنگ ولد بلند ان کا نام تھا، اس کے گھر ایک عورت تھیں، اس کے دو لڑکے تھے چنان اور جان محمد، ان کی والدہ زندہ تھیں، اس کے بعد اس نے بیٹی کی عورت زبردستی سے اپنے گھر رکھ لی، حاجی سراج دین سے کہا کہ اس کا نکاح نہیں جائز اور ہم نہیں کرتے اس نے بے نکاح اپنے گھر وہ عورت رکھی، اس میں سے ایک لڑکی ہے، وہ وراثت کا دعویٰ کرتی ہے، کیا ان کا نکاح حق ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر مسئلہ تحریر فرماویں، یہ ہمارے زمیندار ہیں، اس میں کوئی ناجائز کی بات نہیں۔

آپ حضور کی عین نوازش ہوگی فقط۔ السلام علیکم دست بستہ عرض کرتا ہوں۔

آپ حضور کا خادم:

السرخش ولد حاجی سراج دین

چک ۵۵ تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال



اگر سوال صحیح ہے تو سارنگ کے وارث صرف اس کے دو لڑکے جان محمد اور چنان ہیں، حرام زادی لڑکی وارث نہیں، لہذا:

سارنگ، سند ازدو

$$\frac{\text{جان محمد}}{\frac{1}{2}} \times \frac{\text{چان}}{\frac{1}{2}} \times \text{حرام زادی لڑکی}$$

کذا فی القرآن الکریم والحديث والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علی حبیبہ و علی آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ۱۱-۲-۸۰

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسماۃ امیر بی بی دختر علی اکبر قوم چیلرون ساکن جیٹھ پور کی شادی فضل محمد ولد عبدالحق قوم مغل چوغٹھ آج سے تقریباً ۳ سال پیشتر ہوئی تھی۔ فضل محمد مذکورہ ۱۲ ایگر کا مالک تھا، اس نے اپنی شادی سے تین دن قبل اپنی ملکیتی اراضی اپنی بیوی مذکورہ کے نام رجسٹری کروادی جس کا عدالتی ثبوت موجود ہے۔ فضل محمد فوت ہو گیا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بعد ازاں امیر بی بی بھی فوت ہو گئی۔

شرعیات مطہرہ اور قرآن پاک کی رو سے اراضی مذکورہ کے کون سے حقدار ہیں، اس وقت امیر بی بی مذکورہ کے والدین فوت ہو چکے ہیں، اس کے ایک بھائی اور بہن ہیں۔

محمد اسلم و علی اکبر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ



اگر یہ سوال صحیح ہے کہ امیر بی بی کے وارث صرف ایک بھائی اور بہن ہی ہیں اور کوئی وارث نہیں تو وہی بہن بھائی سہارا میں، بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ جبکہ یہ بہن بھائی امیر بی بی کے باپ کے لڑکا اور لڑکی ہیں جیسے سائل کے وکیل صوفی محمد علی صاحب نوری سے ولد عبدالکریم صاحب نے بصیر پور نے زبانی بیان کیا ہے تو یہ مسئلہ تین سے اسٹیک جو صحیح طور پر تقسیم ہو جاتا ہے، یوں :-

امیر بی بی مسئلہ از تین

محمد اسلم بھائی

خورشید بیگم بہن

کما فی کتب المذہب المہذب الحنفی والہندیۃ والسراجیۃ وغیرھا  
 واللہ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى

آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں ہی مسئلہ اوکاڑہ سے مرزا بشیر احمد صاحب نے بھیجا تھا جس میں نسب وغیرہ کا یہی تفصیلی ذکر تھا اور یہ بھی لکھا کہ محمد اسلم اور خورشید بیگم امیر بی بی کے باپ اور ماں کے اولاد نہیں ہیں مگر اس

سوال میں یہی کہا گیا ہے کہ علاقائی بہن بھائی ہیں تو اگر واقعی علاقائی ہیں تو جواب مندرجہ بالا صحیح ہے۔  
واللہ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى آله وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابو النجیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ  
۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ ۹-۶-۸۰

## الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت الحاج ابو النجیر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعمی مہتمم دارالعلوم خفئیہ فریدیہ لیسیر پور  
جناب عالی

گزارش ہے کہ سائل کو قانونِ وراثتِ شرعی کے مطابق فتاویٰ کی از حد ضرورت ہے

برائے مہربانی فتاویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے :-

۱- مسٹی قمر دین، ۱۹۵۹ء میں فوت ہوا، اس کے نام پر زرعی اراضی تھی۔

۲- مسٹی عبدالملک پسر قمر دین مسٹی قمر دین کی زندگی ہی میں ۱۹۴۸ء میں فوت ہوا۔

۳- مسٹی قمر دین کی فوتیگی کے بعد انتقالِ وراثت مسماۃ بختائی بیوہ، محمد نسا پسر مسماۃ صفیہ بیگم دختر

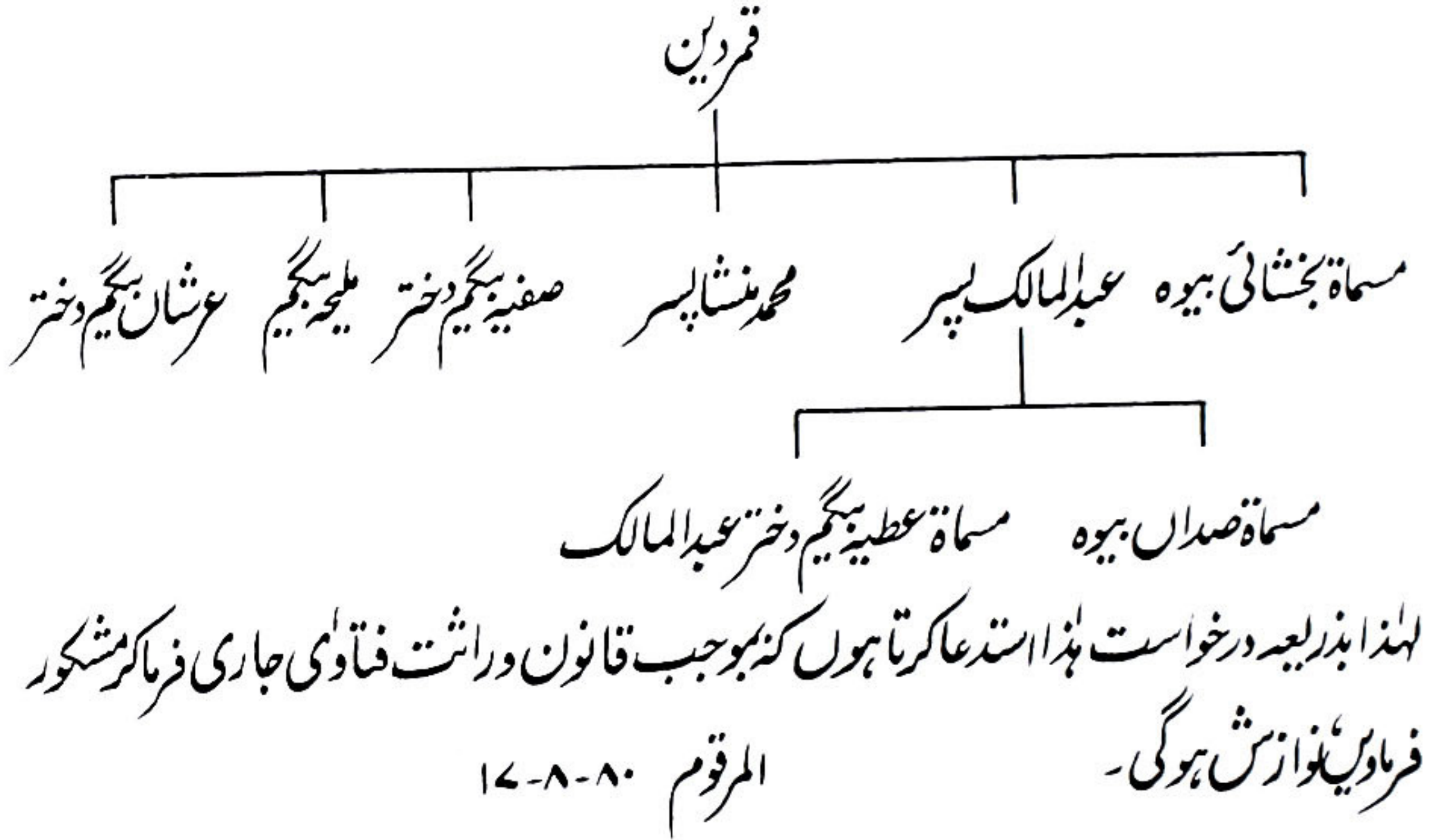
مسماۃ ملیحہ بیگم دختر اور مسماۃ عرشاں بیگم دختر ان قمر دین منظور ہو گیا۔

۴- اب مسٹی عبدالملک کی بیوہ نے ۱۹۷۸ء میں اسی صاحب پاک تین کی عدالت میں اپنی انتقال

دائر کی جو کہ مورخہ ۳۱/۸ کو خارج ہو گئی۔

۵- ازاں بعد پنچائت نے حقوقِ وراثت کا مطالبہ کیا جس میں طے پایا کہ اگر قانونِ شریعت کے مطابق

مسماة صداں بیوہ عبدالمالک اور مسماة عطیة بیگم دختر عبدالمالک حق دار ہوں تو اس پر عمل کیا جاوے اور اگر قانون شریعت کے مطابق نہوں تو پھر وہ حق وراثت سے محروم رہیں گی۔  
(شجرہ ملاحظہ ہو)



عسر  
فدوی محمد منشا ولد قمر دین ذات بلوچ ساکن موضع جگا بلوچ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال



شرعاً قانون وراثت کے مطابق صداں بیوہ عبدالمالک اور عطیة بیگم دختر عبدالمالک کا کوئی حق نہیں کیونکہ عبدالمالک قمر دین سے پہلے فوت ہونے کے باسبب قمر دین کا وارث

نہیں تو صداں اور عطیہ کا حق کیسے بنے؛ صرف محمد منشا وغیرہ ہی وارثِ قمرین ہیں لہذا سابقہ انتقالات صحیح ہو چکا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے فاقرب العصابات الابن الخ قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون (پ ۶ سورۃ النساء) اور حدیث شریف بخاری و مسلم وغیرہا میں بھی ہے ما ابقت اصحاب الفرائض فهو لاولی رجل ذکر او كما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔  
واللہ اعلم و صلی اللہ علی حبیب سیدنا و مولانا محمد  
والہ و اصحابہ اجمعین و باریک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۵ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ۱۷/۸

## الاستفتاء

۷۸۶  
۹۲

از کندھ کوٹ  
۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، وہ اپنی ملکیت کس طرح تقسیم کرے؟ ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا؟ اور کس قسم کی ملکیت تقسیم کرے جبکہ گھر کی جگہ اور ایک پرزے بنانے اور مرمتی کرنے کا کارخانہ اور کچھ زمین اس کی ملکیت میں مفصل تخریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

السائل: حاجی غلام حسین مغل، کندھ کوٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ

اگر صرف یہی وارث ہیں تو بارہ حصے بنا کر ہر ایک لڑکے کے دو حصے اور ہر ایک لڑکی کا ایک حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین (سورۃ النساء) اور اگر کوئی اور وارث ہے تو اس کے ظاہر کرنے پر جواب دیا جاسکتا ہے مگر وراثت فوت ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے ابھی کیا پتہ کہ کوئی لڑکی یا لڑکا ہو جائے یا کسی عورت سے نکاح کرے تو وہ بھی وارث ہوگی۔

بہر حال جو چیز مرنے والے کے ملک میں ہو تو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وبارک  
 وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۶ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ ۹-۶-۸۱



ذو القعدة



# باب فی الارحام

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسمیٰ محمد علی فوت ہوا اولاد اس کا کوئی رشتہ دار موجود نہیں، صرف دو اس کی خالہ کے لڑکے ہیں تو اس کا وارث شرعاً کون ہے؟  
بینواتوجروا من سب العلمین۔

سائل: عطا محمد موضع دریا ڈنگ متصل عارف والا ضلع منٹگمری



صورتِ مسئلہ میں متوفی محمد علی کے وارث قریبی دو خالہ زاد بھائی ہیں کہ خالہ کی اولاد ذوی

الارحام سے ہے اور ذوو الارحام بھی بالترتیب الشرعی وارث ہوا کرتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری، درالمختار  
ردالمحتار، فتاویٰ سراجیہ میں ہے ثم ذوی الارحام نیز کتب مذکورہ وغیرہ میں ہے والنظم  
من الہندیۃ والاحوال والخالات واولادہم۔ شرح سراجیہ میں ہے وبنت  
الخالة وابنہا اولیٰ من بنت بنت الخالة وابن بنتہا تو وہ دونوں بھائی ذن  
کفن وصیت وقرض سے بچے ہوئے ترکے کو نصف و نصف کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ  
جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيب محمد وآلہ  
واصحابہ وبارک وسلم۔

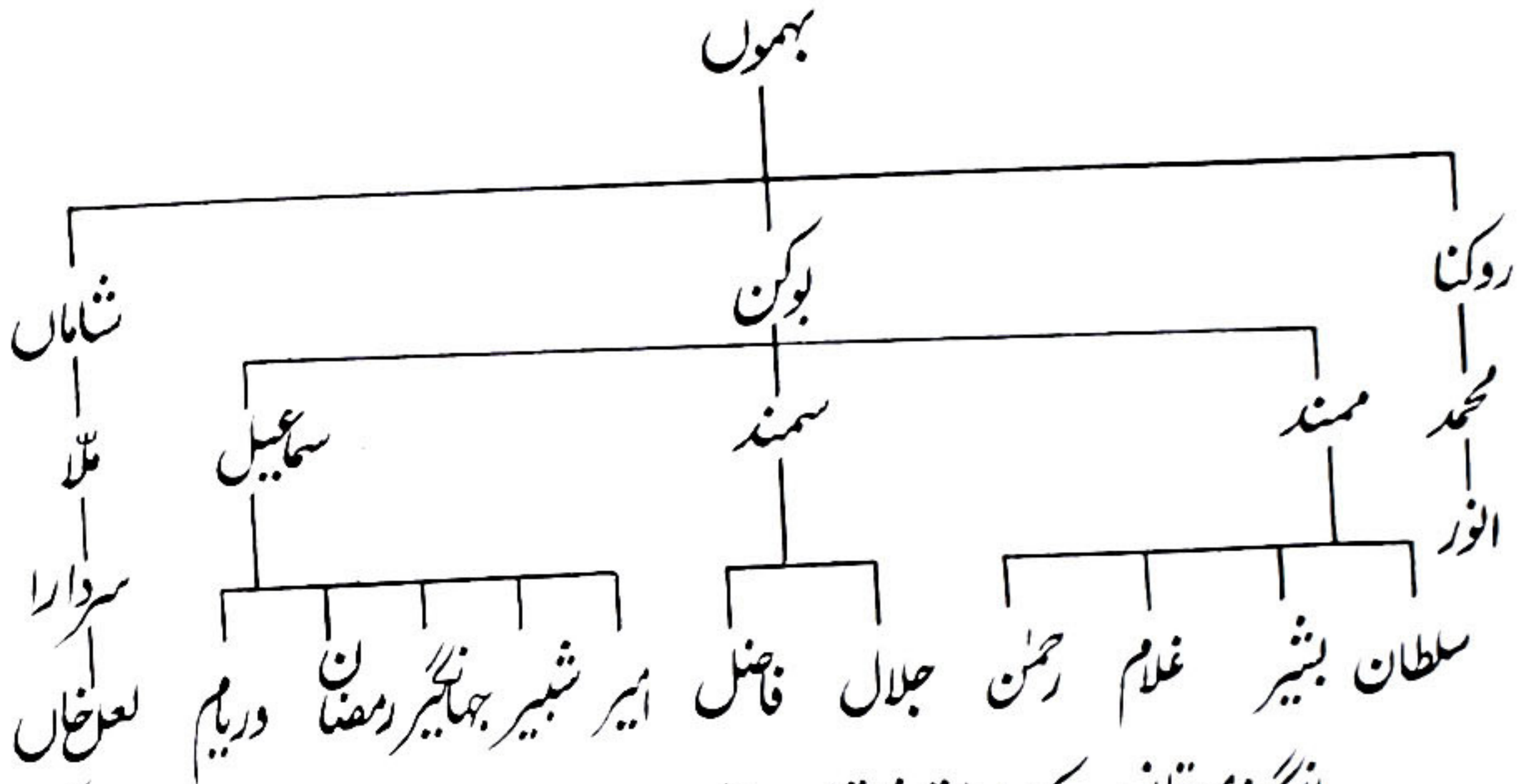
نوٹ : سائل نے بعد میں بتایا کہ خالہ زاد تین بھائی ہیں، غلطی سے دو لکھائے ہیں  
تو وہ تینوں بھائی ترکہ برابر تین حصے کر لیں کہ وہ تینوں وارث ہیں۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسمیٰ لعل خان لدنہ رخان  
لا ولد فوت ہوا، اس کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



انگریزی قانون کے مطابق انتقالِ اراضی بنام ساماں والدہ لعل خاں ہو اور اس کے فوت ہونے کے بعد مسماۃ روشن دادی لعل خاں کے نام ہو اور اس کی فوتیگی پر مسماۃ گاماں اور مسماۃ صاحبزادی دختران ملا کے نام انتقال کیا گیا حالانکہ روکنا اور بوکن کے وارث مذکور موجود تھے۔

نوٹ : سائلوں نے ایک وارثہ مسماۃ فجاں دختر ساماں والدہ لعل خاں کا ذکر نہ کیا حالانکہ وہ بھی ولد الام اور وارث ہے ۱۲

ابوالخیر غفرلہ



مسماۃ روشن دادی گاماں کے ہوتے ہوئے شرعاً کوئی حق نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۵، سراجیہ ص ۱۳ میں ہے والنظم من السراجیۃ ویسقطن کلہن بالام

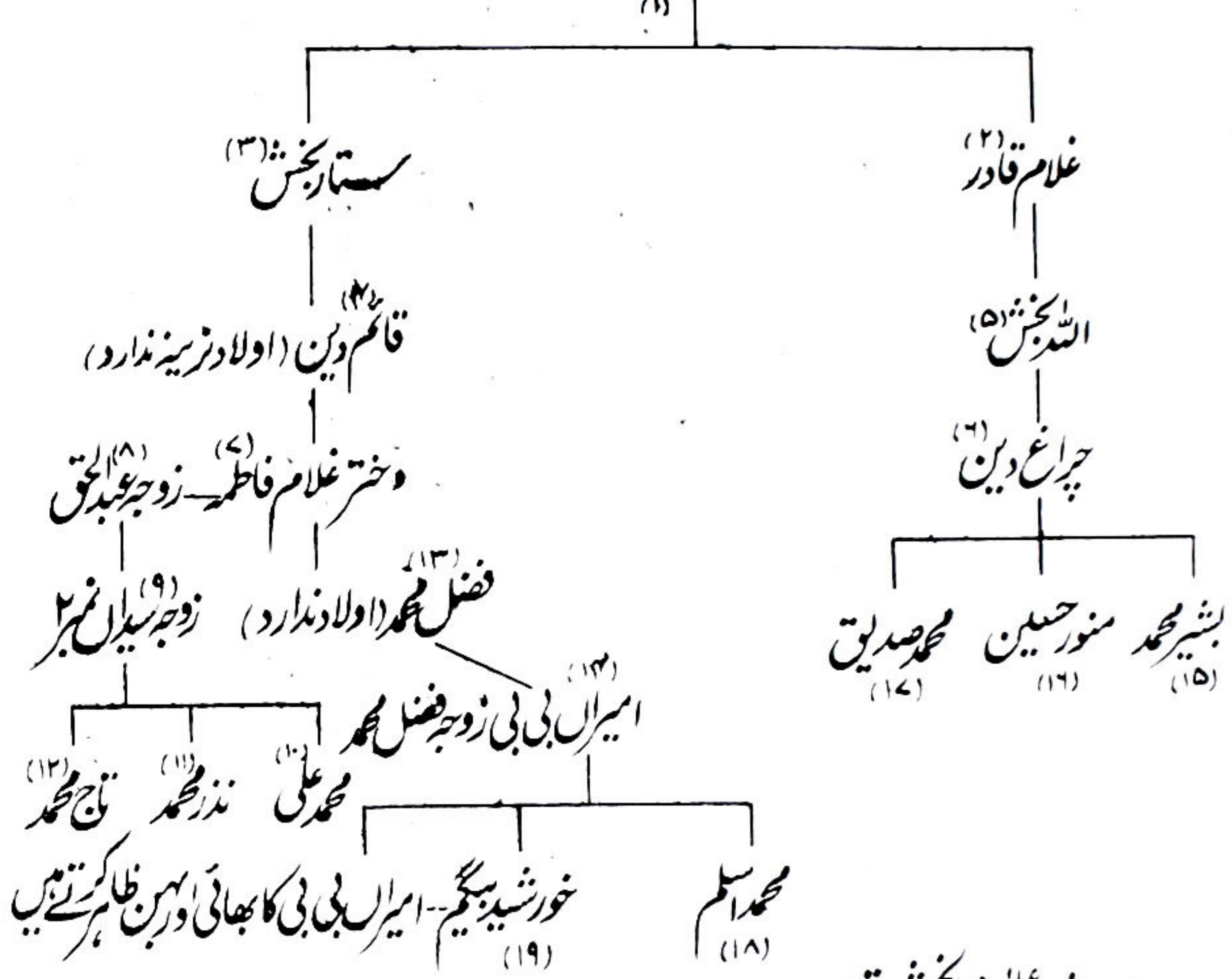
اور ایسے ہی مسماۃ گاماں اور مسماۃ حزابو کی ہوتے پھوپھیوں کا کوئی حق نہیں کہ پھوپھی ذوی الارحام سے ہے  
 فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۸، سر جیسیس ۳۵ میں ہے وھم العمتات اور ذوی الارحام کا حق  
 ماں اور عصبیات کے ہوتے ہوئے قطعاً نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۳، سر جیسیس ۴ میں ہے  
 ثم ذوی الارحام بلکہ صرف مسماۃ ساماں اور مسماۃ فجاں اخت للام اور النور وغیرہ اولاد زینہ  
 روکنا اور لوکن کا حق تھا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، سر جیسیس ۱۲ میں وثلث الكل عند عدم  
 هؤلاء المذكورین نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، سر جیسیس ۱۵ میں ہے ثم فی اقسام جدہ  
 لہذا یہ انتقال بنام گاماں اور صاحبزادی شرعاً محض غلط اور ناجائز قابل فسخ ہے بلکہ عصبیات غیر محبوب جو  
 بوقت وفات لعل خاں موجود تھے ان کا حق ہے جو مسماۃ ساماں والدہ اور مسماۃ فجاں اخت للام سے  
 بچے وہ عصبیات غیر محبوب لعل خاں کا حق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ  
 تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔  
 صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب عالی!  
 گزارش ہے، شجرہ نسب مشمولہ پیش بھنوا نور ہے، وراثت کا فتوے درکار ہے  
 استفتی: حافظ محمد نشا قوم نارو خطیب جامع مسجد چک۔ تحصیل و ضلع و ہاری

خدا بخش مورث اعلیٰ



۱- مورث اعلیٰ خدا بخش تھا۔

۲- خدا بخش کے دو بیٹے (غلام قادر ۲) (سبتار بخش ۳) تھے۔

۳- غلام قادر نمبر ۲ ایک لڑکا اللہ بخش تھا۔

۴- سبتار بخش نمبر ۳ کا لڑکا قائم دین تھا مطابق نقشہ نمبر ۲

۵- قائم دین کی اولاد نرینہ نہ تھی صرف دو لڑکیاں غلام فاطمہ اور غلام عائشہ تھیں غلام عائشہ باپ کی موجودگی میں فوت ہو گئی۔

۶- قائم دین کی لڑکیاں غلام فاطمہ کے لطن سے ایک لڑکا فضل محمد تھا مطابق نقشہ نمبر ۱۳

۷- فضل محمد کے والد نے فضل محمد کی والدہ غلام فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر لی

مطابق نقشہ نمبر ۹

۸- عبدالحق کی دوسری بیوی سیداں کے لطن سے تین لڑکے ہیں ۱- محمد علی ۲- نذر محمد



۳۔ تاج محمد، مطابق نقشہ ۱۰، ۱۱، ۱۲

۹۔ قائم دین نمبر ۴ نے اولاد زریزہ نہ ہونے کی وجہ سے ۱۹۱۰ء میں اپنی اراضی غلام فاطمہ نمبر ۷ کے نام ہبہ کر دی۔

۱۰۔ اللہ بخش نمبر ۵ نے دعویٰ استقراریہ سول جج ساہیوال کی عدالت میں دائر کر دیا چنانچہ مطابق فیصلہ سول جج اراضی واپس قائم دین کے نام انتقال ہو گئی۔

۱۱۔ اللہ بخش ۵ ۱۹۱۹ء کو فوت ہو گیا۔

۱۲۔ قائم دین نے اراضی دوبارہ غلام فاطمہ نمبر ۷ کے نام ہبہ کر دی، چراغ دین بوجہ فوتیگی والد اللہ بخش (بوجہ فوتیگی دو سپران) ایک وقت بیمار ہو گئے اور دعویٰ استقراریہ کرنے سے معذور ہے۔

۱۳۔ غلام فاطمہ نمبر ۷ نے اراضی اپنے لڑکے فضل محمد کے نام ہبہ کر دی۔

۱۴۔ فضل محمد نمبر ۱۳ نے کچھ اراضی مشروط طور پر بطور گزارہ اپنی منسوبہ (ہونے والی بیوی امیر بی بی کے نام منتقل کر دی۔

۱۵۔ امیر بی بی ۱۴ کے باپ کا کوئی علم نہیں کون تھا کیونکہ اس کا باپ کسی میں مر گیا تھا۔

۱۶۔ امیر بی بی کی ماں نے (مسماة خورشید بیگم و مسماة محمد اسلم) کے باپ سے نکاح ثانی کیا، گویا امیر بی بی کا رشتہ (خورشید بیگم اور محمد اسلم سے) نہ ماں سے تعلق رکھتا ہے، نہ باپ سے۔

۱۷۔ فضل محمد اپنی ماں کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے، فضل محمد نمبر ۱۳ کی کوئی اولاد نہ تھی، وراثت اس کی والدہ نمبر ۷ کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔

۱۸۔ غلام فاطمہ ۷ جب فوت ہوئی تو وراثت بذریعہ انتقال (نمبر ۴، مورخہ ۵۶-۸-۱۹)



نصف چراغ دین نمبر ۶، نصف عبدالحق نمبر ۸ کے نام لگی۔

۱۹۔ فضل محمد ۱۳ نے بطور گزارہ شادی ہونے سے قبل امیر بی بی ۱۴ کے نام لگوائی تھی۔

۲۰۔ امیر بی بی ۱۴ کے لطن سے کوئی اولاد نہیں، امیر بی بی ۱۴ کا اس کی ماں اور باپ کے لطن سے

کوئی بھائی، بہن، چچا، باپ، دادا، دادی وغیرہ کوئی ایک بھی نہیں۔

۲۱۔ بشیر محمد ۱۵، منور حسین ۱۶، محمد صدیق ۱۷ نے دعویٰ استقراریہ دائر کیا ہے۔

۲۲۔ امیر بی بی فوت ہو گئی ہے اس لئے ساری اراضی جو اس کے نام تھی انہیں ملنی چاہئے۔

۲۳۔ محمد اسلم ۱۵، خورشید بیگم ۱۹ جو نہ تو امیر بی بی ۱۴ کے والد کے لطن سے ہیں نہ امیر بی بی ۱۴ کی  
کی ماں کے لطن سے ہیں۔

۲۴۔ محمد علی ۱۱، نذر محمد ۱۱، تاج محمد ۱۲ امیر بی بی کے خاوند فضل محمد سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔

۲۵۔ چونکہ اراضی غلام فاطمہ کی ہے اس لئے وراثت کا فیصلہ کرنا ہے کون حقدار ہے جبکہ

غلام فاطمہ اور قائم دین ۱۲ کا وارث ۱۶ نمبر ۱۶، نمبر ۱۷ ہیں۔

۲۶۔ اراضی قائم دین کی ہے، قائم دین کی آخری یادگار امیر بی بی ۱۴ فوت ہو گئی ہے قائم دین

کے خون کا رشتہ دار سوائے نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ کے کوئی موجود نہیں لہذا وراثت کا حقدار

کون ہے؟ فتویٰ درکار ہے۔



فضل محمد ۱۳ نے جو اراضی اپنی منسوبہ امیر بی بی کے نام نکاح سے پہلے منتقل کرائی

تو ظاہر یہی ہے کہ ملکیت ہی کا انتقال تھا اور فضل محمد کی کل اراضی کا جو اس کی ملکیت میں  
 اس اراضی کے جو قبل از نکاح امیر بی بی کے نام منتقل کرانی بشرطیکہ وہ انتقال بطور ملکیت کے  
 نہ ہو بلکہ بطور گزارہ تھا تو ایک چوتھائی حصہ امیر بی بی کو ضرور ملے گا بطور وراثت باقی میں اسکی  
 والدہ غلام فاطمہ کے اور چراغ دین کا حق بطور ذوی الارحام ہے مگر جب وہ کل اراضی بنام غلام فاطمہ  
 ملکیت کے طور پر منتقل ہوئی تو امیر بی بی کا حق تو باقاعدہ ایک چوتھائی ثابت ہے اور باقی تین  
 چوتھائی کا نصف اس کے خاوند عبدالحق کے اور نصف دیگر چچا زاد بھائی چراغ دین کا حق تھا جو ان کو  
 مل گیا باقی محمد اسلم کے اور خورشید بیگم کے ۱۹ کا کوئی حق نہیں کیونکہ ماں کے دوسرے خاوند کی  
 دوسری بیوی کی اولاد امیر بی بی کی بہن بھائی نہیں اور جبکہ امیر بی بی کا کوئی وارث نہیں ہے نہ  
 بھائی نہ بہن، نہ چچا نہ باپ، نہ ماں، نہ دادی وغیرہ تو اس کی ملکیتی اراضی بیت المال کا حق ہے  
 نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا کوئی حق نہیں، ہاں غلام فاطمہ کی ملکیتی اراضی کا نصف حصہ جو ان کے  
 باپ چراغ دین کے نام منتقل ہوا تھا وہ ان کا حق اپنے باپ کی وراثت کے لحاظ سے ہے  
 ہاں اگر زیادہ کاوش کی جائے تو فضل محمد کی کل زمین جو غلام فاطمہ کے نام منتقل ہوئی تو  
 ان نمبرات کا حصہ اس میں سے آسکتا ہے کیونکہ غلام فاطمہ کا حق فضل محمد کی وراثت میں  
 صرف ایک تہائی ہے اور ایک چوتھائی اس کی بیوی امیر بی بی کا حق ہے اور باقی کل چراغ دین  
 کا حق تھا تو یہ مسئلہ بارہ سے آئیگا :

فضل محمد مسئلہ از بارہ تصحیح ۱۲ سے ہے

غلام فاطمہ وارثہ امیر بی بی بیوی چراغ دین والدہ کا چچا زاد بھائی بطور قسم ذوی الارحام

$$\frac{2}{13} \quad \frac{3}{13} \quad \frac{5}{13}$$

جو نصف عبدالحق کو ملا ہے وہ صرف چار بٹے بارہ سے ہی ہے یعنی  $\frac{2}{13}$  اور باقی  $\frac{5}{13}$  چراغ دین





کے تھے جو نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا حق ہے اگر اتنا نہیں ملا تو وہ اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور محمد علیؑ، نذرؑ اور تاج محمدؑ کا فضل محمدؑ سے کوئی تعلق نہیں جب کہ عبدالحق سے کوئی تعلق نہ ہو تو اور ۱۳ امیر بی بی کی اراضی پر بھی نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ غلام ظلمہ کی اراضی نہیں باقی یہ کہنا کہ اصل میں اراضی قائم دین کی تھی اور یہ قائم دین کے بھتیجے چراغ دین کے بیٹے ہیں لہذا حق دار ہیں بالکل غلط ہیں کیونکہ قائم دین کی وہ اراضی رہی ہی نہ بلکہ منتقل ہوتی ہوتی کہیں سے کہیں گئی اور یہ سب مسائل فتاویٰ عالمیگر اور سرسزجی سے ہیں۔

واللہ اعلم وعلما اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی

حبیب سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

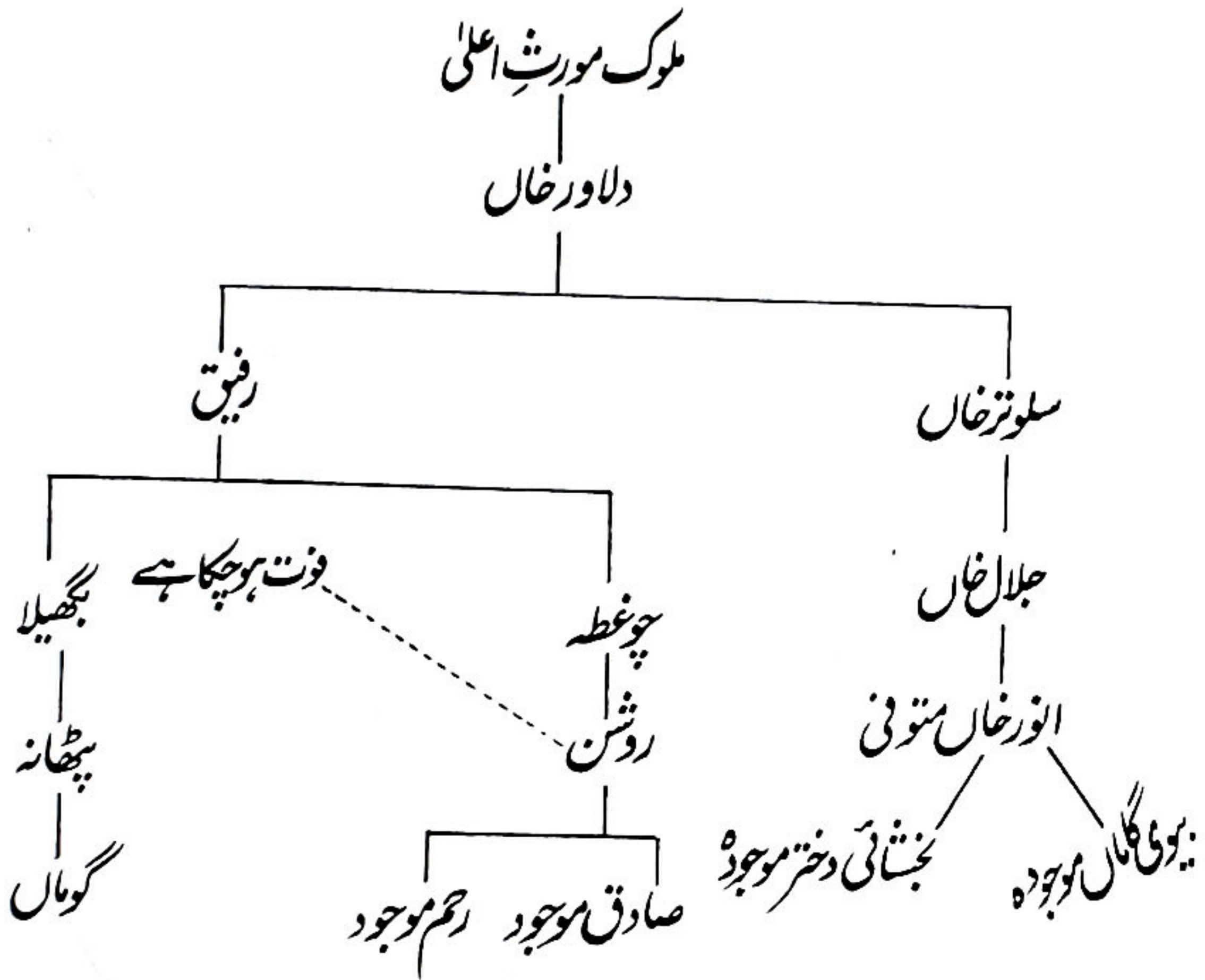
۲۶/۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کے مسٹی انور خاں فوت ہوا۔ شجرہ نسب

اور درنا حسب ذیل ہیں :-





قرض نہیں ہے، وصیت بھی کوئی نہیں کفن دفن ہو چکا ہے تو شرعاً ترکہ کس طرح تقسیم کیا جاوے فقط۔

سائل : گوماں ولد پٹھانہ

۵۲ - ۴ - ۲۶



بیوی کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کا نصف ہے، باقی صادق اور رحم اور گوماں کا مساوی

طور پر ہے، حسب ذیل :-



الورثان مسد از ۸

گاماں بیوی بختائی دختر صادق رحم گوماں عصبات

۱ ۱ ۱ ۲ ۱

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلمن الثمن - وان كانت واحدة  
فلها النصف حدیث شریف میں ہے فلا ولی رجل ذکر -

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آل

وصحبه وسلم -

صوّره الفقیر البواکیر محمد نور الشدائمی غفرلہ



قول

# باب العول

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و صوفیاء عظام کہ زید فوت ہو گیا ایک عورت اور ایک والدہ اور دو بھائی از جانب باپ اور دو ہمیشہ چھوڑ گیا، اس کے ترکہ کی تقسیم جس طرح ہو فرمادیں، نیز جو زیور والدین سے پایا اس کا کیا حکم ہے؟ بیسوا توجروا۔



والدہ کے لئے چھٹا اور بیوی کے لئے چوتھا حصہ ہے اور ہمیشہ گان جیسے کہ سوال سے ظاہر ہے اگر حقیقی ہیں تو دو تہائی ان کے لئے اور دونوں بھائی غیر حقیقی محروم ہوں گے۔ اخذاً طریح،

سکس نشان کی وجہ سے مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور چونکہ عالمہ ہے تصحیح ۱۳ سے ہوگی۔

ہكذا :

زید مسئلہ ۱۲ تصحیح بعد عول از ۱۳

والدہ بیوی بہن بہن بھائی بھائی

۲ ۳ ۲ ۲ ۲ × ×

سراجیہ میں ہے ۱ او مع الاثنین من الاخوة و الاخوات  
 ۲ الرابع للواحدة فصاعدا مع عدم الولد و ولد الابن ۳ والثلاثون  
 للاثنتین فصاعدا اور اگر ہمشیرگان غیر حقیقی ہیں تو جواب بدل جائے گا لہذا دوبارہ تفصیل

سے سوال کریں۔

زلیخا اگر والدین نے ہمہ کر دیا ہے اور قبضہ میں سے دیا ہے تو مومہ مومہ یا مومہ مومہ

ہی مالک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس معاملہ میں کہ ایک شخص مسمی غلام محمد کے گھر دو  
 لڑکیاں تھیں، اس کی عورت فوت ہو گئی۔ بعد میں اس غلام محمد نے دوسری عورت کر لی یعنی

نکاح میں لے لی۔ اس دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ اب غلام محمد فوت ہو گیا ہے اور غلام محمد کا باپ بھی زندہ ہے۔ غلام محمد کی عورت اس کے باپ یعنی اپنے ساہورے کے پاس ہی گھر میں رہتی ہے اور غلام محمد کا ایک حقیقی بھائی بھی شادی شدہ علیحدہ اپنے گھر میں رہتا ہے لڑکی کلاں شادی شدہ ہے اور وہ اپنی چھوٹی بہن کو بھی اپنے پاس اپنے دادا سے جبراً لے گئی ہوئی ہے اور لڑکی کلاں نے کچھ زیور چرا کر اپنے پاس جبراً رکھا ہوا ہے اور بذریعہ پولیس اقبال کیا اور زیور اپنی حقیقی والدہ اور سوتیلی والدہ دونوں کا چرا کر لے گئی تھی۔ سوتیلی والدہ کا زیور تو واپس ہو گیا ہے اور حقیقی والدہ کا زیور جبراً لئے بیٹھی ہے اور زیور جو ہے وہ خود غلام محمد کا بنایا ہوا ہے یعنی اس زیور کا مالک خود غلام محمد ہے۔ غلام محمد کی جائیداد کس طرح تقسیم ہونی چاہئے کیونکہ غلام محمد کا باپ زندہ ہے اور غلام محمد کی عورت اس کے سر پر گزارہ کرتی ہے۔ بینوالتوجروا

سائل: عبدالرحمن کھل



سائل نے زبانی بیان کیا کہ جس وقت غلام محمد کی لڑکیوں کی والدہ فوت ہوئی تھی تو اس وقت اس کی والدہ بھی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور جب غلام محمد فوت ہوا تو اس کی والدہ بھی زندہ تھی اور اس کے بھائی بھی ہیں تو اولاً لڑکیوں کی والدہ کا زیور وغیرہ حسبِ توجروا شرع

تقسیم کیا جائے جس سے لڑکیوں کے دو تہائی حصے ہیں اور غلام محمد خاوند کا چوتھا حصہ اور اسکی والدہ کا چھٹا حصہ ہے تو مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور غول سے تیرہ ہو جائے گا، تیرہ سے آٹھ دونوں لڑکیوں کے اور دو ماں کے اور تین غلام محمد خاوند کے ہیں۔ پھر جب غلام محمد فوت ہوا تو اس کے کل مال سے لڑکیوں کے دو تہائی حصے ہیں اور بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور چھٹا چھٹا حصہ ماں باپ کا ہے تو حسب قواعد یہ مسئلہ ۲۲ سے آئے گا اور غول کے ساتھ ۲ ہو جائیگا یعنی غلام محمد کے کل ترکہ کے ۲ حصوں میں سے ۱۶ دونوں لڑکیوں کے اور تین بیوی کے اور ۲-۲ ماں باپ کے یہ مسئلہ منبر ۱۵ ہے کذا فی السراجیۃ والہندیۃ وغیرہا۔

صوۃ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید فوت ہوا حالانکہ اس کی دو بیویاں اور ایک حقیقی بہن اور والدہ اور چچا زاد بھائی موجود ہیں، اس کی وراثت شرعاً کیسے تقسیم ہوگی؟ بینوا تو خبر وا۔

سائل: مولوی محمد حسن، ننگی بائگی

اسے منبر ۱۵ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ دینا شروع کیا، ایک سائل نے یہی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے منبر پر کھڑے کھڑے عایت سبح کو قادم رکھتے ہوئے فی الفور جواب دیا اور خطبہ کے تسلسل میں بھی فرق نہ آنے دیا (مرتب)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الثَّوَابَ وَالصَّوَابَ

دونوں بیویوں کے لئے کل ترکہ کا چوتھا حصہ ہے اور بہن کا نصف اور ماں کا تیسرا حصہ ہے۔ سراجیہ میں<sup>۸</sup> ہے الربع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد و ولد الابن۔ قرآن کریم میں ہے و لهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد سراجیہ میں ہے النصف للواحدة قرآن کریم میں ہے و له اخت فلها نصف ماترك سراجیہ میں ہے و ثلث الكل عند عدم هؤلاء المذکورین قرآن کریم میں ہے فلامه الثلث۔ حسب القواعد میسئلہ ۱۲ سے ہے جو بوجہ عمول ۱۳ سے آئیگا اور تصحیح ۲۶ سے ہے حسب ذیل :

زید میسئلہ از ۱۲ بعد عمول از ۱۳ تصحیح از ۲۶

بیوی	بیوی	بہن	ماں	چچا زاد بھائی
$\frac{2}{26}$	$\frac{3}{26}$	$\frac{12}{26}$	$\frac{8}{26}$	محروم

ماں بہن اور بیویاں ذوی الفرائض ہیں اور چونکہ ان سے کچھ بچیاں نہیں لہذا چچا زاد بھائی محروم رہے گا جو عصبہ ہے کہ عصبہ ہی لیتا ہے جو ذوی الفرائض سے بچے۔ سراجیہ ص ۴ میں ہے العصبۃ کل من یاخذ ما ابقتہ اصحاب الفرائض الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم و صلی اللہ

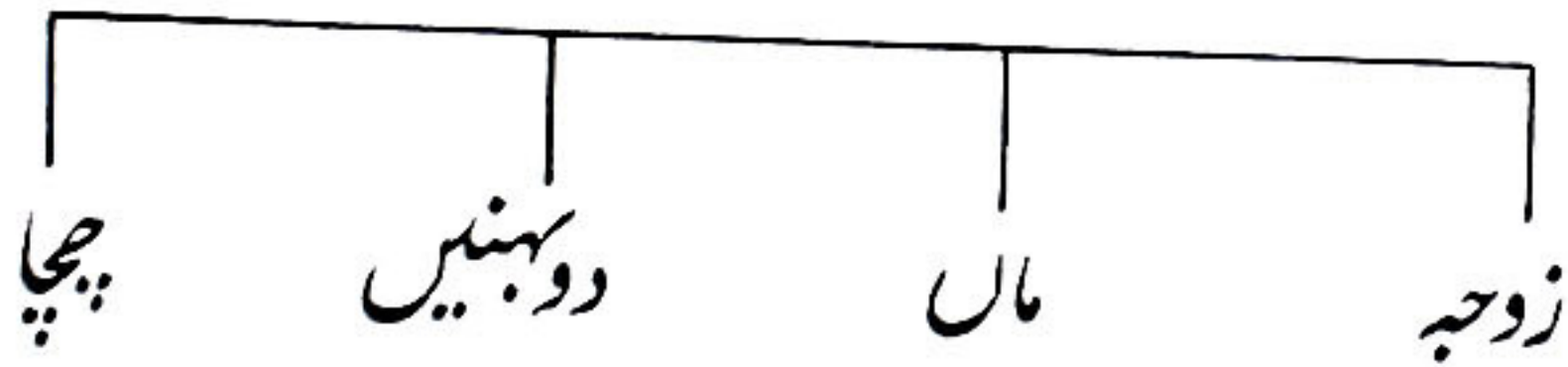
تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا، ایک زوجہ ایک ماں، دو بہنیں، ایک چچا باقی چھوڑا اور ورثہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے، ان کا ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟ بیسوالوجروا۔



السائل: علم الدین، سولہ لکھا ۱۶-۴-۸۰



کفن و دفن و ادائے قرض و وصیت کے بعد جو بچا اس کا ربع یعنی چوتھائی زوجہ کا ہے اور چھٹا حصہ ماں کا ہے اور بہنیں اگر ماں باپ سے ہیں جنہیں اعیانی کہا جاتا ہے

ان کے ثلثین یعنی دو تہائی ہیں۔ حسب القواعد یہ مسئلہ بارہ سے ہے اور عول سے تیرہ سے  
تصحیح ہے یوں؛ میت زید مسئلہ از ۱۲ مع العول ۱۳

زوجہ	ماں	بہن	چچا
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۸}{۱۳}$	x

اور اگر بہن صرف باپ سے ہیں جن کو علاتی کہا جاتا ہے تو پھر بھی یوں ہی ہے اور اگر ایک  
اعیانی اور دوسری علاتی ہے تو اعیانی کا حق نصف ہے اور علاتی کا حق سدس ہے یوں؛

زید مسئلہ از ۱۲ مع العول ۱۳

زوجہ	بہن اعیانیہ	بہن علاتیہ	ماں	چچا
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۶}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	x

اور اگر دونوں بہنیں صرف ماں سے یعنی اخیانی ہیں تو ان دونوں کو ثلث یعنی ایک تہائی ملے گا  
حسب ذیل؛

زید مسئلہ از ۱۳

زوجہ	ماں	بہن اخیافیہ	چچا
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۶}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$

اندریں صورت چچا عصبہ بنا کر باقی سب کا حقدار ہے اور اگر ایک بہن اعیانی یا علاتی ہو  
اور دوسری اخیانی ہو تو اعیانی یا علاتی کا حق نصف ہے اور اخیافیہ کا سدس ہے یوں؛

زید مسئلہ از ۱۲ مع العول ۱۳

زوجہ	ماں	اعیانیہ یا علاتیہ	اخفیافیہ	چچا
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۶}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	x

پہلی تین اور آخری صورت میں چچا محروم ہے کیونکہ چچا عصبہ ہے جو ذوی الفروض سے بچے اس کا حقدار ہے جو ان چاروں میں کوئی بچپا نہیں لہذا محروم کما فی السراجیۃ و احادیث البخاری و مسلم و غیرہما۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

۱۶-۲-۸۰

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسماۃ زینب بی بی فوت ہوئی اور اس نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے، از روئے شریعت طریقہ تقسیم ترکہ کیا ہوگا اور ہر وارث کو کتنے حصے ملیں گے؟

تفصیل و ارثان

- ۱- والدہ ۲- شوہر ۳- لڑکیاں ۳ عدد ۴- بہن حقیقی ۵- سوتیلی بھائی  
۶- سوتیلی بہن۔

السائل: سید منظور احمد شاہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور خاوند کا چوتھائی اور تین لڑکیوں کا حصہ دوہٹائی ہے اور بہن حقیقی اور سوتیلے بہن بھائی محروم ہیں اور ان کے لئے کچھ بچتا ہی نہیں، اگر بچتا ہوتا تو سب حقیقی بہن کو ملتا اور سوتیلے محروم رہتے۔ حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے اور عمل سے ۱۳ صحیح آئیگا ہکذا :

زینب مسئلہ ۱۲ اے ۱۳ صحیح ۳۹

والدہ	خاوند	لڑکیاں ۳	بہن حقیقی	بہن سوتیلی	بھائی سوتیلی
$\frac{6}{39}$	$\frac{9}{39}$	$\frac{22}{39}$	x	x	x

کذا فی السراجیۃ مک وصلا وصلا وصلا وصلا وکذا فی الہندیۃ وغیرھا من اسفار المذہب المہذب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

صدرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ۱۲-۴-۸۰

رُزْ

# بَابُ الْكِرِّ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسمیٰ حسن بیگ فوت ہوا اور دو پوتے اور ایک پوتی چھوٹے تو شرعاً وراثت کی کیا صورت ہے؟ بینوا تو جروا۔  
سائل: نذر محمد بقلم خود از موضع طعزین مورخہ ۲۱/۴/۲۸



متروکہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے دو دو حصے پوتوں کو اور ایک حصہ پوتی کو دیا جائے

ہلکذا،

حسن بیگ مسدازہ

میت  
نذریگ پوتا اسلم بیگ پوتا وزیر بیگ پوتی

۱ ۲ ۲

قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ثم ابن الابن نیز اسی میں ہے (ج ۳، ص ۲۰۳) فہن کالصلیت عند عدم ولد الصلب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتموا حکم و صلی  
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

صّوہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ  
۳۰ ذی القعد المبارکہ ۱۳۶۷ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ زید فوت ہوا اور کفن و دفن و دین و وصیت کے علاوہ مبلغ چھ صد روپیہ چھوڑ گیا اور وارث صرف بیوی، ماں، سویلی بہن ماں سے ہیں تو وہ مبلغ چھ صد روپیہ کس طرح تقسیم کئے جائیں؟ بنیوا تو حسب روا۔  
السائل، محمد اصغر زرگر از رکن پورہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ

شرعاً بیوی کا چوتھا، ماں کا تیسرا، بہن کا چھٹا حصہ ہے مگر چونکہ ان حصوں سے مال بچتا ہے اور کوئی حصہ ہے نہیں تو زائد ماں اور بہن پر تقسیم ہوگا ان کے حصوں کی نسبت سے اور بیوی کو زائد سے کچھ نہیں ملے گا تو یہ مسئلہ چار سے صحیح آئے گا یعنی کل مال چار مساوی حصے بنا جائے ایک بیوی کو دیا جائے، دو ماں کو اور پھر ایک بہن کو ہکذا:

زید مسئلہ روپیہ از ۴ کل مال چھ صد روپے

بیوی	بہن ماں سے	ماں
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$
-/۱۵۰ روپے	-/۱۵۰ روپے	-/۳۰۰ روپے

سراجیہ میں ہے الرابع ان یکون مع الثانی من لایرد علیہ فاقسم ما بقی من مخرج فرض من لایرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ فان استقام فیہا و ہذا فی صورۃ واحده وہی ان یکون للزوجات واحده کن او متعدده الربع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام انتہی۔

اقول فہذہ الصورۃ المسئلۃ عنہا کذا لان فیہا للزوجۃ



الرابع لعدم الولد وللأم الثلث لعدم الولد وولد الابن والاثنتين  
من الاخوة والاخوات وللأخت لأم السدس فالثلث والسدس  
مسئلتهما ثلثة كما في السراجية ايضاً من باب الرد - تو مبلغ چھ صد رو  
سے ماں کا حصہ تین صد اور بہن اور بیوی کا ڈیڑھ ڈیڑھ صد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ھ

## الاستفتاء

درخواست بابت شریعتی حق و قدر جناب مفتی صاحب قبلہ، بصیر پور

جناب عالی

گزارش ہے کہ مسماة غفوراً دختر فتح آب خاں بیوہ جیون بیگ، بیاراضی جیون بیگ  
کی ہے جو بیوہ کے نام ہندوستان میں ہی ہو گئی تھی، پاکستان میں پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا، نرینہ  
اولاد کوئی نہ تھی صرف دو لڑکیاں بنام سکینہ بیگم، امتیازی بیگم جو کہ موجود حیات میں فائق حق الخ کا  
ہوتا ہے۔ فتح آب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا حسین خاں تھا، دوسری بیوی سے غفوراً بیگم تھی

پہلی بیوی سے جو کہ لڑکا لیسین خاں تھا اس سے دو لڑکے بنا شمس الدین خاں، قمر الدین خاں پسران  
 لیسین خاں۔ اس کے بعد شمس الدین سے ایک لڑکا ہے جس کا نام زمان خاں ہے اور ایک لڑکی  
 قمر الدین خاں سے ہے جس کا نام اچھن بیگم ہے اراضی میں زمان خاں اپنے کو مفدار ۱/۸ حصے کا  
 ہونا چاہتا ہے۔ یہ اراضی مسماة غفور ابگیم کو اس کے خاوند جیون بیگ کی طرف سے تھی مسماة  
 غفور ابگیم کے والد فتح آب خاں کی طرف سے یہ اراضی نہیں ہے لہذا شریعت قانون سے  
 اس کا حق بنتا ہے تو مجھ کو دینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا اس لئے شریعت کو چاہتی ہوں تاکہ  
 یہ پریشانی دور ہو سکے، اس لئے تحریری درخواست پیش کرتی ہوں۔

عرض  
 مسماة سکینہ بیگم دختر جیون بیگ چک ۲۰۷/۸ ضلع مظفر گڑھی تحصیل پاکپتن شریف

نشان انگوٹھا مسماة سکینہ بیگم

نوٹ : سائل یعقوب جو سکینہ بیگم کا لڑکا ہے اور مختار بھی ہے زبانی بیان کرتا ہے کہ جو بیگم  
 کی وفات کے وقت اس کے ماں باپ یا بہن بھائی یا چچا وغیرہ کوئی عصبہ جو ہند تھا۔

العبد : یعقوب بیگ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْرَ وَالصَّوَابَ

مسماة غفور ابگیم کی ملکیت میں اس اراضی سے صرف ۱/۸ حصہ ہے اور باقی سب

دونوں لڑکیوں سکینہ بیگم اور امتیازی بیگم کا ہے۔ یہ شرع مطہر کا فیصلہ ہے، باقی رہا انگریزی اور  
 کا انتقال تو اس سے لڑکیوں کے حقوق شرعی قطعاً زائل نہیں ہو سکتے تو جیون بیگ کی کل اراضی  
 کے  $\frac{1}{8}$  حصوں میں زمان خاں کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ جیون بیگ کا عصبہ نہیں البتہ  $\frac{1}{8}$  جو  
 غفوراً بیگم کا حق ہے اس میں زمان خاں کا  $\frac{1}{8}$  حصہ ہے کہ وہ غفوراً بیگم کا عصبہ ہے یعنی اس کے بھائی  
 یسین خاں کا پوتا ہے بنا علیہ کل اراضی میں زمان خاں کا حصہ  $\frac{1}{4}$  ہے تو فقہی حساب کے لحاظ سے  
 اس اراضی کے  $\frac{1}{8}$  تا  $\frac{1}{4}$  حصوں میں سے صرف دو زمان خاں کے ہیں اور باقی  $\frac{1}{4}$  تا  $\frac{1}{8}$  سکینہ بیگم  
 اور امتیازی بیگم کے ہیں۔ یہ مسئلہ عمل رد اور مناسخہ کا ہے کما فی السراجیۃ وغیرہا  
 من الفتاویٰ الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

حزرة الفقير البواكير محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۰ھ ۱۵-۸-۶۱



عربی

# باب التصحیح

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے کہ زید فوت ہوا اور ایک لڑکی ایک بیوہ ہندہ، ایک بھائی حقیقی، تین حقیقی بہنیں چھوڑ گیا، از روئے شرع مطہر اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے نیز بچہ نے اپنی بہن ہندہ کو شادی کے وقت جو بھینز دیا اور اسکے اور اس کے ملک کر دیا، آیا وہ بھینز ہندہ کا ہی ہے یا اس پر کسی اور کا حق فائق ہے؟

بینوا ما جورین من رب العلمین۔  
بخشایا



ترکہ مسئلہ کا مسئلہ اٹھ سے اٹھ میں سے چار سے لڑکی کے اور ایک

بیوی کا باقی تین حصے بھائی اور بہنیں آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے تقسیم کر لیں لہذا تصحیح کے لئے ۵ کو ۸ میں ضرب دینی پڑے گی اور چالیس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا اور یہ تقسیم بعد از وضع اخراجات تجہیز و تکفین و ادائیگی دیون و تنفیذ وصایا من الثلث سے ہوگی۔

مسئلہ اٹھ سے، بعد الضرب چالیس سے

زید لڑکی بیوی ہندہ بھائی بہن بہن بہن

۲۰ ۵ ۶ ۳ ۳ ۳

۲۔ جب بھائی نے بہن کو جہیز کا مالک بنا دیا تو کسی دوسرے کا اس جہیز پر کوئی حق نہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے لا تحل لکم ان ترثوا النساء کرها نیز فرمان ہے وان کانت واحدة فلها النصف۔ وان کان لکم ولد فلهن الثمن مسا ترکتم من بعد وصیة تو صون بہا او دین۔ سراجی ص ۱۰ میں ہے ومع الاخلاب وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن ب عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و اصحابہ و بارک وسلم۔



حزرة الفقیر البواکیر محمد نور الشدائنی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

# الاستفتاء

فتوے (بصورتِ ثالثیٰ فیصلہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسمیان چراغ ولد ولی محمد سکنہ چک مغل ضلع منٹگمری اور سید محمد ولد الہی بخش سکنہ قائم جندیکا ضلع منٹگمری اقوامِ حشری مسماۃ عزیزاں بنت بہلول برادر چراغ مذکور کے بارے میں تنازع ہیں۔ مسماۃ چراغ اپنا حق ظاہر کرتا ہے کہ میری بھتیجی ہے اور مسماۃ سید محمد کہتا ہے کہ میری والدہ مسماۃ مذکورہ کی حقیقی نانی ہے لہذا والدہ کی وفات کے بعد پرورش کا حق میری والدہ کو حاصل ہے نیز مسماۃ بہاول کی وراثت کا بھی تنازعہ ہے۔ ہر دو فریق نے بضرار و رغبت مجھے اپنا ثالث مقرر کیا ہے کہ شرعی فیصلہ کر کے فریقین کا تنازع ختم کروں اور فریقین اقرار کرتے ہیں کہ جو فیصلہ ہوگا ہمیں منظور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ  
الْجَوَابُ

حکم شریعت مطہرہ یہ ہے کہ مسماۃ عزیزاں کی پرورش کا حق جوان ہونے تک نانی کا ہے، درالخارج میں ہے مع التئور والام والجدۃ لام او



لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحيض فی ظاہر الروایۃ۔ اور بوقت وفات  
 مسمی بہاول مذکور فریقین کے اقرار سے وارث صرف یہ ہے کہ ایک حقیقی بھائی مسمی چرائغ  
 اور دو سگی بہنیں مسماۃ کموں و مسماۃ نورسائن اور ایک بیوی مسماۃ سرداراں اور دو لڑکیاں  
 مسماۃ نشاں اور مسماۃ عزیزاں جو حمل کی صورت میں تھی (فال حکمہ ہذا) اقرار فریقین سے  
 وصیت اور قرض نہیں ہے، تجہیز و تکفین سے جو بچا اُس کا اٹھواں حصہ بیوی اور دو تہائی  
 دونوں لڑکیاں اور باقی بھائی اور بہنیں للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقے پر  
 مستحق ہیں۔ صورتِ مسئلہ اور تصحیح و تقسیم حسبِ ذیل ہے :

بہاول المسئلۃ من اربعۃ و عشرين لاخلاق الثمن بالثلثین  
 و تصح من ستۃ و تسعین لانکسارا الاخ و الاخت

المیت  
 مسماۃ نشاں بنت مسماۃ عزیزاں بنت مسماۃ سرداراں بیوی مسمی چرائغ بھائی مسما کموں بہن مسما نورسائن بہن  
 ۳۲ ۳۲ ۱۲ ۱۰ ۵ ۵

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ کھنٹی قادری انعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسمیٰ فیض احمد  
 وراثت سے فوت ہوا، مسماۃ زہرہ، مسماۃ تاج بیویاں اور مسماۃ چائن لڑکی اور مسماۃ نورسائن

ہمیشہ حقیقی تو بعد از تجہیز و تکفین و تنفیذ وصیت و دین متوفی کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے  
از روئے شرع شریف؟ بینوا توجروا۔

سائلان: علاول خاں و اکبر خاں حصہ داران موضع ساہہ ڈہل ۲۲/۱۰/۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ  
الْجَوَابُ



شرعاً دونوں بیویوں کا حق آٹھواں حصہ ہے اور لڑکی نصف کی مستحق ہے  
باقی کل سگی بہن کا حق ہے، سراجیہ میں ہے والثن مع الولد نیز اسی میں، النصف  
للواحدة اور ولهن الباقي مع البنات۔ اصل مسئلہ آٹھ سے اور صحیح سولہ سے ہے  
سراجیہ میں ہے کل عدد یكون مخرجاً لجزء فذلك العدد ایضاً  
یکون مخرجاً الخ اور اسی میں ہے الثالث ان لا تكون بین سهامهم و  
رؤسهم موافقة فی ضرب کل عدد رؤس من انکسرت علیہم السهام  
فی اصل المسئلة، وهذه صورة المسئلة :

فیض احمد اصل المسئلة من ۸ والتصحيح من ۱۶

میت زہرہ زوجہ ۱ تلج زوجہ ۱ چان لڑکی ۸ نور بیگم سگی بہن ۶

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما تموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ



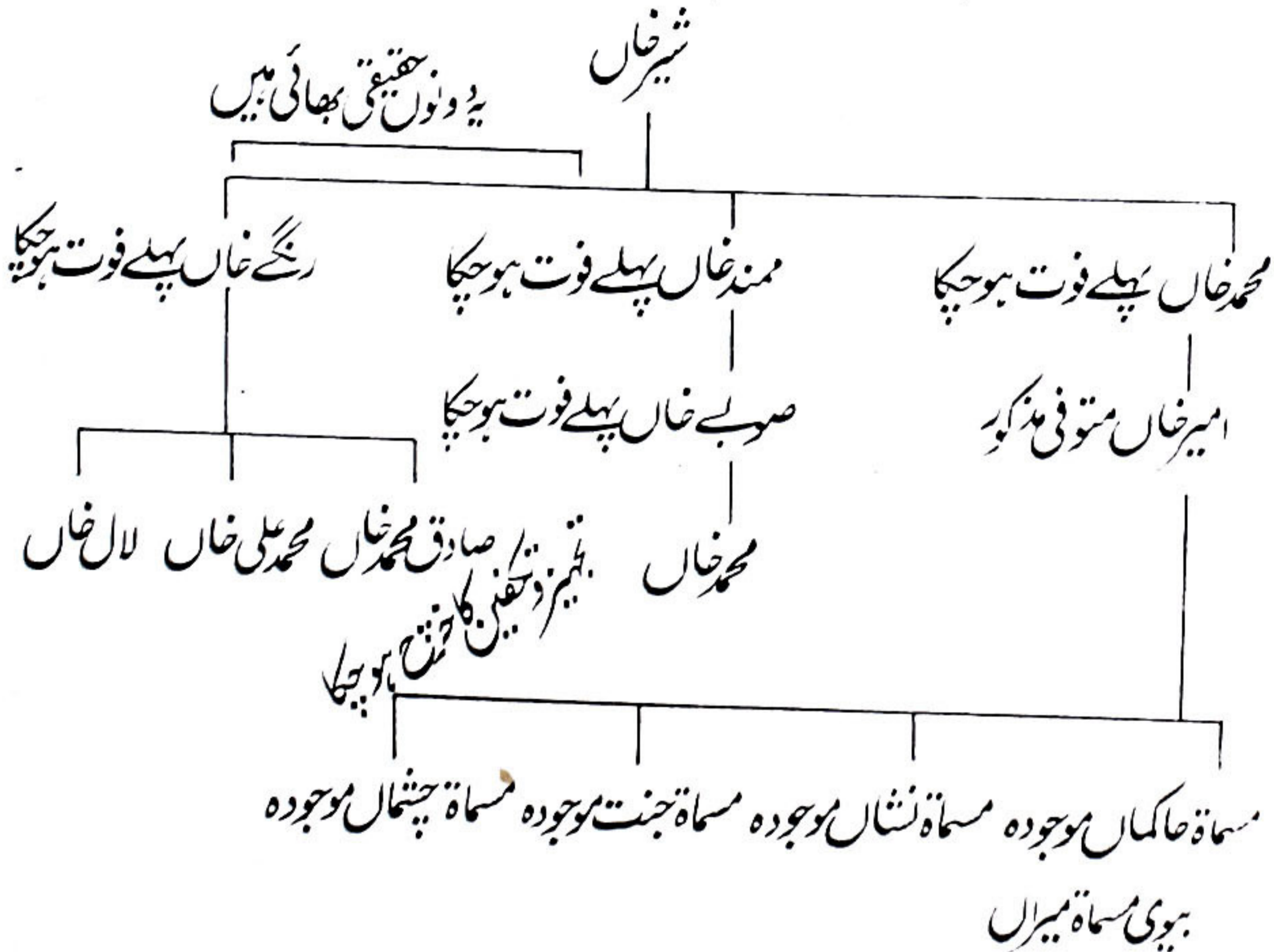
علی حبیبہ والہ وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹-۱۰-۲۲

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسئلے امیر خاں ولد محمد خاں فوت ہو گیا نہ وصیت کی اور نہ ہی اس پر کوئی قرض ہے، اس کی چار لڑکیاں اور ایک بیوی ہے اور اس کے دادے شیر خاں کی اولاد حسب ذیل ہے :



تو شرعاً اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بینوات توجروا من رب العلمین  
سائل: محمد علی خاں از کوئیکے جاگیر ۲۱ سفر المظفر ۱۳۶۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُورَ وَالصَّوَابَ

باقی ترکہ کا اٹھواں حصہ بیوی کا اور دو تہائی چاروں لڑکیوں کا اور باقی چچا زاد  
تین بھائیوں کا ہے اور محمد خاں محروم ہے کہ داد سے کے پوتے پوتے پوتے کا لڑکا محروم ہے  
جبکہ پوتے قوت قرابت میں یکساں ہوں۔

مسئلہ بسبب اختلاطِ ثمن و ثمنین چوبیس سے آئیگا اور تصحیح بہتر سے ہوگی حرکت  
امیر خاں المسئلة من ۲۲ والتصحیح من ۲۲

بیوی میراں لڑکیاں، حاکماں نشاں جنت چشماں۔ چچا زاد بھائی صادق محمد خاں محمد خاں محمد خاں  
۹ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۵ ۵ ۵ محروم

سر جیمیں ہے والثمن مع الولد، الثلثان لابنتین فصاعداً، وجزء جده  
الاقرب فالاقرب، اذا اختلط الثمن بكل الثانی و بعضه فهو من  
اربعه و عشرين، فیضرب کل عدد رءوس من انکسرت علیہم  
نسباً م فی اصل المسئلة۔

والله تعالى اعلم و علمه جل مجدده اتم و حکم وصی

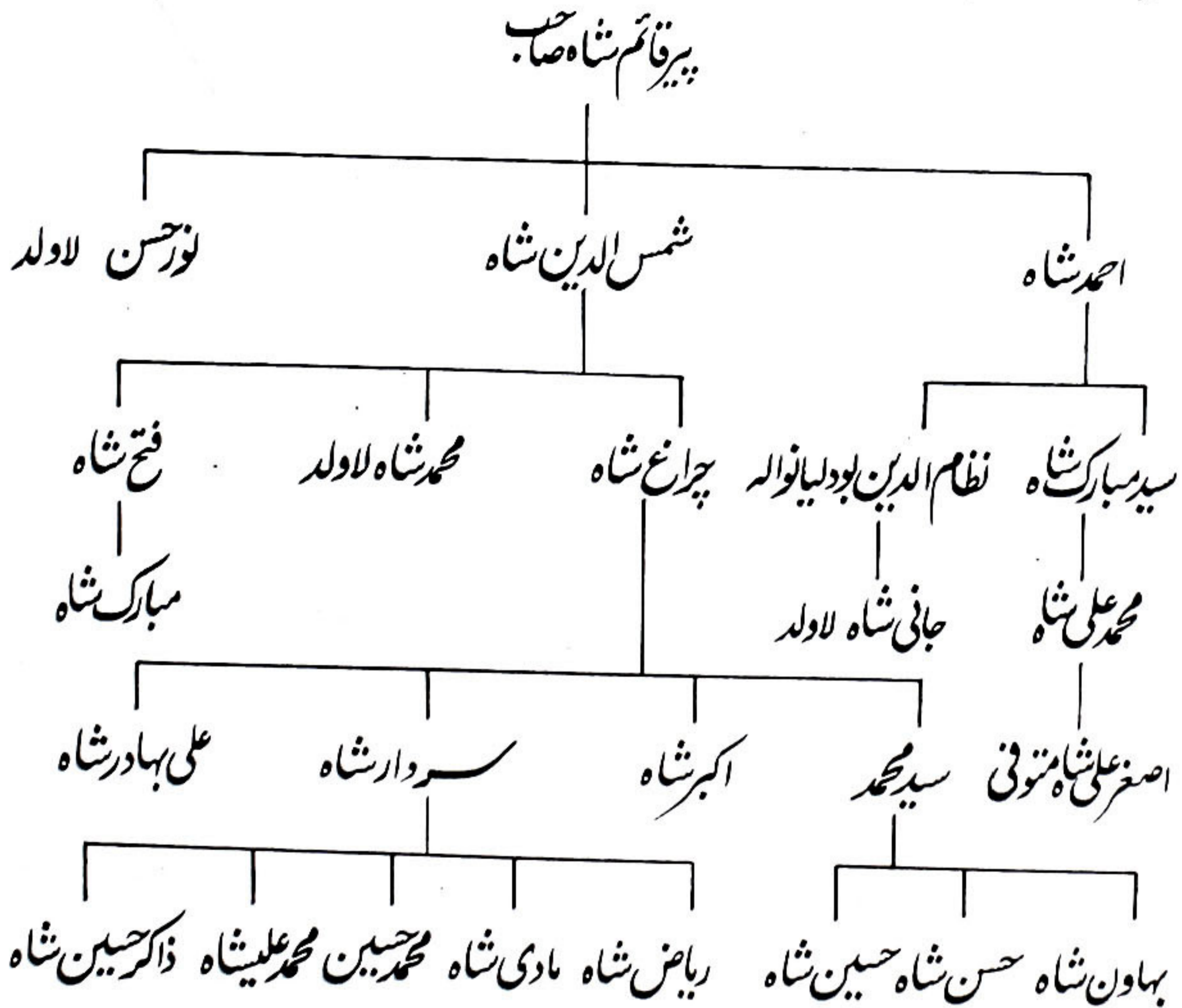
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حزب الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سید اصغر علی شاہ صاحب ایک بیوی ایک لڑکی ایک پوتی چھوڑ کر فوت ہوئے اور کچھ ان کے خاندانی افراد بھی تھے، شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



بوقت فوتیدگی اصغر علی شاہ، اکبر شاہ علی بہادر شاہ، مبارک شاہ زندہ اور سید محمد شاہ سردار شاہ پہلے فوت ہو چکے تھے البتہ ان کے لڑکے بہاؤن شاہ وغیرہ ریاض شاہ وغیرہ بالترتیب زندہ ہیں تو اصغر علی شاہ متوفی کا ترکہ شرعاً کس طرح تقسیم کیا جائے؟

نوٹ: تجہیز و تکہیز ہو چکی اور وصیت و دین بالکل نہیں، بینوا توجروا۔

سائل: علی بہادر شاہ از سنگھہ بقلم خود

۶-۶-۵۰



کل مال کا اٹھواں حصہ بیوی، آدھا بیٹی، چھٹا پوتی کا بے اور باقی اکبر شاہ، علی بہادر شاہ، مبارک شاہ کا ہے مساوی طور پر کہ عجبے ہیں اور سید محمد شاہ، سردار شاہ کے لڑکے محروم ہیں بوجہ تقدم اکبر شاہ وغیرہ اور چونکہ اس مسئلہ میں ثمن اور سدس مختلط ہو گئے ہیں لہذا مخرج مسئلہ اربعۃ وعشرون ہے یعنی کل مال کے چوبیس حصے کئے جائیں اور ثمن یعنی تین بیوی کے اور نصف یعنی بارہ بیٹی اور سدس یعنی چار پوتی کئے باقی پانچ اکبر شاہ وغیرہ عصبوں کے مگر پانچ تین پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب قاعدہ ثمن کو چوبیس میں ضرب دی جائے گی اور حاصل بہترین صحیح طور پر تقسیم ہو جائے گا:

اصغر علی شاہ اصل مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۷۲

۳ بیوی بیٹی پوتی اکبر شاہ علی بہادر شاہ مبارک شاہ بہادر شاہ حسین شاہ حسن شاہ ریاض شاہ بادشاہ محمد حسین شاہ  
 ۹ ۳۶ ۱۳ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵

محمد علی شاہ  
 محرم  
 ذاکر حسین شاہ  
 محرم

فتاویٰ عالمگیری میں ہے وللزوجة (الی ان قانو) والثلثین مع احدھما۔ فان  
 كانت ابنة الصلب واحدة فلها النصف وفرض بنت الابن مع بنت  
 الصلب تکملة الثلثین۔ وجزء جدہ ثم عم الجدة۔ و اذا اجتمع جماعة  
 من العصبۃ فی درجۃ واحدة یقسم المال علیہم باعتبار ابدانہم۔ وان اجتمع  
 الثلثین مع کل الاخر او مع بعضہ فاصلہ من اربعة وعشرین وان انکسر  
 عدد رؤوس من انکسر علیہ فی اصل المسئلة الخ  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ  
 وبارک وسلم فی کل حین باللطف والکریم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید فوت ہوا اور

ایک بیوی اور ایک لڑکی اور دو بھائی اور ایک بھائی کے دو پوتے چھوڑے اور اس کی فوتیگی کے بعد کل جائیداد انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام اس کے (بیوی کے) حین حیات تک منتقل ہوئی اب وہ بھی سے فوت ہو گئی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کی ہے تو کیا اس جائیداد میں متوفی کی لڑکی اور بھائیوں وغیرہ کا حصہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: سکندر علی موضع کوٹ شاہ مشاق

تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



شرعاً لڑکی کا نصف اور بیوی کا آٹھواں حصہ اور باقی کل دو بھائیوں کا ہے اور یہ تقسیم بعد از تجزیہ و تکفین و ادائے دین و وصیت ہے اگر ہوں تو۔ انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام انتقال سے بیوی کا مستقل ملک نہیں بنتا تو اس کے فوت ہونے کے بعد آٹھواں حصہ جو اس کا اصلی حق تھا اس کے لڑکا لڑکی نلذکر مثل حظ الانثیین کر لیں اور متوفی کی لڑکی نصف اور دونوں بھائی باقی لے لیں اور بھائی کے پوتے محبوب ہیں۔ یہ سئلہ ثمانیہ سے ہے اور صحیح سئلہ عشرہ سے ہے ہذا۔



زید مسدہ از ۸ تصحیح از ۱۶

لڑکی	بیوی	بھائی ۳	بھائی	بھائی کا پوتا	بھائی کا پوتا
$\frac{2}{16}$	$\frac{1}{16}$	$\frac{3}{16}$	$\frac{3}{16}$	محبوب	محبوب

کذا فی السراجیۃ وغیرہا من کتب المذہب المہذب - واللہ تعالیٰ اعلم  
وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ شوال المعظم ۱۲۹۹ھ

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ سہمی بہاول فوت ہو گیا اور اس کی دو عورتیں تھیں، ایک عورت سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور دوسری عورت زندہ ہے اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، پہلی عورت بہاول کی زندگانی میں فوت ہو چکی ہے، بہاول کی اولاد مذکور اور زندہ بیوی کی وراثت زمین وغیرہ میں کس طرح حصے ہیں، کفن و دفن ہو گیا ہے، وصیت اور قرض کچھ نہیں، بینوا ماجورین۔

اللہ و تہ بعت لم خود ۲۵ رمضان شریف



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ



زندہ بیوی کا کل باقی ماندہ مال سے آٹھواں حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے و  
 لهن الثمن اور باقی سات حصے لڑکوں اور لڑکیوں میں حسب دستور تقسیم کئے جائینگے  
 اور چونکہ سب بہاول متوفی کی اولاد ہیں لہذا استحقاق وراثت میں مانوں کا لحاظ بالکل نہیں اور  
 چونکہ سات حصے اولاد پر تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا حسب قاعدہ آٹھ عدد روس اولاد کو آٹھ اصل مسئلہ  
 میں ضرب دی جائے گی اور حاصل چونسٹھ سے آٹھ بیوی کے اور باقی چھپن سے لڑکوں کے  
 چودہ چودہ اور لڑکیوں کے سات سات حصے ہکذا :

بہاول مسئلہ از ۸ تصحیح از ۶۴

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۸	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

# الاستفتاء

یہ دو مسئلے عبادت کے ہیں۔ عقیان شرعیات میں مذکور ہے کہ مستحق شہرک حاکم کو  
 عبادت کے لئے وہ لوگ جو مسلمان ہوں اور جیسا کہ ہر شخص جوئی شکر بڑی دو میں مسلمان  
 ہوتے ہوئے اور عقیان شرعیات کے مطابق اس کی عمر نہ ہو جائیداد مستحق ہوتا ہے نام منتقل ہوتی  
 ہے جیسا کہ موت ہو چکا ہے اور اس کی ایک طرف سے وہ عبادت کے لئے ہر جیسے اور مستحق  
 ہیں جیسا کہ مسلمان ہوں اور شرفاں کو رہیں ہیں جو وہ ہیں شہرک کے عقیان شرعیات کے مطابق وہ اس سے  
 مستحق ہوں اور عبادت کے لئے ہوں تو اب شرعیات کے رو سے اس کی جائیداد کس طرح تقسیم  
 کی جائے گی یہ مسئلہ ہے پئی جائیداد کی وصیت باقی رہے وہ عبادت کے لئے ہوں اور شہرک کے نام تحریر کیا ہوگی۔  
 اس کا جواب شرعیات کے مطابق ہے یا نہیں؟



سائل: غلام محمد از بونگہ حیات اربعہ السانی مسند



انگریزی دور کے اکثر انقلابات خاصاً بننے جن کی اصلاح حکومت کے بس کا ہوگا  
 نہیں ہاں کوئی ایک خیال باہر ہے لوگ کوشش کریں تو مسلمان کی رہیں کیوں کا غضب شدہ حق مستحق  
 جائیداد کی وہ تمامیاں دلا سکتے ہیں مگر وہ لڑکیاں ہستائی وراثت کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا



کے وارث اس کی لڑکی سماء غلام فاطمہ اور عم زادگان رمضان و غلام ہی ہیں۔ غلام فاطمہ کا نصف اور باقی عم زادگان رمضان و غلام کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان كانت واحدة فلهما النصف اور للرجال نصيب مما ترك الوالدان و الاقربون مسلمہ چارے باعتبار تصحیح آئے گا ہکذا :

ہستہ تصحیح از چار

غلام فاطمہ رمضان غلام

۱ ۱ ۲

اور وصیت وارث کے حق معتبر نہیں البتہ اگر دوسرے عاقل بالغ بطیب خاطر قبول کر لیں بعد از موت مورث تو معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، در المختار، رد المحتار میں ہے والنظم من الدر الا ان تجیز ورثت بعد موت۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

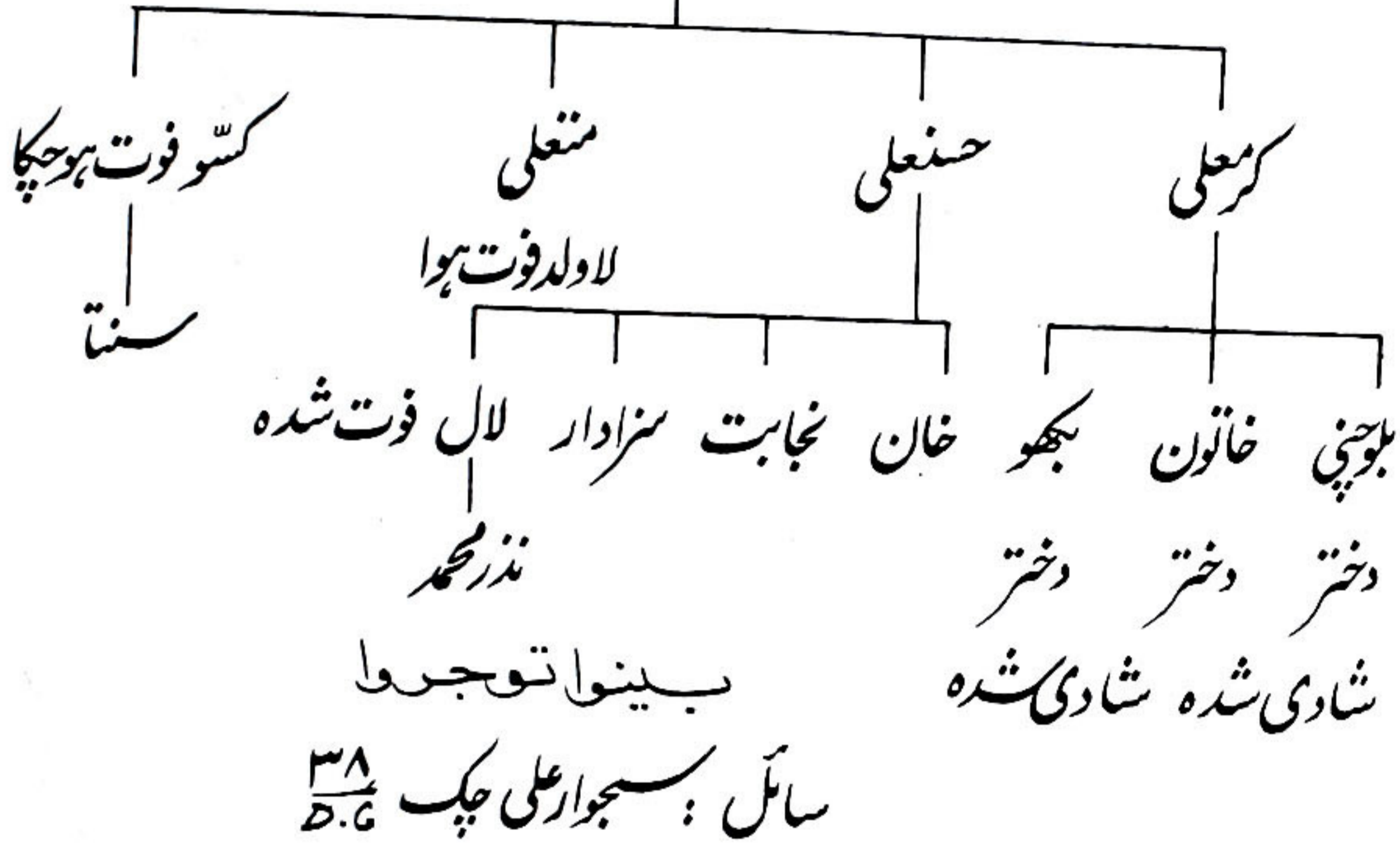
عزیز الشیر الیوم الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ مسئلہ کہ سستی کریم علی فوت ہوا،

شجرہ حسب ذیل ہے

فتح الدین



شرعاً لڑکیوں کا حق ثلثین یعنی دو تہائی ہے، باقی خان، نجابت، سزاوار، سنہ بھتیجیوں کا حق ہے مساوی طور پر ہر سہ سے آئے گا اور تصحیح ۳۶ سے ہوگی، حسب ذیل

کر معلیٰ سہ از ۳۶ تصحیح از ۳۶

بلوچی دختر خاتون بکھو دختر خان نجابت سزاوار سنہ بھتیجے

۸ ۸ ۳ ۳ ۳ ۳

اور نذر محمد و لال محروم ہے، قرآن کریم میں ہے و ان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلث ما ترک۔ حدیث شریف میں ہے فلا ولی رجل ذکر و کذا فی السراجیہ وغیرہا

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ

اجمعین۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء



بخدمت حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ لہور پور شریف  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص دو بیٹیاں،  
اور تین پوتیاں، ایک بہو اور پانچ بھائی چھوڑ کر رہی ملک عدم ہوا۔ بیٹیاں دونوں اس کی تابعدار  
نہ تھیں، انہوں نے متوفی ناراض رہتا تھا اور وہ بھی اپنے سسرال کے گھر میں رہتی تھیں یہاں تک کہ  
متوفی کے جنازہ پر بھی دونوں داماد اور بیٹیاں نہ آئیں۔ اندر میں حالات اس نے وفات سے  
دو ہفتے پہلے جناب نائب تحصیلدار صاحب آبادی کے پاس اپنے بیان بھی قلمبند کروائے کہ میری  
زمین اور دیگر جائیداد منقولہ کا حقدار میری پوتیاں قرار دی جائیں بعد میں وفات سے دس پندرہ  
دن پہلے ایک وصیت نامہ روہو گواہان تحریر کیا۔ اس وصیت نامہ میں بھی متوفی نے اپنی  
پوتیاں کو اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا وارث قرار دیا۔ اب اس کے متعلق شرعی فتویٰ درکار ہے  
مہربانی فرما کر اس کو حل فرمادیں۔ ان کے بھائیوں کے ساتھ بھی تعلقات اچھے نہ تھے۔

سید منور علی شاہ از دیپالپور ۶ شعبان شریف ۱۳۵۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَةَ وَالصَّوَابَ

وصیت تیسرے حصہ تک جائز ہے تو تیسرا حصہ پوتیوں کا اور باقی مال کی دو تہائی  
 دو لڑکیوں کی اور باقی ایک تہائی پانچوں بھائیوں کی ہے اور یہ سہ ۲۵ سے صحیح جو حسب  
 سہ از ۳ صحیح از ۲۵

بیٹی	بیٹی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	پوتی	پوتی	پوتی
۱	۲	۳	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۲	۳
$\frac{10}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{2}{25}$	$\frac{5}{25}$	$\frac{5}{25}$	$\frac{5}{25}$

سراجی میں ہے ثم تنفذ من ثلث ما بقى والثلاثان للابنتين فصاعداً  
 ثم جزء ابيہ -

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و

الم و صحبه و بارك و سلم -

عزرة الفقير الراجي محمد نور الشدايemi غفرله

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ مسیحی علی محمد فوت ہوا،

اس کے وارث دو لڑکی بیویا اور دو اس کی سگی بہنیں اور ایک عم زاد بھائی، قرض اور وصیت کچھ نہیں،  
تجزیہ و تکفین ہو چکی کہ شرعاً اس کی وراثت کس طرح تقسیم کی جاتے۔



دونوں بیویوں کا  $\frac{1}{4}$  اور دونوں بہنوں کا  $\frac{2}{3}$  ہے اور باقی عم زاد بھائی کا ہے۔  
مسئلہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۴ سے ہے، حسب ذیل :

علی محمد مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۴

بیوی	بیوی	بہن	بہن	عم زاد بھائی
$\frac{3}{24}$	$\frac{3}{24}$	$\frac{8}{24}$	$\frac{8}{24}$	$\frac{2}{24}$

قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَمَ اَنْ لَكُمْ وَلَدٌ نِزَارِشَاوِہِے فَاَنْ  
كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثَّلَاثَانُ مِمَّا تَرَكَ نِزَارِشَاوِہِے لِّلرِّجَالِ نَصِيبُ الْاٰیَةِ  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ  
وَآلِہِ وَصَحْبِہِ وَبَارَکَ وَسَلَمَ۔

مترجمہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ سوال المکرم ۱۷

۲۸<sup>۶</sup>/<sub>۵۲</sub>

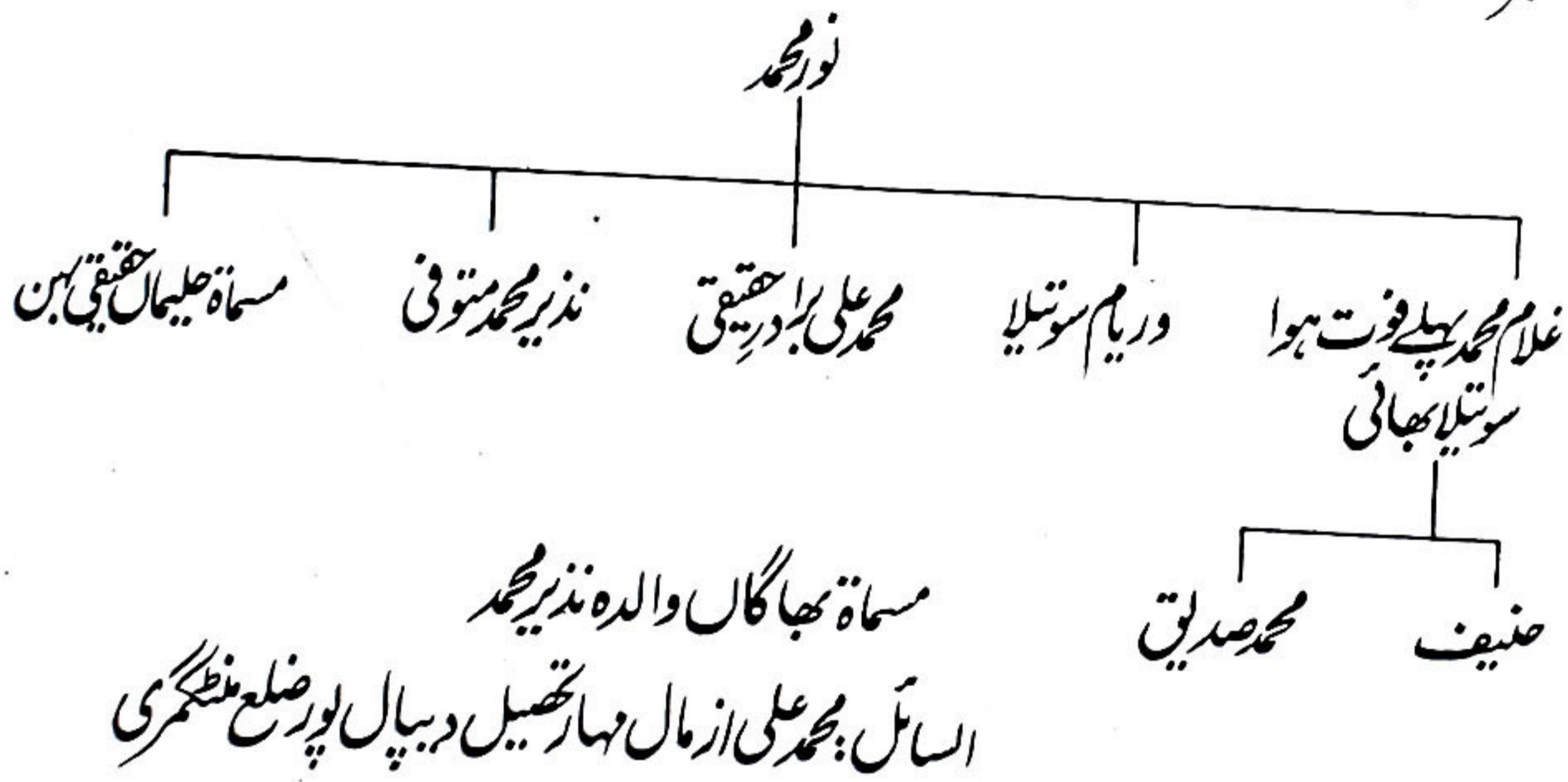




# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ نذیر محمد فوت ہوا اور اس کی ایک والدہ اور ایک بہن حقیقی اور ایک حقیقی بھائی اور ایک سوتیلی بھائی اور دو سوتیلے بھائی کے لڑکے موجود ہیں تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟  
نوٹ: اس کی کوئی شادی نہیں ہوئی۔ بینوا توجروا

شجرہ نسب ذیل:



مسماة بھاگاں والدہ نذیر محمد کا چھٹا حصہ ہے، باقی کل محمد علی اور حلیماء کا ہے حسب دستور شرعی مسمیٰ وریام چونکہ سوتیلی بھائی ہے لہذا حقیقی کے ہوتے ہوتے وارث نہیں ہو سکتا

اور ایسے ہی ضیف و صدیق بھی محبوب و محروم ہیں، مسئلہ چھوٹے سے ہے اور بڑے سے تصحیح اٹھارے سے حسب ذیل :-

نذیر محمد مسئلہ از ۶ تصحیح از ۱۸

مسماة بھاگاں مسماة جلیماں حقیقی ہمیشہ محمد علی برحقٹی وریا برادر عمیر حقیقی ضیف و صدیق پسران غلام محمد و عمیر حقیقی

$\frac{3}{18}$   $\frac{5}{18}$   $\frac{10}{18}$  x x

کذا فی السراجیة وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

و صحبہ و بارک و سلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



## الاستفتاء

ساتھین مظہر کہ متوفی حسن ولد علی محمد کے دو بھائی باپ سے مسٹی محمد حسین و قاسم علی پسران علی محمد مذکور اور ایک بہن باپ سے مسماة زینب بنت علی محمد اور بیوی مسماة اللہ جوانی دختر نور احمد نبالغہ اور بنجشائی مطلقہ علی محمد مذکور اور مسمیان دلا، محرم پسران جمیل برادر حقیقی علی محمد مذکور اور غنی ولد عبدالرحمن بھی علی محمد کے تایا زاد بھائی کا لڑکا، یہ سب لوگ موجود ہیں تو حسن کا شرعی وارث کون کون ہے اور مسمیان دلا، محرم غنی مذکورین نے حسن کے ترکہ سے خدا واسطے دو دیگیں چاہیں

کی بلا اجازت دیگر مندرجہ افراد کردی ہیں تو کیا ان کی خیرات جائز ہے؟ بینواتوجروا۔

نشان انگوٹھا غنی ولد عبدالرحمن نشان انگوٹھا دلا ولد جمیل نشان انگوٹھا محرم ولد جمیل

نشان انگوٹھا محمد حسین ولد علی محمد نشان انگوٹھا اکبر الدلیس وکیل محمد حسین قاسم پسران علی محمد



مسی حسن متوفی کے وارث صرف محمد حسین، قاسم علی، زینب بہن بھائی اور بیوی اللہ جوانی اور والدہ بختائی ہی ہیں، ماں کا چھٹا حصہ اور بیوی کا چوتھا، باقی سب دو بھائی ایک بہن کا ہے جس میں بھائیوں کے دو دو حصے اور بہن کا ایک ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان له اخوة فلامه السدس، ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لکم ولد، وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔ تو چونکہ اس میں ربع اور سدس آگیا ہے تو مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور تصحیح حسب القاعدہ ساٹھ سے ہوگی یعنی اخراجات کفن و دفن کے بعد اور اگر قرض یا کچھ وصیت ہو تو حسب قانون باقی کل ترکہ کے ساٹھ حصے کر کے حسب تقسیم مندرجہ بالا دتے جائیں، حسب ذیل اور مستمیان دلا، محرم، غنی محروم ہیں۔

حسن مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۶۰

بختائی والدہ اللہ جوانی بیوہ محمد حسین بھائی قاسم علی بھائی زینب بہن دلا محرم غنی

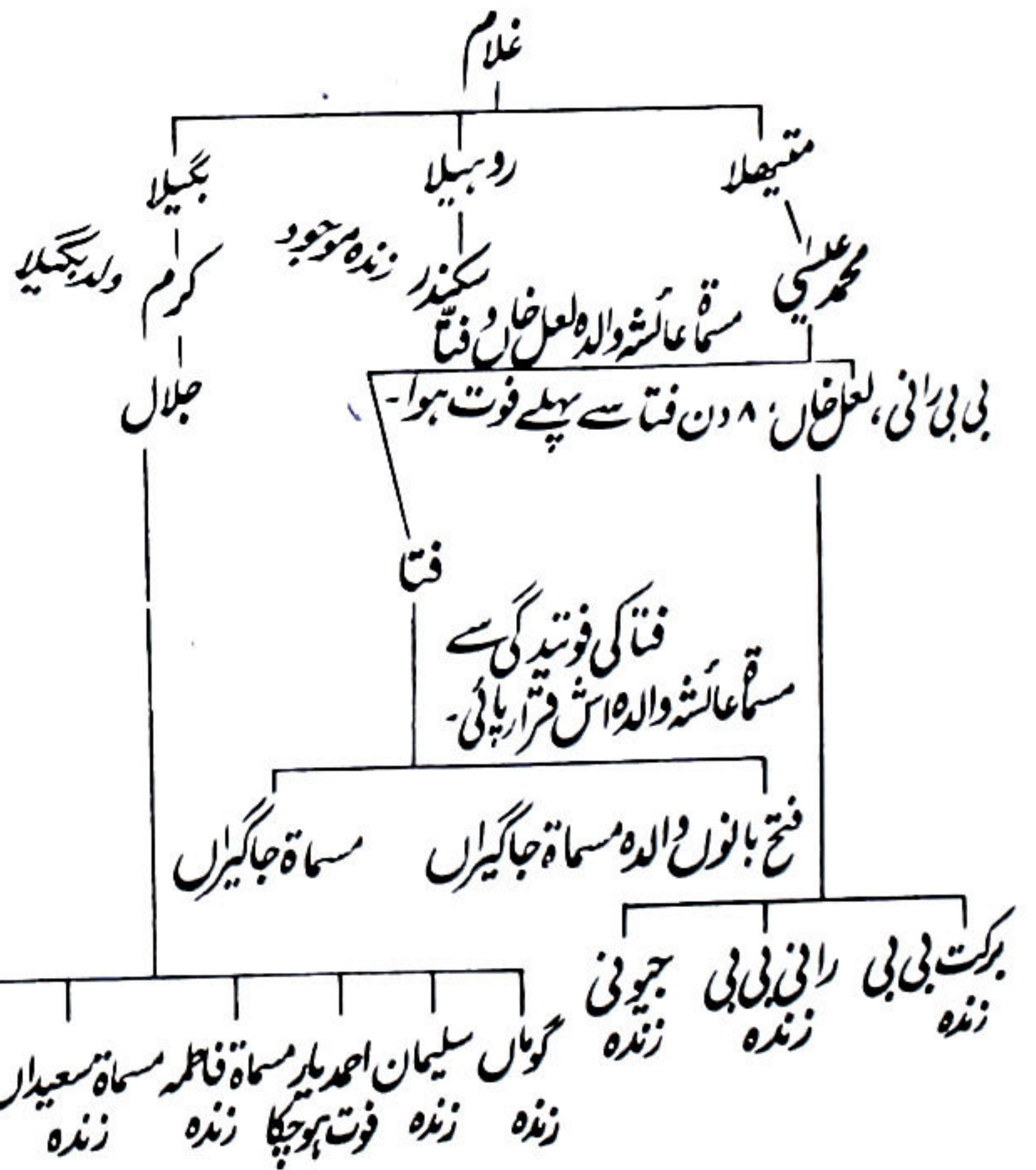
۱۰ ۱۵ ۱۲ ۱۲ ۷ x x x

اور جب لا وغیرہ کا کوئی حق نہیں تو ان کو خیر کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی بلکہ حق بہ تائب بھی بلا اجازت دوسرے وارثوں کے جائز نہ تھی تو ان پر لازم ہے کہ جتنا مال خیرات کے نام پر اڑا دیا ہے وہ سب مندرجہ بالا وارثوں کے سپرد کریں یعنی اس کا معاوضہ پورا پورا ادا کریں قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی وغیرہ کا یہی حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا ووالدنا واصحابنا وبارك وسلم

عقدہ الفقیر الی الخیر محمد نور السامعی غفرلہ

## الاستفتاء



مسماة عائشہ بیوہ محمد علیے فتا پسر کی جائیداد سے مالک قرار پائی۔ فتا کی فوتیگی پر  
 مسماة عائشہ والدہ اش و مسماة فتح بانوں بیوہ اش و مسماة جاگیراں دختر اش مالک قرار پائی اب  
 مسماة عائشہ والدہ فتا فوت ہو چکی ہے اس کا انتقال وراثت بنام نظام الدین برادر و مسماة  
 چوڑھاں بہن بخصہ نصف و مسماة جاگیراں دختر فتا نصف مالک قرار پائے نیز مسماة عائشہ کی  
 فوتیگی سے پہلے نظام فوت ہو چکا تھا لیکن عائشہ کی وراثت کا نظام کے نام بھی انتقال کیا گیا  
 حالانکہ عائشہ سے پہلے فوت ہو چکا ہے۔



اگر بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ انتقال وراثت درست نہیں، نظام الدین  
 جب اپنی بہن عائشہ متوفیہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا تو وارث کیسے بنا؟ مردہ وارث  
 نہیں بن سکتا اور چونکہ مسماة عائشہ متوفیہ کے لڑکے لعل خاں ولد محمد علیے کی تین لڑکیاں  
 برکت بی بی، رانی بی بی، جمیونی بھی زندہ ہیں تو ان کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ وہ مسماة جاگیراں  
 کی طرح پوتیاں ہیں اور وارث ہیں بلکہ درست یوں ہے کہ مسماة عائشہ متوفیہ کی مملوکہ جائیداد  
 متروکہ جو تجہیز و تکفین وغیرہ سے بچی، اس کی دو تہائی برکت بی بی، رانی بی بی، جمیونی دخترانہ  
 لعل خاں اور جاگیراں دختر فتا متوفیہ کی پوتیاں کا حق ہے، باقی کل مسماة چوڑھاں بہن کا حق ہے

مسئلہ تین سے اسیکا اور حسب قواعد چھ سے صحیح ہوگی۔  
مسماة عائشہ متوفیہ مسئلہ از صحیح از ۶

برکت بی بی رانی بی بی جونی جاگیرا پوتیاں چوہڑاں  
 $\frac{1}{6}$   $\frac{1}{6}$   $\frac{1}{6}$   $\frac{1}{6}$   $\frac{2}{6}$

(مسماة چوہڑاں اگر متوفیہ عائشہ کی بہن حقیقی یا علاقائی ہو تو یہ حکم ہے

سراجیہ ۸ میں ہے و الثلثان للثنتين فصاعداً عند عدم بنات الصلب  
نیز ص ۱۰ و ۱۱ میں ہے ولهن الباقي مع البنات او بنات الابن اور اگر بہن اخیانی ہے  
یعنی صرف ماں سے عائشہ متوفیہ کی بہن ہے تو حکم اور ہے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيبنا و

وصحابنا وبارك و سلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسٹی نور الصمد فوت ہوا  
اور ایک بیوی مسماة مہراں اور دو لڑکیاں مسماة شریفاں بی بی، فاطمہ بی بی اور ایک بھتیجا حاکم علی  
اور تین علاتی بھائی مسٹے بگھا، غلام قادر، اللہ دتہ اور دو علاتی ہمشیرگان راجاں بی بی، نوراں بی بی  
چھوڑ گیا ہے تو ان میں سے کون کون وارث ہیں؟ کیا حاکم علی حقیقی بھتیجا کے ہوتے ہوئے علاتی

برادران اور ہمیشہ گان محروم ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ - ۵۸-۲-۲۸



بیوی کا  $\frac{1}{8}$  اور دونوں لڑکیوں کا  $\frac{2}{3}$  ہے اور باقی سب علاتی برادران اور ہمیشہ گان کا حسب دستور ہے اور حاکم علی حقیقی بھتیجا محروم ہے۔ مسئلہ ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۱۹۲ سے ہوگی ہکذا :

نور الصمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۱۹۲

زوجہ مہراں دختر شریفیال دختر فاطمہ علاتی برادران بگھا غلام فاد اللہ تہ ہمیشہ گان علاتی رجاں بی بی نوراں بی بی حاکم علی حقیقی بھتیجا

	$\frac{5}{192}$	$\frac{5}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{62}{192}$	$\frac{62}{192}$	$\frac{22}{192}$
محروم x								

۲۔ علاتی بھائیوں اور بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا تو یہ سوال کہ حقیقی بھتیجے کے ہوتے ہوئے علاتی بہن بھائی محروم ہونگے، بالکل الٹا سوال ہے، وہ اس کو محروم بنا رہے ہیں۔

سر اجیب ص ۱۲ میں ہے ثم جزء ابي اى الاخوة ثم بنوهم فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ثم الاخ لآب و ام ثم الاخ لآب ثم ابین الاخ لآب و ام نیز فتاویٰ ہندیہ میں ہے و لهن الباقي مع البنات اور ایسے ہی

سراجیہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسٹی میاں نورا قوم نیاری فوت ہو اور اس نے پانچ لڑکے چھوڑے ہیں، میاں نورا کے پاس ۵۸ ایکڑ زمین بھٹی جو اس کی فوتگی کے بعد پانچوں لڑکوں نے برابر برابر تقسیم کر کے انتقال کر لیا۔ پانچوں لڑکے مستیان بالترتیب اجیل عرف جموں ۲۔ ملا ۳۔ خیرا ۴۔ راجا ۵۔ تاجا اور جمیں خلیجوں کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں ۱۔ بڑا لڑکا نامہ ۲۔ گاما۔ بڑی لڑکی گاما ۲۔ بی بی رانی چھوٹی لڑکی۔

جیل عرف جموں لاکھ میں فوت ہوا اور زمین اس کے ہر دو لڑکوں کے نام انتقال ہو گئی۔ بڑا لڑکا (جو کہ غیر شادی شدہ تھا) ۱۵۰۰ میں فوت ہو گیا۔ چھوٹا لڑکا (گاما) شادی شدہ تھا جو کہ ۱۵۰۰ میں فوت ہو گیا، اس کی فوتگی کے بعد از تین ماہ لڑکی پیدا ہوئی جو ایک سال یعنی ۱۵۰۲ میں وہ بھی فوت ہو گئی۔ بیوہ گامانے اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر لیا ہے۔ گاما دختر جیل عرف جموں



شادی شدہ ہے، چھوٹی لڑکی بی بی رانی غیر شادی شدہ ہے اور اپنی والدہ مسماۃ سبھرائی بیوہ جمیل عرف جموں کے پاس بیٹھی ہے۔ شرعی لحاظ فیصلہ فرمایا جاوے۔

سائلہ: سبھرائی بیوہ جمیل عرف جموں  $12\frac{3}{58}$  بینواتوجروا

نوٹ: سائلہ نے زبانی بیان کیا کہ جموں، ملا وغیرہ کی والدہ بھی ایک ہی ہے اور خیرا، نامہ، گاما سے پہلے فوت ہو چکا ہے اور باقی تینوں زندہ ہیں اور نامہ کی جائیداد کا انتقال بھی ہو چکا ہے، اب گاما کی جائیداد کا سوال ہے۔



مستی گاما کے وارث اس کی والدہ اور لڑکی اور بیوی اور دونوں بہنیں ہیں، ماں کا چھٹا حصہ، بیوی کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کا  $\frac{1}{6}$  ہے، باقی سب دونوں بہنوں کا ہے۔ یہ سب حسب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی، حسب ذیل:

گاما سہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

سبھرائی والدہ	بیوی	لڑکی	گاما بہن	بہن بی بی رانی
$\frac{8}{28}$	$\frac{6}{28}$	$\frac{22}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$

پھر جب لڑکی فوت ہوئی تو لڑکی کے وارث، لڑکی کی والدہ اور مستمیان ملا، راجا، تاجا ہیں والدہ کا تیسرا حصہ  $\frac{8}{28}$  ہے، باقی  $\frac{16}{28}$  سب ملا، راجا، تاجا کا ہے اور نکاح شادی کر لینے سے حصہ میں

کوئی فرق نہیں آتا تو گاما کی بیوہ کے گاما کی جائیداد کے ۲۸ حصوں سے ۱۲ حصے آئیں گے،  
 ۶ گاما کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اور ۸ لڑکی کی ماں ہونے کی حیثیت سے۔ سراجیوں میں  
 ہے اما للام فاحوال ثلث السدس مع الولد او ولد الابن وان سفل  
 (الی ان قال) وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين نیز ص ۸ میں ہے  
 والثلث مع الولد، اسی میں ہے والنصف للواحدة اور ص ۱۰-۱۱ میں ہے ولهن  
 الباقي مع البنات نیز ص ۲۲ میں ہے ثم بالعصبات من جهة النسب نیز ص ۱۲  
 میں ہے وجزء جدہ الاقرب فالاقرب، ص ۱۹ میں ہے واذا اختلط  
 الثلث بكل الثاني او ببعضه فهو من اربعة وعشرين، ص ۲۲ میں ہے  
 فيضرب كل عدد رءوس من انكسرت عليهم السهام في اصل المسئلة  
 والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم وصلى  
 الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔



عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

## الاستفتاء

سائل جناب حمید شاہ صاحب صدر امیراں شاہ تحصیل پاکپتن شریف کا تحریری سوال  
 وضاحت طلب تھا جس کا خلاصہ حافظ محمد لوئس صاحب نائب سائل کی معرفت درج ذیل ہے

حاصل سوال جو زبانی تشریح سے واضح ہوا یہ ہے کہ سلطان ولد عبد الرحمن لا ولد فوت ہوا حالانکہ ایک حقیقی بہن مسماں رحمت بی بی اور چھ چچا زاد بھائی جو تین حقیقی بچوں کے لڑکے ہیں محمّد شاہرا، برہان، سلطان، محمد دین، احمد دین زندہ ہیں اور مستوفی کی بیوی اور والدین وغیرہ زندہ نہیں تو از روئے شریعت اس کے وارث کون کون ہیں؟

الفقیہ محمد یونس غفرلہ



شرعاً بہن کا حق کل جائیداد کا نصف ہے، قرآن کریم میں ہے ولہ اخت فلہا نصف ما ترک اور باقی سب اس کے چچا زاد بھائیوں کا برابر برابر حق ہے کہ محمّد ہیں، سراجی میں ہے جزء المیت واصلہ و جزء اہلیہ و جزء جدہ اور بھانجے محروم ہیں۔ صورت منسدہ :

سلطان اصل سدا از ۲ تصحیح از ۱۲

بہن رحمت محمّدہ شاہرا برہان سلطان احمد دین محمد دین  
 $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{6}{12}$

وانلہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی



اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صّره الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

اواخر شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ

ماحررہ المجیب اللیب فہو حق و صحیح و صواب حسب  
المذہب والسنتہ و الكتاب۔

الفقیر الی اللہ محمد نصر اللہ غفرلہ اللہ

## الاستفتاء

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالرحمن صاحب مرحوم جب فوت ہوئے تو دو بیویاں غلام فاطمہ، زینب الہی، تین لڑکے نور محمد، غلام رسول، فیض رسول، چار لڑکیاں نور الہی، کرم الہی، شرف الہی اور منور چھوڑ گئے، جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

استفتی: العبد غلام رسول غفرلہ از حوبلی لکھا ضلع مظفر گڑھی



یہ مسئلہ ۸ سے ہے مگر چونکہ دو بیویوں کا اکٹھا حصہ ایک ان پر بیچ تقسیم نہیں ہو سکتا

اور پونہی اولاد کا باقی بچوسات ہے، صحیح تقسیم نہیں ہوتا، تو حسب القواعد دس کو آٹھ میں ضرب دی جائیگی تو اسی سے تصحیح ہوگی، ہر ایک لڑکے کے دو اور لڑکی کا ایک حصہ ہے، حسب ذیل :

مولوی عبدالرحمن صاحب مسئلہ از تصحیح از ۸۰

غلام ظہیر بیوی زیب الہی بیوی نور محمد غلام رسول فیض رسول لڑکے نور الہی کرم الہی شرف الہی منو لڑکیاں

$\frac{5}{80}$   $\frac{5}{80}$   $\frac{12}{80}$   $\frac{12}{80}$   $\frac{12}{80}$   $\frac{5}{80}$   $\frac{5}{80}$

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلمن الثمن مما تركتم، نیز ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و صحبہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

۹ جنوری ۱۹۶۷ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مستی غلام رسول کے وارث حسب ذیل ہیں : ایک بیوی، چار لڑکیاں، ایک پوتا اور دو پوتیاں ہیں تو کفن و دفن اور

قرض و وصیت سے بچا ہوا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جاتے؟ بینوا توجروا۔  
سائل: غلام رسول امام مسجد بھلرون کمبوڈیا کی خانہ خاص تحصیل دیپالپور ضلع منظمی

مورخہ ۶۲-۶-۲۷



بیوی کا آٹھواں حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلہنّ الثمن (ترجمہ) پس اگر تمہاری اولاد ہو تو بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اور لڑکیوں کیلئے دو تہائی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے فان کن نساء فوق اثنتین فلہنّ ثلثا ما ترک (ترجمہ) پس اگر مہوں لڑکیاں دو سے اوپر تو ان کے لئے کل ترکہ کی دو تہائی ہے (اور بیویوں کے لئے بھی) اور باقی سب پوتے اور پوتیوں کا حق ہے، دو حصے پوتے کے اور ایک ایک پوتیوں کا، قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین (ترجمہ) لڑکے (اور پوتے) کے لئے دو لڑکیوں (اور پوتیوں) کی مانند ہے۔

یہ سہ حسب القواعد جو بیس ۲۴ سے آئے گا اور تصحیح چھیا نوے سے ہوگی یعنی ترکہ کے چھیا نوے حصے بنا کر وارثوں کو مندرجہ بالا استحقاق کے لحاظ سے دئے جائینگے

حسب ذیل :

غلام رسول مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۹۶

بوی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	پوتا	پوتی	پوتی
$\frac{12}{96}$	$\frac{16}{96}$	$\frac{16}{96}$	$\frac{16}{96}$	$\frac{16}{96}$	$\frac{10}{96}$	$\frac{5}{96}$	$\frac{5}{96}$

کشاف السراجیۃ والہندیۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ الحنفیۃ -

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم -

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ ۶۲-۷-۳

## الاستفتاء

$\frac{486}{92}$

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسمیٰ عاشق محمد فوت ہو گیا ہے اور اپنے بعد ایک لڑکا مسمیٰ محمد سرور۔ دو بیویاں مسماۃ غلام فاطمہ و مسماۃ نورشا و ایک والدہ مسماۃ سائل چھوڑ گیا، عاشق محمد متوفی کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔ بینوا لوجہ۔  
الستفتیہ : مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ عاشق محمد مرحوم سکنتہ حویلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصُّوْبَ

نحمدہ و نصلى على رسولہ الکریم

عاشق محمد متوفی کا ترکہ جو کفن دفن اور قرض و وصیت سے باقی ہے اس کا چھٹا حصہ والدہ سٹاں کا ہے اور اٹھواں حصہ دونوں بیویوں کا اور باقی سب لڑکے کا ہے، یہ مسئلہ حسب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور ۲۸ سے ہوگی، حسب ذیل :

عاشق محمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

والدہ سٹاں	بیوی غلام فاطمہ	بیوی نور نشاں	لڑکا محمد سرور
$\frac{8}{28}$	$\frac{3}{28}$	$\frac{3}{28}$	$\frac{32}{28}$

کما فی السراجیۃ وغیرہا بل فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا محمد

وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

نوٹ : یہ جواب اس سوال کا ہے جو کیا گیا ہے، اگر سوال میں غلطی ہوئی تو جواب اور ہوگا۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے کہ مسیٰ لال خاں  
۱۹۲۶ء میں فوت ہو گیا، اس کے پیچھے اس کی جائیداد ۱۹۲۶ء میں اسکی بیوہ مسماۃ سین بی بی کے  
نام پر وئے راج انگریز کے تاحین حیات منتقل ہوئی، اب وہ بھی مسماۃ سین بی بی فوت ہو گئی ہے،  
اب لال خاں کے وارث یہ ہیں:

لال بی بی حقیقی بہن، مسماۃ ظہرا، شرف الہی، نشان بگیم۔ یہ تینوں حقیقی لال خاں  
کی لڑکیاں ہیں، باقی ایک علائی بھائی مسیٰ علی محمد اور ایک علائی بہن مسماۃ زریب الہی زندہ ہیں،  
متوفی لال خاں کی جائیداد ان ورثہ پر کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔  
سائل: علی محمد علائی بھائی ۶۷-۱۰-۲۷

## الجواب

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم والہ واصحابہ اجمعین و سلم۔  
شرعاً متوفی لال خاں کی زوجہ سین بی بی کا اٹھواں حصہ ہے اور دو تہائی تینوں

کی، باقی سب حقیقی بہن کا ہے اور مستیٰ علیٰ محمد اور مسماۃ زینب الہی بوجہ علانی ہونے کے محروم ہے،  
از روئے قواعد یہ مسئلہ ۷۲ سے آئے گا یعنی کل ترکہ کے حسب دستور بہتر حصے بنائے جائیں  
حسب ذیل :

لال خاں مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲

سین بی بی زوجہ زہرا شرف الہی مسماۃ نشان بیگم لال بی بی حقیقی بہن علی محمد زینب الہی علانی بہن بھائی  
 $\frac{9}{42}$   $\frac{16}{42}$   $\frac{16}{42}$   $\frac{16}{42}$   $\frac{15}{42}$  محروم محروم

سراجیوں میں ہے ویسقط بنوا العلات ایضاً بالآخر لاب وام وبالاحت  
 لاب وام اذا صار ت عصبۃ نیز ص ۱۹ میں ہے واذا اختلط الثمن بكل لثانی  
 او ببعض فہو من اربعة وعشرین نیز ص ۲۲ میں ہے فیضرب کل عدد  
 رءوس من انكسرت علیہم السہام فی اصل المسئلۃ والباقی واضح  
 بنص القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الانور وآله  
 واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ۶۷-۱۰-۲۷

الاستفتاء

مستفیٰ راجن شاہ ولد کیر شاہ فوت ہو گیا تھا، اس کا ایک لڑکا اصغر شاہ تھا وہ اس کی

وراثت کا مالک قرار پایا۔ اصغر شاہ اب فوت ہو گیا۔ اصغر شاہ کی نہ بیوی تھی اور نہ اولاد ہوئی، اس لیے شاہ کی ایک لڑکی ہاجرہ بی بی تھی جو شادی شدہ ہونے کے بعد بیوہ ہو گئی۔ کچھ لوگ پہلے کہتے رہے ہیں کہ وہ ایک غیر قوم حجام کے ساتھ ہے اور بطور میاں بیوی کے وہ رہے ہیں، آپس میں نکاح ہونے کا علم بیان نہیں ہوا۔ اب ۶ سال تک تلاش کرنے کے باوجود اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا، گویا ہاجرہ بی بی عدم پتہ ہے۔ اصغر شاہ متوفی کا حقیقی تاجا ولایت شاہ ولد کمیر شاہ تھا، اسکے پسران غلام حسین، بہادرین شاہ، معظم شاہ ہیں اور ولایت شاہ مذکور متوفی کی مسماۃ سردار بی بی، مسماۃ نشاں بی بی دختران ہیں۔

مفتی دین مبین مذکورہ بالا معاملہ میں کیا فرماتے ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ بی بی لاپتہ کا وراثت اصغر شاہ میں کیا حق ہے اور مسماۃ غلام حسین وغیرہ مذکور اس کے پتریر بھائیوں کا اور مسماۃ سردار بی بی وغیرہ اس کی پتریر بہنوں کا حق ہے؟ اب ہاجرہ بی بی آگئی ہے اور کل جائیداد کا دعویٰ کرتی ہے۔

غلام حسین ولد ولایت شاہ قوم بودلہ صدیقی قریشی سکنا ۲۰۰/۲۷، ڈاکخانہ ۳۵/۲۷-۱  
تھیل و کارہ ضلع ساہیوال ۱۲۶۹



از روئے حکم قرآن کریم ہاجرہ بی بی حقیقی بہن متوفی اصغر شاہ کی کل جائیداد کے نصف کی مالک ہے جو ابھی تک زندہ موجود ہے جیسے کہ سائل نے زبانی بیان کیا ہے اور باقی نصف کے

مقدار اسکے تیا زاد غلام حسین، بہار دین، معظم شاہ پسران ولایت شاہ ہیں اور سردار بی بی و نشان بی بی  
دختران ولایت شاہ کا کوئی حق نہیں۔ سہ ۲ سے ہے اور تصحیح ۶ سے ہے حسب ذیل،  
صغیر شاہ سہ ۲ تصحیح از ۶

یہ  
ہاجرہ بی بی حقیقی بہن غلام حسین بہار دین معظم شاہ سردار بی بی نشان بی بی  
۳/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶

کشاف القرآن الکریم و اسفار المذہب الحنفیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ  
علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارت و سلم۔

صدر الفقیر البرا کبیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۶۹-۱-۲۲

## الاستفتاء

نام خود سماء سیانی زوجہ بہادر ولد کوڑا قوم چوہان رکھیہ سکھ چک ۶۷/۵ تحصیل پاپتن  
ضلع ساہیوال، بتلا کر باقر اصالح بیان کیا کہ:

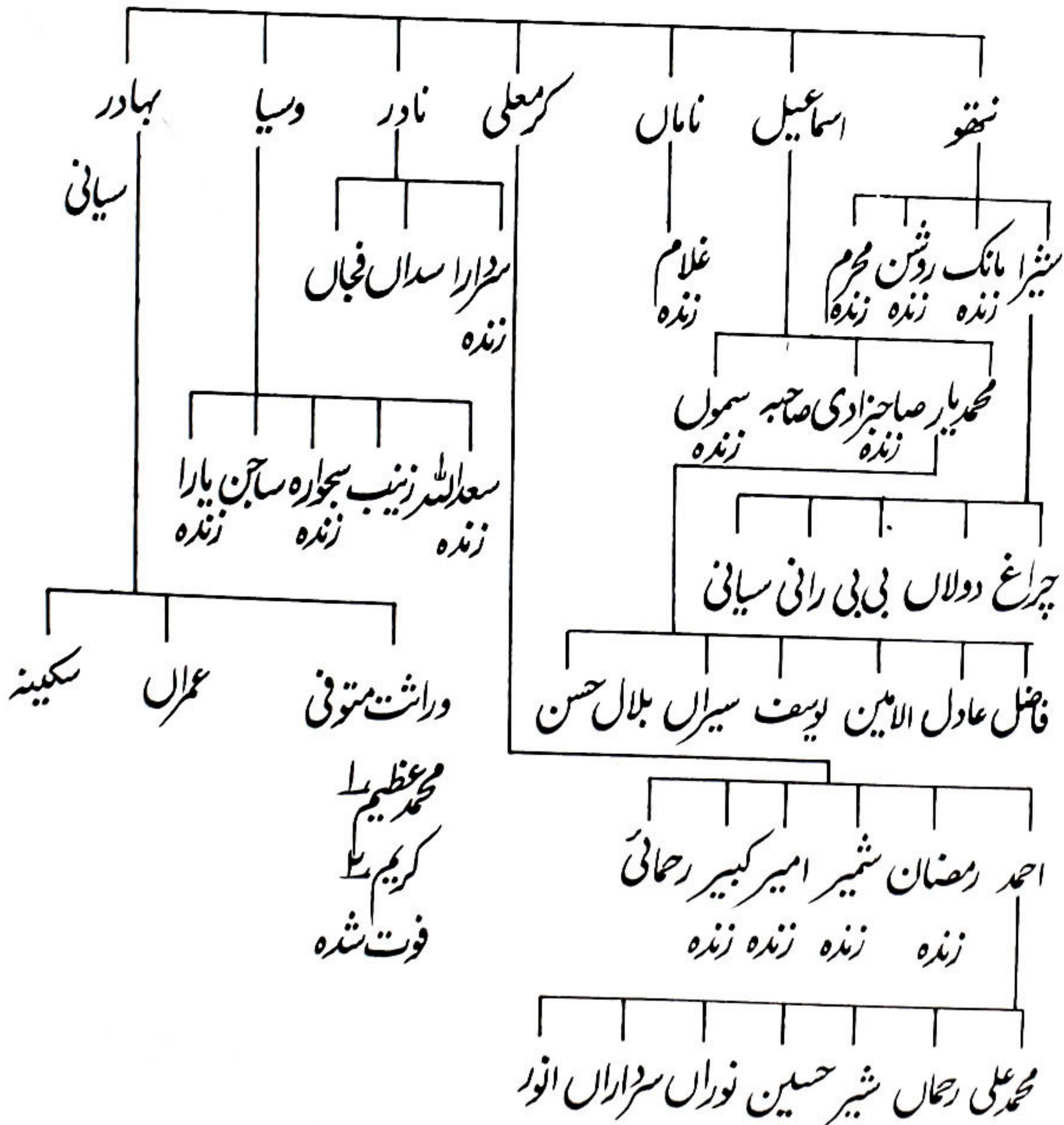
خاوندم بہادر ولد کوڑا قوم چوہان رکھیہ سکھ چک ۶۷/۵ کے فوت ہو جانے پر اس کی  
اراضی زرعی عظیم کریم دو پسران حقیقی اور عمراں سکینہ دو دختران اور من زوجہ کے نام انتقال ہوئی،  
کچھ عرصہ بعد کریم ولد بہادر مذکور لا ولد اور کنوارہ فوت ہو گیا۔ کریم ولد بہادر ستونی کی اراضی بھی بدستور  
سابق حصہ کے برادر عظیم اور ہمشیرگان عمراں، سکینہ کے نام اور میر سے نام انتقال ہوئی  
جس کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ اب تھوڑے عرصہ سے بقضائے الہی عظیم ولد بہادر قوم چوہان رکھیہ  
کنوارہ لا ولد فوت ہو چکا ہے، اس کے رشتہ داران اولاد کوڑا نے شجرہ مشمولہ کے مطابق



پٹواری مال حلقہ چک ۶۷ نے انتقال ۶۷ قسم انتقال وراثت تجویز کر دیا ہے جس پر جناب  
نائب تحصیلدار صاحب مال پاکستان نے انتقال منظور کرنے سے قبل فتویٰ شرعی طلب فرمایا ہے  
میں بذریعہ بیان ہذا استدعا کرتی ہوں کہ مطابق شرع محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) فتویٰ  
شرعی سے مستفید فرمایا جاوے۔

مسماة سیانی زوجہ بہادر قوم چوہان کھیر چک ۶۷ تحصیل پاکستان ضلع ساہیوال  
نوٹ: نقل شجرہ بغرض ملاحظہ شامل ہے:

کوڑا



نوٹ : نکتہ وغیرہ سات بھائی ایک ہی ماں کے لطن سے ہیں۔  
 نولینہ : حافظ فیض محمد کراچی اچاریہ کی داخلی موضع جمال لوٹھی تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال کوسل ۲۱۳ طرانہ کلاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

عظیم کے وارث شرعاً سماء سیانی والدہ اور ہمیشہ گان عمران، سکینہ اور مانک روشن وغیرہ  
 بارہ کس چچا زادگان ہیں اور چچاوغ وغیرہ چچاؤں کے پوتے اور صاحبزادی وغیرہ خواتین سب محروم  
 ہیں، ماں کا چھٹا حصہ ہے اور ہمیشہ گان کا حصہ دو تہائی ہے اور باقی ماندہ چھٹا حصہ مانک وغیرہ کا  
 بھہ برابر ہے۔ یہ سہ حسب القواعد چچے سے اور تصحیح بہتر سے ہے، حسب ذیل :  
 عظیم مسدہ از ۶ تصحیح از ۷۲

سیانی والدہ	عمران سکینہ مانک روشن	محرم غلام رمضان شمیر امیر کبیر
$\frac{12}{42}$	$\frac{22}{42}$ $\frac{22}{42}$	$\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$

سردار سعد اللہ سجوارہ یارا چچا زادگان  
 $\frac{1}{42}$   $\frac{1}{42}$   $\frac{1}{42}$

کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف والفقہ المنیف۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا  
 محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

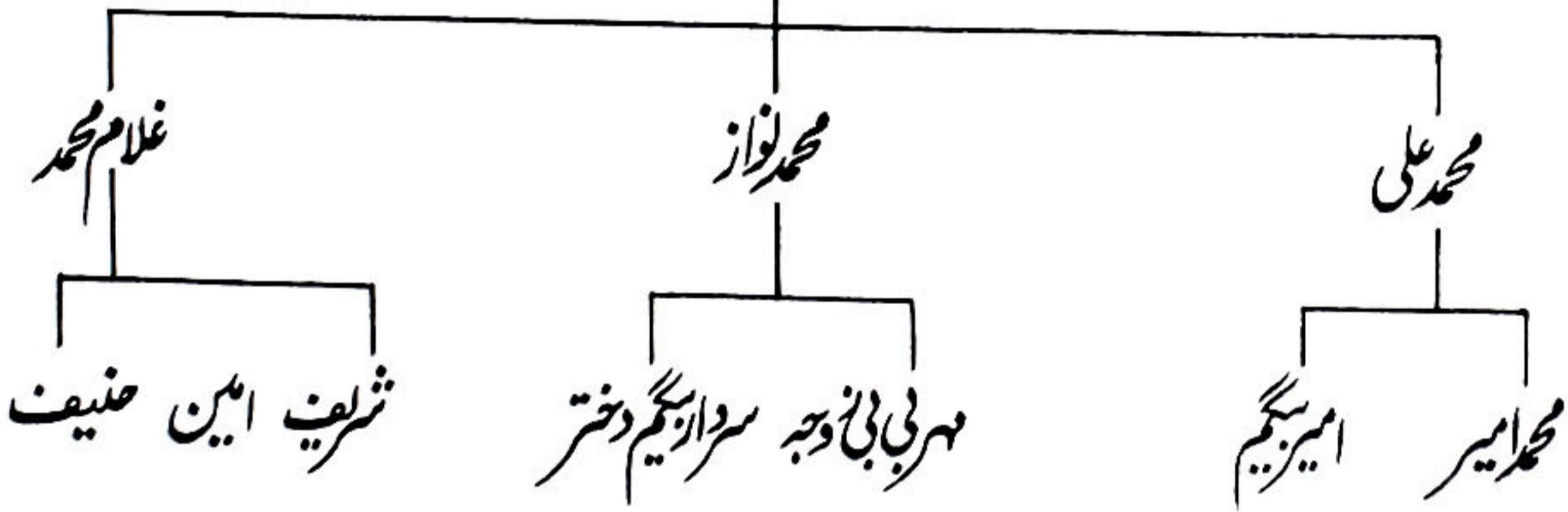
نوٹ : یہ جواب تحریر مسائل کی صداقت کی صورت میں ہے۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ صفر اخیر ۱۳۸۹ھ ۲۹/۶

## الاستفتاء

جیل خان (موتِ اعلیٰ)



محمد نواز کی تمام جائیداد انگریزی قانون کے مطابق مہربی بی بی کے نام منتقل ہوئی کیونکہ اس کا سرکار نہیں تھا صرف ایک لڑکی اور دو بھائی محمد علی اور غلام محمد موجود تھے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ محمد نواز کے وارث کون کون ہیں اور ان کے حصے کیا کیا ہیں؟ محمد نواز وغیرہ تینوں بھائی ایک ہی والدہ سے ہیں۔

عبد الغنی بقلم خود



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

شرعاً محمد نواز کے وارث اس کی زوجہ مہربی بی، لڑکی سردار بیگم اور محمد علی و غلام محمد برادران ہیں۔ بیوی کا اٹھواں حصہ، لڑکی کا نصف اور باقی ماندہ محمد علی اور غلام محمد کا بھدہ مساوی ہے، حسب القواعد میسڈہ اٹھ سے ہے اور اس کی تصحیح سولہ سے ہے، حسب ذیل :

محمد نواز مسڈہ از ۸ تصحیح از ۱۶

مہربی بی زوجہ سردار بیگم بیٹی	محمد علی	غلام محمد برادران
$\frac{2}{16}$	$\frac{3}{16}$	$\frac{3}{16}$

کما فی القرآن الکریم و السراجیۃ و غیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

وآلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

صوفی الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ، ۱۷۶۹

**الاستفتاء**

۴۸۶ بھنوقبہ سیدی سندھی، مرشدی و مولائی شیخ الحدیث و التفسیر الحاج اباجان دامت برکاتہم العالی



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

معروض اینکہ مندرجہ ذیل صورت میں زید کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائیگا؟ اگر  
حضرت صورت حال سے جلوہ آگاہ فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی کیونکہ میت کے ترکہ کی تقسیم کا  
جھگڑا چل رہا ہے، صورت مندرجہ ذیل ہے :

زید

لڑکی	لڑکا	لڑکی لڑکی لڑکی	لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی
پہلی بیوی سے	دوسری بیوی سے	تیسری بیوی سے	

پہلی اور دوسری بیوی زندہ نہیں ہیں اور تیسری بیوی مطلقہ تھی۔ مطلقہ بیوی کا  
ایک لڑکا اور ایک لڑکی زید کی زندگی میں ہی فرار ہو کر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے تھے  
اور زید کی موت کے وقت ان کو تقریباً سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا، نیز زید کی والدہ  
بھی زندہ ہے۔ والسلام مع الف احترام۔

خادم شہنا طالب دعا : نذیر احمد حافظ نوری، خطیب جامع انوار مدینہ، سلاطین ٹاؤن گوجرانوالہ  
موضوع: ۲۰ جمادی الاولیٰ بروز اتوار ۱۳۹۲ھ



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :

لڑکے لڑکی کا والد سے فرار ہو کر والدہ کے پاس چلا جانا حق وراثت زائل نہیں کرتا لہذا دوسری اولاد کی طرح وہ بھی وارث ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے، والدہ کا چھٹا حصہ اور باقی سب اولاد کا اور اس کی تصحیح بہتر سے ہے یعنی کل ترکہ جو کفن، دفن، وصیت سے بچا اس کے پورے بہتر حصے مساوی بنائے جائیں اور حسب ذیل تقسیم کئے جائیں :-

زید مسئلہ از ۶ تصحیح از ۲۷

والدہ	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{12}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

بانی و مہتمم دارالعلوم خنقیہ فی ریہ لیسیر پور ضلع ساہیوال

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

شرعاً بیوی کا حق چوتھا حصہ اور بہنوں کا حق دوہٹائی ہے اور باقی سب صرف چچا زادوں کی نرینہ ہم درجہ اولاد عبدالعزیز وغیرہ کا حق ہے اور بھانجے دوس محمد وغیرہ محروم ہیں ان کا کوئی حق نہیں اور حسب القواعد اس کے ترکہ کے بارہ حصے بنا کر  $\frac{3}{12}$  بیوی کے اور  $\frac{8}{12}$  بہنوں کے بھصہ برابر اور باقی  $\frac{1}{12}$  عبدالعزیز وغیرہ کو بھصہ برابر دے جائیں اور اس کی تصحیح یعنی تقسیم بارہ کو دستل میں ضرب دیکر ایک سو بیسٹیس سے ہوگی حسب الذیل :

صادق مسدہ از ۱۲ تصحیح از ۱۲۰

کرم نشاں بیوی	روشانی بہن	داراں بہن	عبدالعزیز	صادق	عطا محمد	سماں	فلک شہر
$\frac{3}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$

حسن شفیج محمد علی عارف علی طفیل  
 $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$   $\frac{1}{12}$

کما فی السراجیۃ والفتاویٰ الہندیۃ - وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا محمد  
 والى واصحابه وبارك وسلم

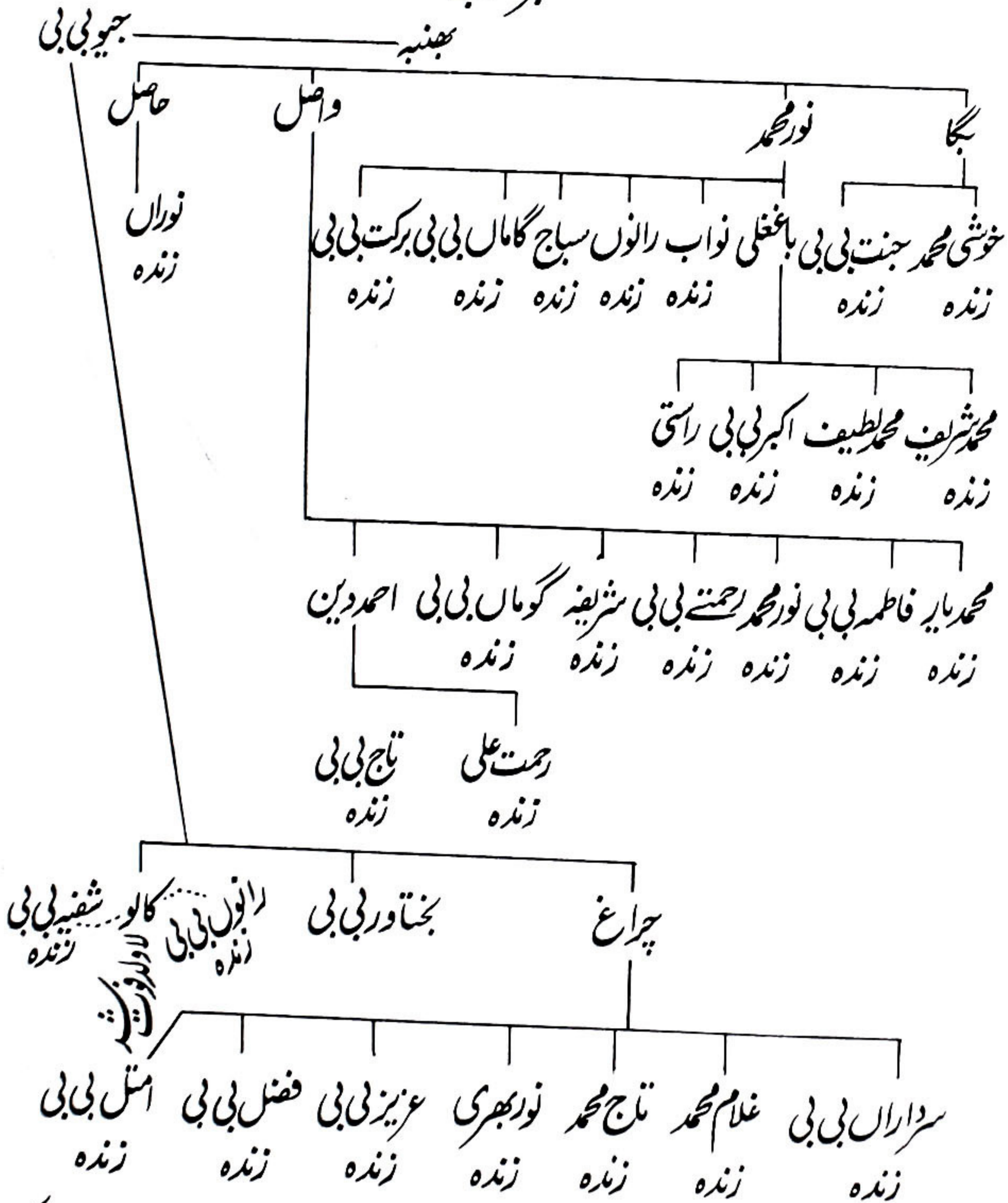
صدرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

۱۶-۲-۶۳

# الاستفتاء

## شجرہ نسب



مندرجہ بالا شجرہ نسب کے مطابق وراثت کالو اور بھنبہ متوفی کے وارثان کے



حصص کی تقسیم فرمائی جاوے۔

کمترین غلام محمد ولد چراغ ڈوگر ساکن بہلوں پور تحصیل دیپال پور  
نشان انگوٹھہ غلام محمد  $\frac{2}{3}$   $\frac{1}{3}$



شرعاً کالو کے وارث اس کی بیویاں اور بہن اور چراغ کے دونوں لڑکے ہیں  
کہ قریبی عصبے میں باقی بچہ وغیرہ کے لڑکے وارث نہیں، دونوں بیویوں کا حق چوتھائی اور بہن کا  
نصف اور دونوں بھتیجوں کا باقی ہے۔ یہ مسئلہ چار سے ہے اور تصحیح حسب القواعد  
آٹھ سے ہے۔ حسب ذیل :

کالو مسئلہ از ۴ تصحیح از ۸

رالنوں زوجہ شفیہ بی بی زوجہ بختاوری بی بی بن غلام محمد بھتیجا تاج محمد بھتیجا خوشی محمد وغیرہ بھتیجے

$\frac{1}{8}$   $\frac{1}{8}$   $\frac{2}{8}$   $\frac{1}{8}$   $\frac{1}{8}$  x

کما فی السراجیۃ بل فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

واصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

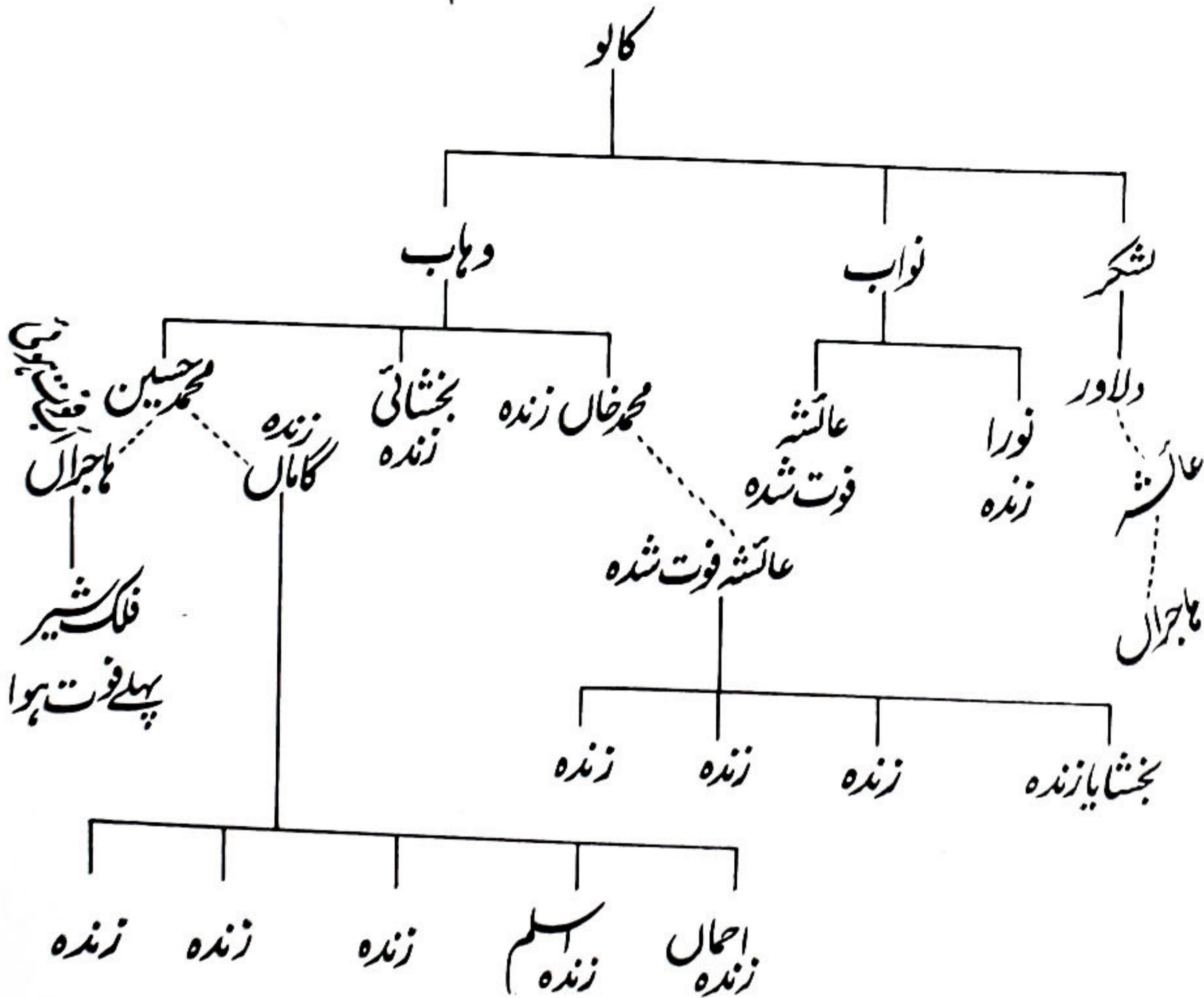
۲۱ صفر مظفر ۱۳۹۳ھ  $\frac{2}{3}$   $\frac{1}{3}$

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جبکہ کالو کے تین پسران لشکر، نواب، وہاب، اسکی ایک ہی بیوی کی اولاد ہیں۔ اب کالو کے پوتنگان میں سے نورا، محمد خاں زندہ ہیں اور مسماۃ ہاجرہ جو کہ کالو کی پڑپوتی ہے، لا ولد فوت ہو چکی ہے، مسماۃ ہاجرہ محمد حسین کی بیوہ ہے، محمد حسین کی دوسری بیوی مسماۃ گاماں سے احماں وغیرہ محمد حسین کے پسران و دختران زندہ ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ کی والدہ عائشہ نے بعد ازاں محمد خاں سے عقد کیا جس سے بخشیا اور اس کی تین بہنیں زندہ ہیں، اندریں حالات مسماۃ ہاجرہ متوفیہ کے کون کون سے وارث ہیں اور ان کے کیا حصے ہیں؟

شجرہ نسب حسب ذیل ہے :

منظور حسین لفظ خود ۶۳-۶-۱۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

مسماة ہاجرہاں کے وارث نورا اور محمد خاں چچا زاد بھائی اور عصبہ ہیں اور اسکی والدہ عائشہ کی اولاد بخشایا وغیرہ بہن بھائی ہیں، بہن بھائیوں کا حصہ ایک بٹہ تین (۱/۳) میں بھتہ مساوی ہے اور باقی میں نورا اور محمد خاں بھتہ مساوی ہے، حسب ذیل :

ہاجرہاں مسئلہ از ۳ تصحیح از ۱۲

نورا	محمد خاں	بخشایا	فجاں	داراں	سجاداں	باقی رشتہ دار محروم ہیں
۲/۱۲	۲/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	

کسانی القرآن الکریم والسراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳۲۸ھ

**الاستفتاء**

ولی داد ولد لہو خاں قوم گدھو کا وٹوسکنہ احمد گدھو کا حقانہ مکلوڈ گنج تحصیل منچن آباد



ضلع بہاولنگر اس کی اب وفات ہو چکی ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے مگر اس کی ایک بیوی مسماۃ جنت ہے جو اب بھی زندہ ہے، اس میں سے ولی ادم مرحوم کی اولاد دختر سردار بیگم حسینہ بیگم، نور بیگم ہیں، اس کے علاوہ ولی داد کا ایک حقیقی بھائی ہے جس کا نام اللہ جو ایل ہے جو تقریباً دس پندرہ سال سے فوت ہو چکا ہے نیز بیوی بھی فوت ہو چکی ہے، اس کی بیوی میں سے بڑا لڑکا محمد حسن، نذر محمد، غلام محمد اور ان کی ہمیشہ منور بیگم، غلام عائشہ ہیں جو اب تک زندہ ہیں۔ ولی داد کا دوسرا بھائی جو ہے وہ سوتیلی ماں سے ہے، اس کا نام باقر خاں ہے، اس کی اولاد محرم، معروف، منظور، محبوب، فتح محمد اور مسما ہدایت غلام فاطمہ ہیں مگر باقر خاں اور اس کی بیوی پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں، اولاد زندہ ہے شہریت کی رو سے یہ فتویٰ لگائیں کہ اس ولی داد کی وراثت کا کوئی مالک ہو سکتا ہے؟



سائل: بشیر احمد ولد فلک شیر قوم گدھو کا سکنہ احمد گدھو کا  
تھانہ مکلوڈ گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر ۲۶/۵



شرعاً ولی داد کے وارث اس کی بیوی جنت اور تین لڑکیاں سردار بیگم وغیرہ اور حقیقی بھائی کے تین لڑکے محمد حسن وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ سوتیلی بھائی کے لڑکے محرم وغیرہ



اور دونوں بھائیوں کی لڑکیاں منور بیگم، غلام عائشہ اور مسماۃ ہدایت، غلام فاطمہ محروم ہیں، بیوی کا حصہ اٹھواں ہے اور لڑکیوں کا دو تہائی اور باقی تحقیقی بھتیجیوں کا ہے۔ حسب دستور یہ مسئلہ چوبیس سے ہے اور تصحیح بہتر سے ہے یعنی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے بہتر حصے بنا کر نسبت مذکور بالا کے لحاظ سے تقسیم کئے ہیں، حسب ذیل :

ولی داد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۷۲

جنت بیوی سزا بیگم حسینہ بیگم نور بیگم دختران محمد حسن نذر محمد غلام محمد بھتیجے منور بیگم وغیر بھتیجیاں

	$\frac{9}{42}$	$\frac{14}{42}$	$\frac{14}{42}$	$\frac{14}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{9}{42}$
					محروم				

نوٹ : یہ بہتر حصے کفن، دفن اور قرض و وصیت سے باقی ماندہ ترکہ سے بنائے جائیں

کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ ۲۶-۴-۷۵

**الاستفتاء**

مترجم المقام جناب بزرگوار البواخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : آداب و تسلیمات کے بعد عامل عرضیہ ہذا مولوی نذیر احمد اپنی خدمت میں

ایک مسئلہ وراثت پیش کرتے ہیں جو کہ وضاحت طلب ہے، مسئلہ درج ذیل ہے :

ایک شخص مندرجہ ذیل پسماندگان چھوڑ کر فوت ہوا ہے :

ایک بیوی، ایک لڑکی شادی شدہ، دو بہنیں شادی شدہ، دیگر چچا زاد بھائی وغیرہ وغیرہ،

متوفی کا کچھ سامان بطور ورثہ ہے جس کے متعلق متوفی نے کوئی وصیت نامہ مرتے وقت

نہیں کیا ہے، موجود ہے۔

براہ مہربانی تفصیلاً تحریر فرمائیں کہ متوفی کی اس وراثت کا زیادہ استحقاق

مذکورہ بالا میں سے کن کو زیادہ ہے یا بتدریجاً کس طرح تقسیم ہونا چاہئے؟

آپ کی نوازش ہوگی۔



سائل نے زبانی بیان کیا کہ متوفی کے ماں باپ، دادہ دادی سے کوئی زندہ نہیں

تو اس کے وارث اس کی بیوی اور لڑکی اور ہمیشہ گان جو بقول سائل حقیقی بہنیں ہیں، بیوی کا

اٹھواں حصہ اور لڑکی کا نصف ہے اور باقی سب دو بہنوں کا بھٹہ مساوی ہے۔ یہ مسئلہ

حسب القواعد اٹھ سے ہے اور صحیح سولہ سے ہے حسب ذیل :

فضل دین مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶

بیوی	لڑکی	حقیقی ہمیشہ	حقیقی ہمیشہ	باقی محروم
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	

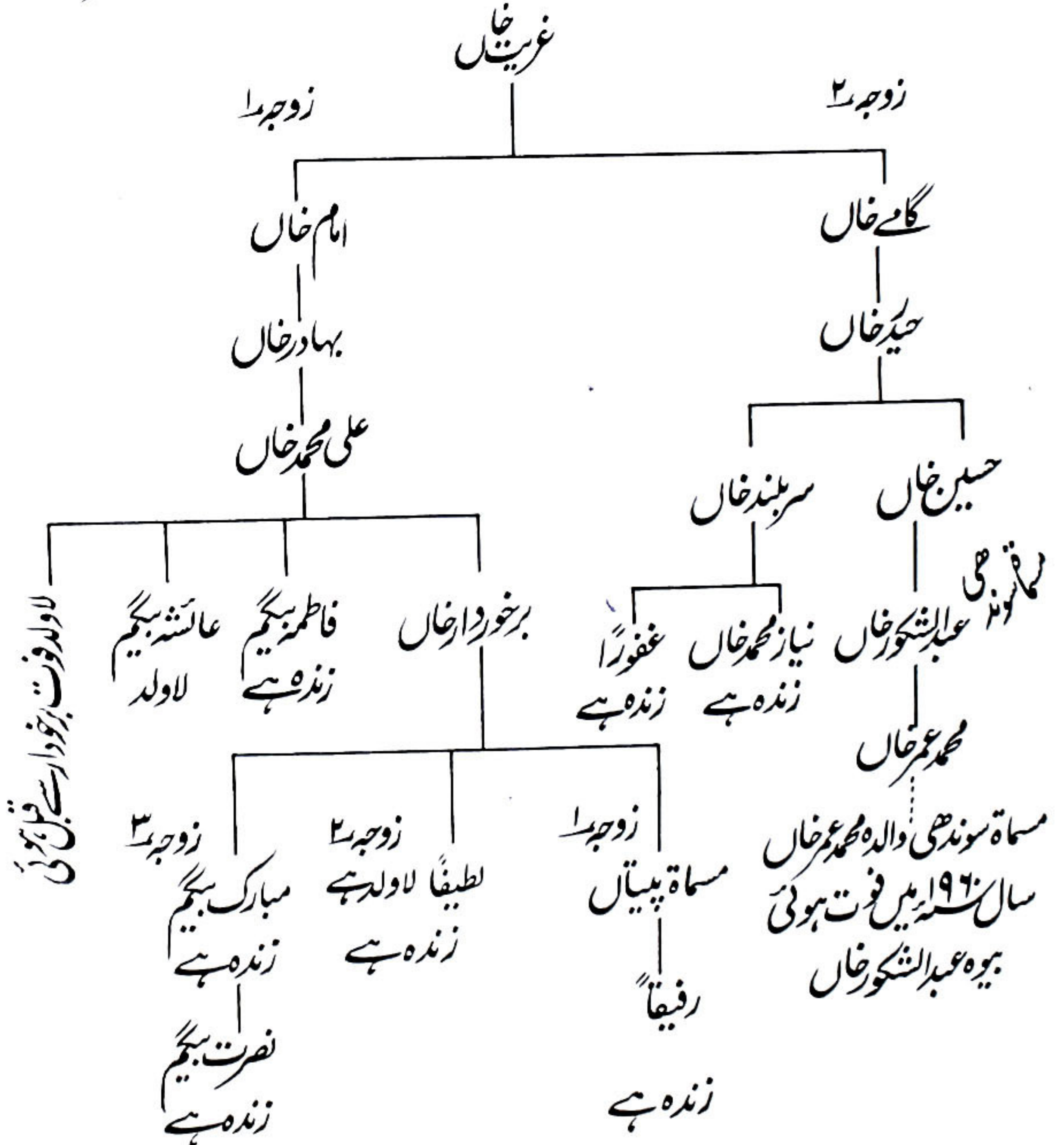
کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وعلیٰ آلہ

صدر الفقیر البوخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ از بصیر پور ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۱-۱-۲۲

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میراث میں جس کا شجرہ نسب ذیل درج ہے  
برخوردار خاں متوفی کے بازگشت حق داران جواب بالثواب سے بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں :



نوٹ: برخوردار خاں، سال ۹۲۲ھ میں مقام ٹوہانہ ضلع حصار فوت ہوا۔  
 مسماۃ پیتاں زوجہ برخوردار خاں ۹۲۱ھ میں فوت ہوئی۔  
 مسماۃ عائشہ بیگم دختر علی محمد خاں سال ۹۶۶ھ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال فوت ہوئی۔  
 عائشہ بیگم کے زینہ اولاد نہ ہے، خاوند نیک محمد خاں زندہ ہے۔  
 مسماۃ مبارک بیگم، لطیفاً بیوگان برخوردار خاں جائیداد پر قابض ہے۔  
 العارض: سعید احمد خاں ولد عبد الغفور خاں حویلی لکھا



برخوردار خاں کے ورثہ مبارک بیگم اور لطیفاً بیویاں اور مسماۃ رفیقاً اور نصرت لڑکیاں اور مسماۃ فاطمہ بیگم، عائشہ بیگم حقیقی بہنیں ہیں، حسب القواعد مسئلہ از ۲۲، تصحیح از ۲۸ ہے حسب ذیل:

برخوردار خاں مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

مبارک بیگم زوجہ	لطیفاً زوجہ	رفیقاً نصرت لڑکیاں	فاطمہ بیگم	عائشہ بیگم بہنیں
$\frac{۳}{۲۸}$	$\frac{۳}{۲۸}$	$\frac{۱۶}{۲۸}$	$\frac{۱۶}{۲۸}$	$\frac{۵}{۲۸}$

کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وعلیٰ آلہ



حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
اربعین الثانی ۱۳۹۶ھ ۶-۲-۱۱

## الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی مجاہد فی سبیل اللہ شہ سول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قبلہ فقیر عظیم صاحب دامت برکاتہم۔  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ وراثت  
مسمیٰ رحمت علی شاہ صاحب کی تین لڑکیاں زندہ اور ایک بھتیجا زندہ اور دو بھتیجے فوت شدہ  
اور بھتیجیاں زندہ ایک نواسہ اور ایک نواسی رحمت علی شاہ کی ستر ایکڑ زمین حصے اور  
ان کے حصے کی تقسیم کیسے ہوگی؟ جواب سے مشکور فرمانا، ثواب ملے گا۔  
آپ حضور کا خادم سگ درباری؛ محمد امیر نوری، سکند و جھلانہ تحصیل پپال پو ضلع ساہیوال



غسل، کفن، دفن اور قرض و وصیت سے بچا ہوا سارا مال اس کی دوہتائی

تین لڑکیوں کا حق ہے اور باقی سب بھتیجا زندہ کا ہے اور فوت شدہ کا کوئی حق نہیں  
تو حسب دستورِ شرع پاک یہ مسئلہ تین سے آئے گا اور بیچ ۹ سے ہوگی، حسب ذیل:  
رحمت علی شاہ مسئلہ از ۳ تصحیح از ۹

رشید بیگم	لطیف بیگم	نذیر بیگم	صدیق شاہ	زندہ	مشتاق شاہ	طفیل شاہ	فوت شدہ	اور
$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{3}{9}$		x	x		

تین بھتیجیاں ریاض شاہ نواسہ ثریا بیگم نواسی۔

کذا فی السراجی وغیرہا من اسفار المذہب المہذب الحنفی و  
القران الکریم والاحادیث الشریفہ۔  
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم  
وعلى آله وصحبه وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ ۱۱/۲۸

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسیئے کمال فوت  
اس کے پیمانہ گان میں ایک بیوی، دو لڑکیاں، ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی موجود ہیں، متوفی کی

چھ مرلہ زمین ہے۔ یہ زمین وراثت کے درمیان تقسیم ہونے کا حکم ہے۔

السائل: محمد شریف، بصیر پور ۵، ۶، ۷

نیز علاوہ ازیں دو مکان ایک شیشم کا درخت بھی ہے، اس کی تقسیم کا حکم کیا ہے  
نیز متوفی پر قرض نہیں تھا اور کفن و دفن بھی ہو چکا ہے۔

السائل: محمد شریف مدرس محلہ درس گاہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۵ ۶ ۷



شرعاً بیوی کا آٹھواں حصہ اور دو لڑکیوں کا حصہ دو تہائی اور باقی بہن اور بھائی کا ہے  
یہ سب القاعدہ چوبیس سے آئے گا اور بیچ بہتر سے ہوگی، حسب ذیل:

کمالاً مستداز ۲۲ تصحیح از ۷۲

زہرہ زوجہ	اسما	اور حنیفاں لڑکیاں	ابراہیم بھائی	جیواں بہن
$\frac{9}{42}$	$\frac{22}{42}$	$\frac{22}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{5}{42}$

کذا فی القرآن الکریم سورة النساء والسراجیة وغیرہا من  
کتب الفقہ الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و



علیٰ السلام و صحبہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ ۵ جون ۱۹۷۷ء

## الاستفتاء

مسئلے محمد یعقوب فوت ہو گیا ہے، اس کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا محمد حیات ہے اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں ہیں اور پہلی بیوی اس کے انتقال سے قبل فوت ہو گئی تھی اور دوسری بعد میں فوت ہوئی ہے، اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینواتوجروا السائل: بشیر احمد لعلم خود



شرعاً محمد یعقوب کی دوسری بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور باقی سب مال لڑکے اور لڑکیوں کا ہے، لڑکے کا حق نصف باقی اور لڑکیوں کا باقی نصف ہے بھہ مساوی،



حسب ذیل :

محمد یعقوب مسد از ۸ تصحیح از ۳۲

محدث لڑکا	دولڑکیاں	اور دوسری بیوی
$\frac{۱۲}{۳۲}$	$\frac{۱۲}{۳۲}$	$\frac{۲}{۳۲}$

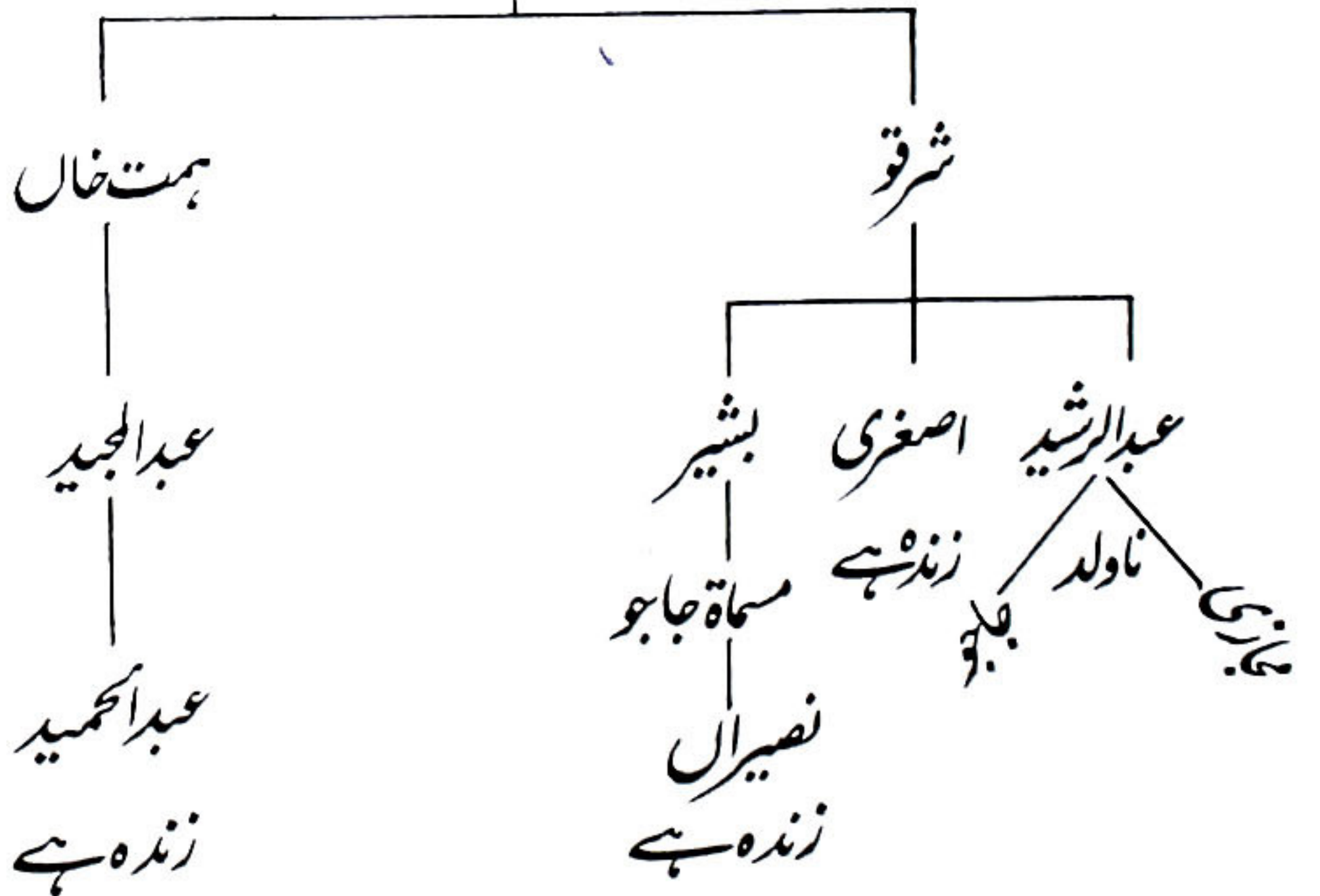
کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف والفقہ المنیہ  
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲-۶-۷۸

## الاستفتاء

شہاب الدین



مرحوم عبدالرشید کی وراثت کے وارثین حسب ذیل :  
 دو عدد عورتیں زندہ ہیں اور ایک عدد ہمیشہ زندہ ہے اور شہاب الدین  
 سے چوتھی پشت پر عبدالحمید زندہ ہے۔  
 ایک بھتیجی زندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الجواب**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ اَثْوَابًا وَصَوَابًا

دونوں عورتوں کا حق جو عبدالرشید کی بیوہ بیویاں ہیں چوتھائی ہے، قرآن کریم  
 میں ہے وَلِهِنَّ الرِّبْعَ مِمَّا تَرَكَتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ (پ ۱۳۶ آیت ۱۲)  
 اور بہن کا حق نصف ہے، قرآن کریم میں ہے اِنْ اَمْرًا هَلَكَ لَيْسَ لَهَا  
 وَلَدٌ اَخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (پ ۱۳۶ آیت ۱۷) اور باقی سب عبدالحمید کا ہے  
 جو عصبہ ہے، حدیث شریف میں ہے الْحَقُّ وَالْفَرَايِضُ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ  
 لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرَ بَخَّارِي شَرِيفٍ جُلْد ثَانِي ص ۹۹۔  
 یہ مسئلہ چار سے ہے اور چھ اٹھ سے یعنی کل مال جو کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچا  
 اس کے اٹھ سے بنا کر یوں تقسیم کیا جائے۔

عبدالرشید مسئلہ از ۲ تصحیح از ۸

مجازی بیوی	جانبو بیوی	اصغری بہن	عبدالحمید بھتیجا نصیراں
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{2}{8}$
			مرحوم

والله تعالى اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وعلى آله  
وصحبه وبارك وسلم

حزرة الفقير البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

المحرم الحرام ۱۳۹۹ھ ۲۸-۱۲-۱۲

## الاستفتاء

جناب عالی

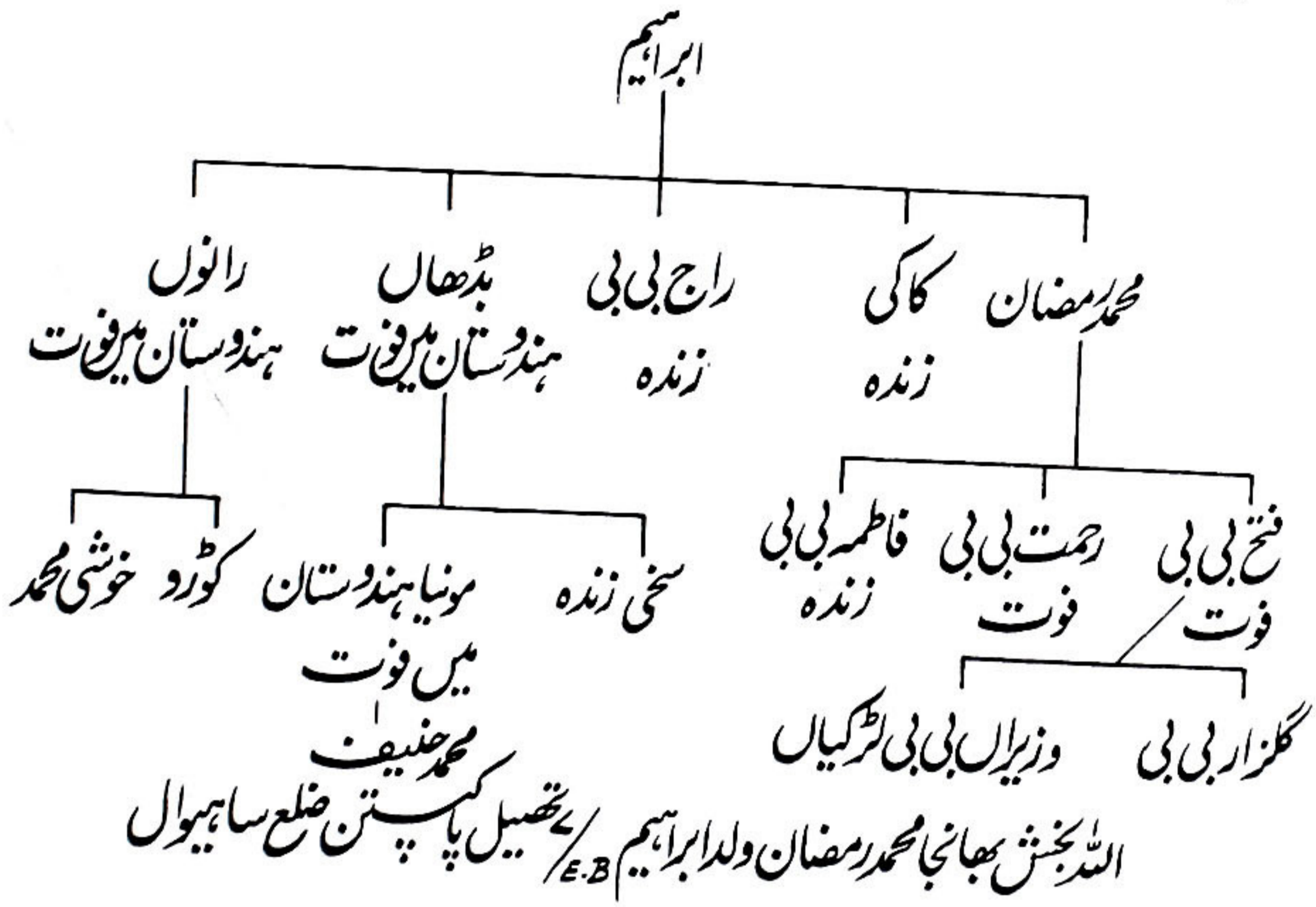
گذارش ہے کہ میرا ماموں محمد رمضان ولد ابراہیم مورخہ ۱/۲۹ کو قضاۃ الہی سے فوت ہو گئے ہیں، اس نے تین شادیاں کیں ۱۔ فتح بی بی ۲۔ رحمت بی بی ۳۔ فاطمہ بی بی۔ ۱۔ فتح بی بی کی دو لڑکیاں گلزار بی بی اور وزیراں بی بی ہیں جو کہ زندہ ہیں جبکہ فتح بی بی مر گئی رحمت بی بی بغیر اولاد کے فوت ہو گئی اور ۳۔ فاطمہ بی بی بغیر اولاد کے زندہ ہے۔

۲۔ جناب عالی! میرے ماموں محمد رمضان کی چار بہنیں تھیں، دو بہنیں بڑھیاں اور رانوں ہندوستان میں فوت ہو گئیں اور دو بہنیں کاکی اور راج بی بی زندہ ہیں، جو بہنیں فوت ہو گئی تھیں ان کی اولاد ہے جو حقدار ہیں، ان کو کتنا کتنا حصہ جائے گا۔

۳۔ عالی جاہ! میرے ماموں محمد رمضان کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجہ نہیں ہے بلکہ محمد رمضان کے والد ابراہیم کے بھائی دتہ، فٹا تھے، ان کے پوتے پوتیاں زندہ ہیں۔ محمد رمضان کا والد

ہندوستان میں پاکستان بننے سے قبل بیس سال فوت ہو گئے تھے۔  
 ۴۔ سوال یہ ہے آیا جو ہندوستان میں فوت ہو گئی تھی، ان کی اولاد کو حصہ جابجا  
 یا کہ نہیں؟

۵۔ سوال ملکہ جو محمد رمضان کے والد ابراہیم کے بھائیوں کے پوتے پوتیاں ہیں، ان کو  
 حصہ جاتے گا یا کہ نہیں، عالی جاہ! فتویٰ دے کر مشکور فرمادیں اور رمضان کا شجرہ ذیل ہے:



محمد رمضان کی بیوی فاطمہ بی بی کا اٹھواں حصہ ہے اور دو لڑکیوں گلزار بی بی،

وزیراں بی بی کا دوہتائی اور باقی سب دونوں بہنیں کا کی اور راج بی بی کا حق ہے۔ یہ مسئلہ  
چوبیس سے ہے اور تصحیح اڑتالیس سے ہے :

محمد رمضان مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

فاطمہ بی بی گلزار بی بی وزیراں بی بی لڑکیاں کا کی اور راج بی بی بہنیں باقی سب محروم

$\frac{6}{28}$   $\frac{16}{28}$   $\frac{16}{28}$   $\frac{5}{28}$   $\frac{5}{28}$

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۷-۷-۲۳

## الاستفتاء

نہایت ہی واجب الاحترام بزرگ فقیہ اعظم حضرت علامہ نعیمی رضا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

عرض ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور کی اولاد میں ہم تین بھائی اور چھ بہنیں  
اور میری والدہ ہیں، میرے والد صاحب مرحوم کی تمام جائیداد کی نقد رقم بنالی ہے، اب اس رقم  
میں ہم تینوں بھائیوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور چھ بہنوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور ہماری والدہ کا کتنا  
حصہ ہے؟ برائے مہربانی جواب جلدی دیجئے، عین نوازش ہوگی، فقط

کرمی جنرل سٹور، لال چند آباد، میرپور خاص

سندھ، حیدرآباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

کفن و دفن اور قرض اور وصیت سے باقیماز، مال کا آٹھواں حصہ بیوی کا حق ہے اور باقی سات حصے کل تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں کے ہیں۔ حسب القواعد یہ مسئلہ آٹھ سے ہے اور تین بیٹے چھ بیٹیاں شمار ہونگی کیونکہ ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، قرآن کریم ہے  
 فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ اور آٹھ میں سے باقیماز سات حصے بارہ پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا بارہ کو آٹھ میں ضرب دے کر چھپیانوے بنا کر چھپیانوے کا آٹھواں حصہ جو بارہ ہیں، بیوی کا بنے گا اور چھپیانوے سے سات حصے ہر ایک لڑکی کے اور ہر لڑکے کے چودہ حصے ہیں۔



سراجیہ ص ۱۸ میں ہے وَالثَّمَنُ مِنْ ثَمَانِيَةِ اَوْ رِص ۲۲ میں ہے  
 وَالثَّلَاثَانُ لَا تَكُونُ بَيْنَ سَهَامِهِمْ وَرِعْ وَسَهْمِ مُوَافَقَةً اِنْ خُذَ كَذَا:

زید مسئلہ از ۸ تصحیح از ۹۶

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَخَيْرِ خَلْقِهِ

سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ۳۰-۳-۸۰

## الاستفتاء



کوٹ رادھاکشن سے سائل نے سوال کیا کہ متوفی محمد علی کے وارث اس کی بیوی اور والدہ بختا و ربی بی اور دو حقیقی بھائی سردار محمد اور گلزار اور والدہ بختا و ربی بی کی تین لڑکیاں جو دوسرے خاوند سے ہیں اور تین لڑکے ہیں جو بختا و ربی بی کے دوسرے خاوند کی دوسری بیوی سے ہیں تو اس کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ :



بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور والدہ کا چھٹا حصہ اور تینوں سوتیلی بہنوں کا تیسرا حصہ ہے اور باقی دونوں حقیقی بھائیوں کا ہے۔ حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے، ۳ بیوی کے اور دو



ماں کے اور تین بہنوں کے چار حصے اور باقی سب دونوں بھائیوں کا ہے اور باقی تین لڑکے محروم ہیں مگر تصحیح بہتر سے ہے، حسب ذیل :

محمد علی مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۷۲

میت بیوی ماں سویلی بہن بہن بہن دو حقیقی بھائی سردار محمد گلزار تین بھائی جو والدہ

$$\times \frac{9}{42} \frac{9}{42} \frac{8}{42} \frac{8}{42} \frac{8}{42} \frac{12}{42} \frac{18}{42}$$

کے دوسرے خاوند کے لڑکے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیب سیدنا و مولانا

محمد و علی و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

حزب الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ ۲۵/۸

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسیٰ حاجی موسے خاں کا انتقال ہو گیا ہے اور زینہ اولاد نہیں صرف دو لڑکیاں اور دو حقیقی بہنیں اور دو حقیقی بھائیوں کی اولاد ہیں تو ان کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے، بینوا بالصواب توجروا۔

سائل : محمد حسین بقلہم خود

نوٹ : اور حاجی صاحب متوفی کی ایک بیوی بھی ہے جس کا نام حاجن فاطمہ بی بی

ہے اور سکینہ بی بی صفیہ بی بی لڑکیاں ہیں اور دو ہمیشہ میں غلام جنت غلام فاطمہ اور بیٹے محمد حسین و محمد اصغر و محمد سلیمان، محمد رمضان ہیں۔

محمد حسین بسم خود



شرعاً بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور دو لڑکیوں کا دو تہائی ہے اور باقی دو بہنوں کا ہے اور بیٹے وغیرہ محروم ہیں کما فی القرآن الکریم والمسراجیۃ والفتاویٰ الہندیۃ  
مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

عاجن فاطمہ بیوی سکینہ بی بی صفیہ بی بی لڑکیاں غلام جنت غلام فاطمہ بہنیں  
 $\frac{6}{28}$   $\frac{16}{28}$   $\frac{16}{28}$   $\frac{5}{28}$   $\frac{5}{28}$

سراجیہ میں ۸ میں ہے والثن مع الولد اور اسی صفحہ میں ہے والثلثان  
للاثنین فصاعداً اور ص ۱۵ میں ہے کالاحت مع البنت لہذا کرنا وکذا  
فی الہندیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و

صحبہ و باریک و سلمہ

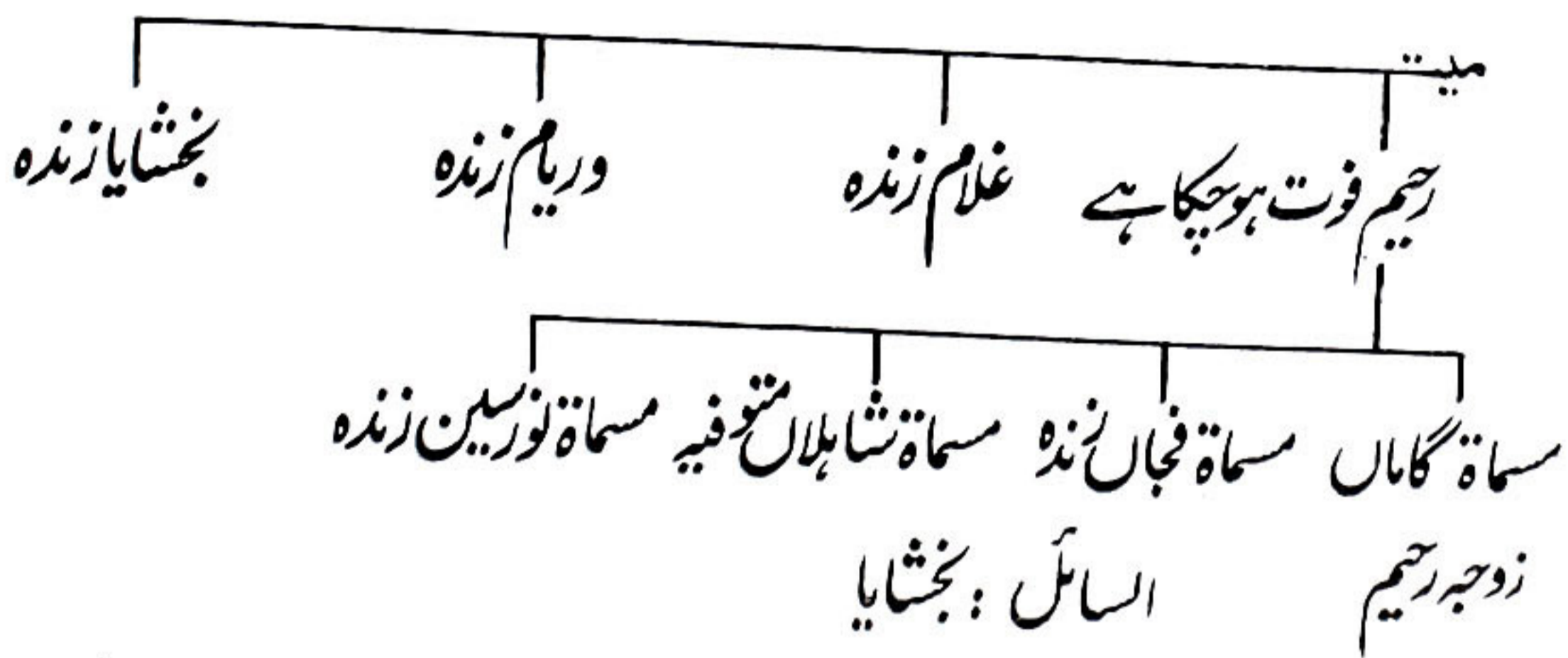
صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۲۲-۲-۸۱

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسماۃ شاہلاں فوت ہوئی اور اس کی والدہ مسماۃ گاماں اور دو حقیقی بہنیں مسماۃ فجاں و نورسین اور تین حقیقی چچے غلام، وریام، بخشایا زندہ ہیں تو اس کی وراثت کا کون مستحق ہے اور کس طرح حصص ہیں بیسوا توجروا۔

شجرہ نسب  
الہی بخش



چک ۳۹ تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری

بخشایا بقلم خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوَابَ

مسماة شاہلاں کی مملوکہ متروکہ جائیداد کا چھٹا حصہ مسماة گاماں والدہ کا اور دو تہائی  
 دونوں بہنوں کو باقی چھپوں کا ہے اور یہ سہ حصہ چھپے سے آئے گا اور اٹھارہ سے تصحیح ہے، حسب ذیل :  
 شاہلاں سہ از ۶ تصحیح از ۱۸

گاماں والدہ	فجاں بہن	نورسین بہن	غلام چچا	وریام چچا	بختایا چچا
$\frac{3}{18}$	$\frac{6}{18}$	$\frac{6}{18}$	$\frac{1}{18}$	$\frac{1}{18}$	$\frac{1}{18}$

سراجیص ۱۲ میں ہے او مع الاثنین من الاخوة و الاخوات، نیز ص ۱۰ میں ہے  
 والثلاثان للثنتین اور ص ۲۲ میں ہے ثم بالعصبات نیز ص ۱۸ میں ہے كالستة  
 ہی مخرج للسدس و لضعف و لضعف ضعف اور ص ۲۲ میں ہے فیضرب  
 كل عدد رءوس من انكسرت عليهم السهام فی اصل المسئلة۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و

آله و صحبه و سلم۔

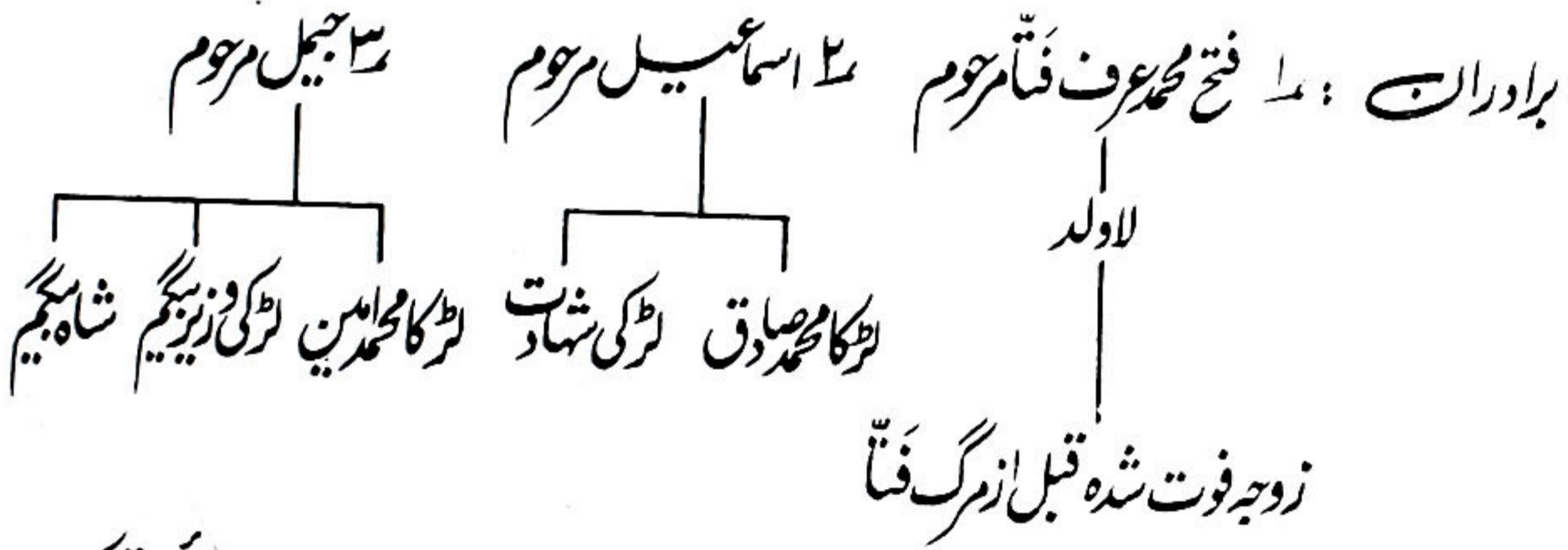
عززه الفقير البواكير محمد نور الشدائمي غفرله

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میرے والد صاحب

تین بھائی تھے اور ان کی ایک بہن ہے، دو بھائیوں کی اولاد موجود ہے اور تیسرا بھائی لا اولاد فوت ہو چکا ہے، اس کی وراثت کے حقدار مندرجہ ذیل افراد ہیں، از روئے شریعت انہیں کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ یہ سب بہن بھائی ایک والد اور ایک ہی والدہ سے ہیں اور ان کے والدین پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

نقشہ فرمایا



نوٹ : اسماعیل اپنے لا اولاد بھائی فتامرحوم سے پہلے فوت ہوا تھا اور جمیل اپنے بھائی فتامرحوم کے بعد فوت ہوا ہے۔

سائل : محمد امین بھتیجا فتح محمد عرف فتامرحوم لا اولاد



نور بیگم ہمیشہ کا حصہ ایک تہائی اور محمد امین برادر زادہ کا بھی ایک تہائی ہے اور وزیر بیگم شاہ بیگم برادر زادوں کا حصہ مشترکہ باقی ایک تہائی ہے یعنی چھٹا چھٹا حصہ ہے اور محمد صادق



وغیرہ محروم ہیں۔

یہ مسئلہ تین سے ہے اور صحیح چھ سے ہے، حسب ذیل :

فتا، مسئلہ از ۳ تصحیح از ۶

سیت  
نور بیگم حقیقی بہن محمد امین برادرزادہ وزیر بیگم، شاہ بیگم دختران برادر جمیل محمد صادق شہاد اولاد اسماعیل  
۲/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۲/۶ ۲/۶  
x x

اسماعیل چونکہ فتا سے قبل فوت ہوا ہے لہذا اس کی اولاد فتا کی وراثت سے

محروم ہے بحکم کتاب والسنت والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۲۰ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ ۲۷/۲

## الاستفتاء

سوال ۱

سیت  
زوجہ ۱  
بنات ۲  
اخوان لاک ام ۲

سوال ۲ طوطا حلال ہے یا عرام باحوالہ۔

حضرت ذی المراتب الجاہ مولانا حافظ سید مرتب علی شاہ صاحب

مہتمم مدرسہ رضویہ عارفوالہ

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الثُّبُوتَ وَالصَّوَابَ

① تجزیہ تکفین وغیرہ سے باقی ماندہ ترکہ کا اٹھواں حصہ زوجہ اور دو تہائی لڑکیوں کا اور باقی کل بہنوں کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلمن الثمن نیز فرمایا للذکر مثل حظ الانثیین شریفی ص ۲۱ میں ہے وادنی مراتب الاختلاط ابن و بنت فللابن حینئذ الثلثان بالاتفاق فعرف بهذه الاشارة ان البناتین لهما الثلثان فی الجملة الخ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲، ترمذی ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۰۰، مستدرک ج ۲ ص ۳۳۲، دارقطنی ص ۲۵۸ وغیرہا میں بکلمات متقاربہ مرفوعاً ہے اعط ابنتی سعد الثلثین وامہما الثمن نیز صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸، ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲، ترمذی ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۰۰، مستدرک ج ۲ ص ۳۳۵ وغیرہا میں مرفوعاً ہے وما بقی فللاخت سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے والثمن مع الولد نیز سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۳ میں ہے وللبناتین فصاعد الثلثان تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۳ میں ہے وعلیہ انعقد الاجماع نیز سراجیہ ص ۱۰، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ولهن الباقي مع البنات تویہ مسئلہ حسب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہکذا :

مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶

زوجہ	بنت	بنت	اخت	اخت	اخت	اخت
۱۲	۳۲	۳۲	۵	۵	۵	۵
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶

② طوطا حلال ہے، قرآن کریم میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً نیز فرمایا  
 عفی اللہ عنہا اور احادیث الہود اؤد، ابن ماجہ، ترمذی، حاکم، بیہقی وغیرہا سے صراحتاً یہ معفو و اباحت  
 اصلتاً آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور تصریحات قواعد و ضوابط فقہیہ متعلقہ صل و حرمت حیوانات  
 سے بھی اس کا حلال ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ میزان شرعی  
 ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامم ج ۱ ص ۱۷۱ والنظم من السیمان قول الائمة الثلث

الامام الاعظم والامام مالک والامام احمد فی المشہور عنہم انہ لا کرہت  
 الی ان قال، والبیغاء والطاوس۔ فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے و بچیں طوطی  
 و علیہ الفتویٰ تو اس شمس کی طرح ثابت ہوا کہ طوطا حلال ہے و التفصیل فی الفتاویٰ النوریۃ  
 ج ۱ ص ۱۶۱ (وفی المطبوعۃ ج ۳ ص ۳۳۵ مرتب)

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم وال  
 واصحاب ذوی الکریم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ



مناجی

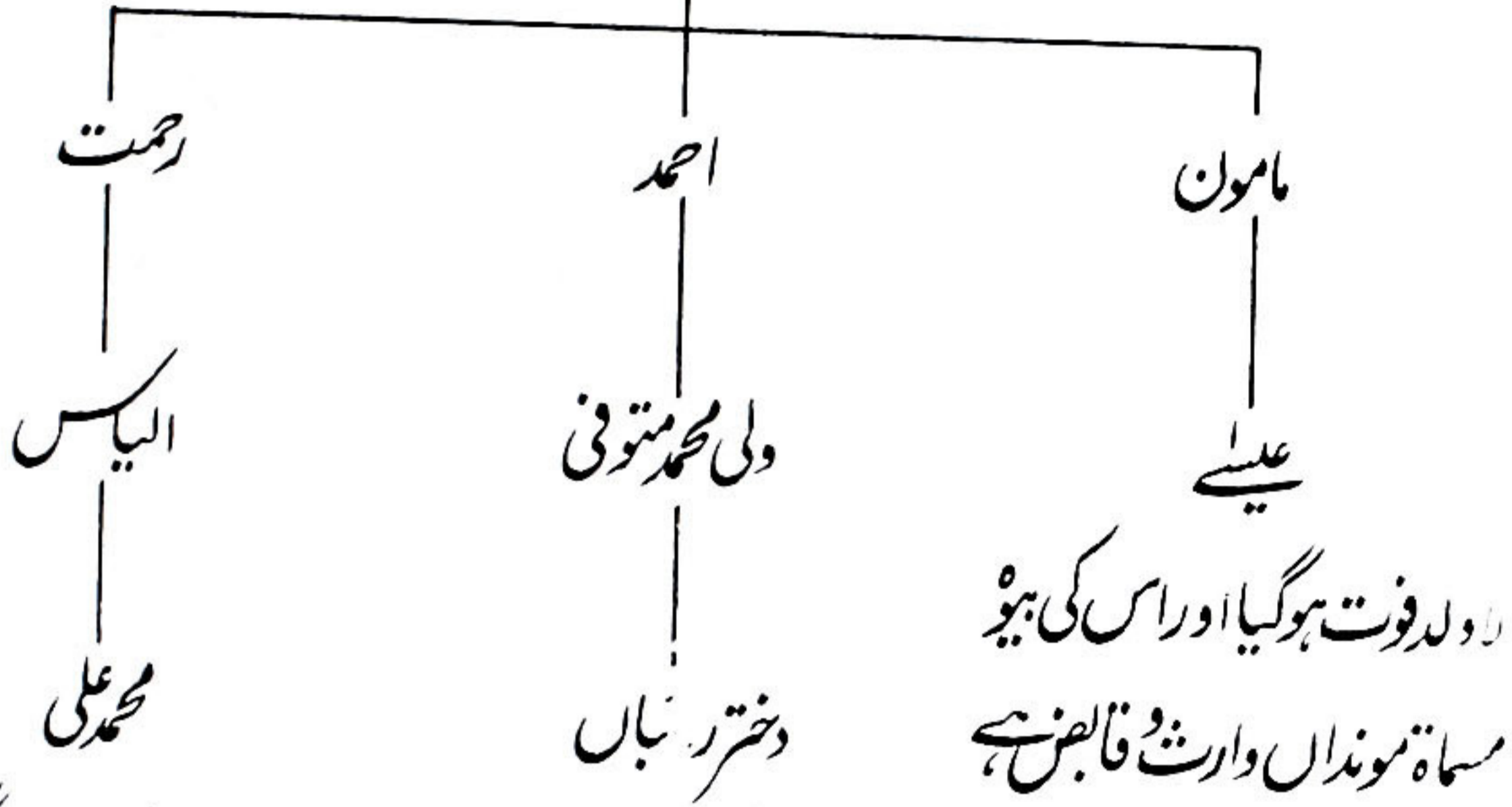
# باب اٹھاسکت



## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ولی محمد انگریزی دور میں فوت ہو گیا اور اس وقت وارث موجود اس کی والدہ مسماۃ تاجاں، بیوی مسماۃ فاطمہ، لڑکی مسماۃ راباں اور اس کے چچے کا بیٹا مسٹر محمد علی ہے، شجرہ حسب نسب ذیل ہے :

برہان



تو حسب دستور انگریزی ولی محمد کی کل جائیداد کا انتقال تاجاں والدہ کے نام ہو گیا، بعد ازاں مسماة تاجاں بھی فوت ہو گئی اور اس کے صرف دو بھائی محمد عبداللہ و محمد خلیل زندہ ہیں اور ولی محمد متوفی کی لڑکی اور بیوہ اور بھتیجا محمد علی زندہ ہیں تو اب از روئے قانون وراثت شرعیہ تقسیم جائیداد کس طور پر ہوگی۔ آیا اب صرف تاجاں کو مورث قرار دیا جائے گا یا ولی محمد بھی مورث مانا جائے گا۔ بینوا توجروا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## الْجَوَابُ

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسماة تاجاں کے نام انتقال انگریزی دور میں برائے گزر اوقات بصورت امانت تھا کہ انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے حقوق مالکانہ نہیں تھے اور بعد از وفات باز ہی مالک مقصود ہوتے تھے اور ان کے نام انتقال مستقل ہو جایا کرتا تھا تو اصل مورث ولی محمد ہے اس کی جائیداد اولاً مذکورہ بالا چار وارثوں پر تقسیم کی جاوے گی۔ والدہ کا چھٹا حصہ، بیوی کا اٹھوا

لڑکی کا نصف حصہ باقی کل بھتیجے کا ہے ہذا۔

ولی محمد مسئلہ از ۲۲

میت  
تاجاں والدہ فاطمہ بیوی راسباں دختر محمد علی بھتیجا

۴ ۳ ۱۲ ۵

قرآن کریم میں ہے ۱۔ ولا بویہ لکل واحد منهما السدس

۲۔ فلہن الثمن ۳۔ فلہا النصف ۴۔ للرجال نصیب الایۃ (سورۃ النساء)  
اور تاجاں کے وارث دو بھائی اور پوتی مذکور ہیں، پوتی کا نصف اور باقی دو بھائیوں میں مساوی  
طور پر تقسیم ہوگا ہذا۔

تاجاں مسئلہ از ۲ تصحیح ۲

پوتی راسباں محمد عبداللہ برادر محمد خلیل برادر

۲ ۱ ۱

للایات المذكورة والاحادیث۔ یہ صورت مناسخہ ہے۔

الحاصل محمد علی بھتیجا کے لئے ولی محمد متوفی کی کل جائیداد کے چوبیس حصوں میں سے  
صرف پانچ حصے ہیں اور بیوی فاطمہ کے لئے تین حصے ہیں اور ماں کے لئے چار حصے تھے جن سے  
دو حصے راسباں کو ملے اور ولی محمد کی طرف سے راسباں کو ۱۲ حصے ملے تو راسباں کے پاس  
کل چودہ حصے ہوئے، باقی ماں کے دو حصے اس کے بھائیوں کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا

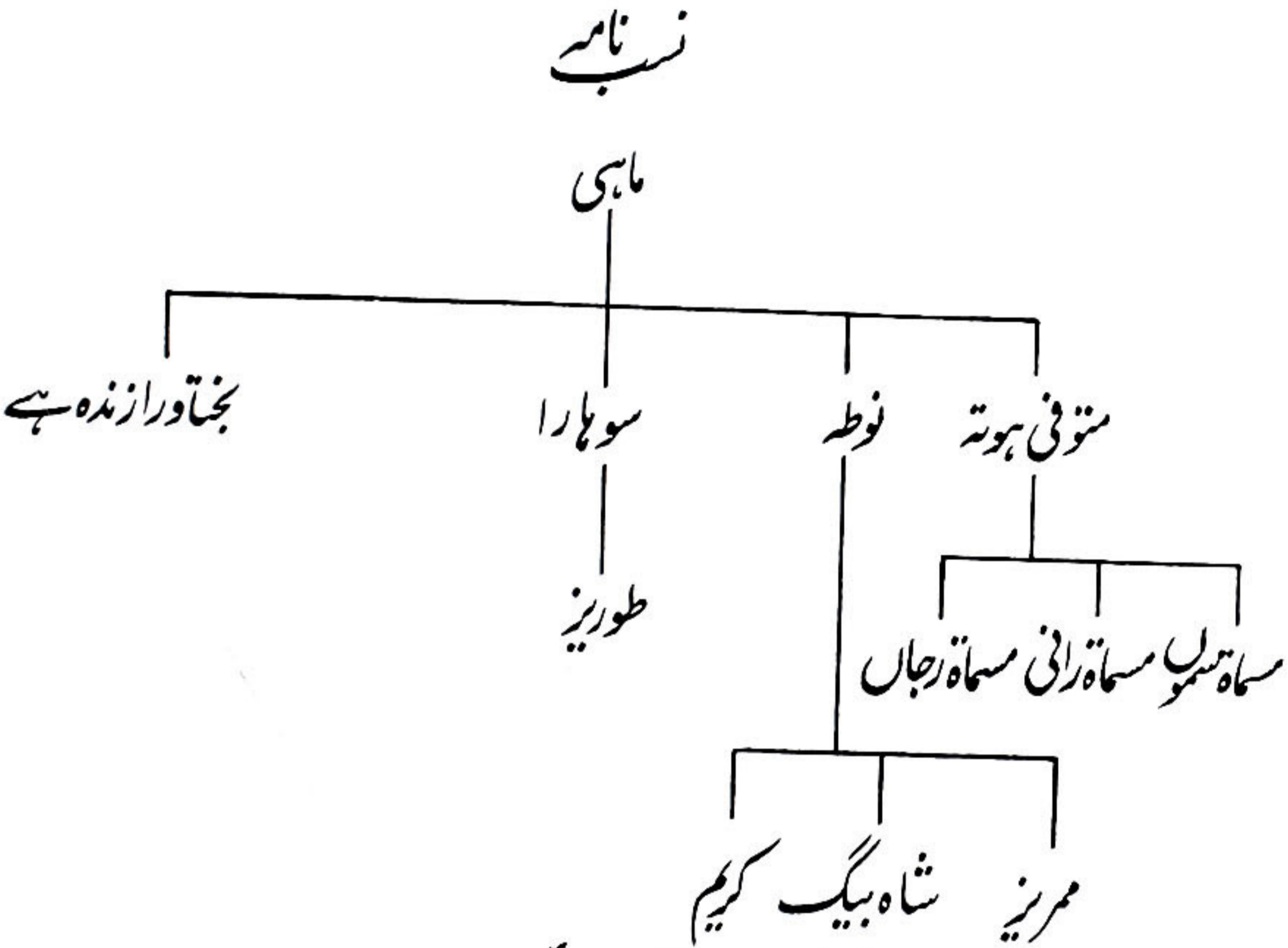
وصحابہ وبارک وسلم۔

صدرہ الغفران ابو الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۱۹ سوال مکرم سنہ ۳۵۱



# الاستفتاء



نوٹ : سائل نے بیان کیا کہ تینوں حقیقی بھائی ہیں۔

نوٹ : ہوتہ کی ایک اور لڑکی رحمانی شادی شدہ تھی جو ہوتہ کے بعد چند ایام فوت ہو گئی اسکا

خاوند اور صرف ایک لڑکا موجود ہے۔

ماہی عطیہ دار پہلے فوت ہو چکا ہے جس کے چار وارث ہوتہ، نوطہ، سویہارا، بختاورا جن کے نام انتقال ہو چکا ہے، نوطہ بھی فوت ہو چکا ہے جس کے حصہ کے مالک ممریز بیگ کریم ہے اور سویہارا بھی فوت ہو گیا جس کے حصے کا مالک طوریز ہے، بختاورا حصہ دار خود زندہ ہے اب ہوتہ حصہ دار فوت ہو گیا ہے جس کا فیصلہ مطلوب ہے۔ ہوتہ حصہ دار کی تین لڑکیاں سماہ سمول رانی رجاں ہیں۔ سمول، رانی شادی شدہ ہیں اور سماہ رجاں کنواری ہے

مسماة سموں، رانی بیان کرتی ہیں کہ ہمارا حصہ بھی مسماة رجاں جو کہ کنواری ہے، ہماری ہمشیرہ ہے اس کو دیا جاوے۔ آپ اس کے متعلق فتویٰ شریعت تحریر کریں، ہوتے متوفی کا حصہ کس کس کو اور کتنا کتنا ہر ایک کو ملنا چاہتے، مگر طوریز ولد سوہاوا کا کھاتا الگ ہے، باقی مشترک ہے۔

السائل: بختاور اولد ماہی، سکنہ چک ۱۲



ہوتے متوفی کی چاروں لڑکیاں رحمانی، سموں، رانی، رجاں دوہتائی کی وارث ہیں اور مسے بختاورا کا باقی ایک ۱/۲ ہے، سراجیس ۸ میں ہے و الثلثان للانشتان فصاعداً نیز ص ۱۲ میں ہے جزء ابی ای الاخوة مسئلہ تین سے آتے گا اور چھ سے تصحیح ہوگی، حسب ذیل :

ہوتے متوفی مسئلہ از تین سے تصحیح از چھ

رحمانی رانی سموں رجاں بختاورا برادر حقیقی

۱/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۲/۶

مسیان مرزیشاہ بیگ کریم طوریز محروم ہیں اور مسماة رحمانی لڑکی جو فوت ہو چکی ہے

اس کے وارث اس کا خاوند اور لڑکا ہیں، خاوند کا اپنی بیوی مسماة رحمانی کے ترکہ سے ۱/۴ اور لڑکے کے ۳/۴ حصے ہیں اور جو لڑکیاں عاقلہ بالغہ اپنا حصہ بطور رضا و رغبت ہبہ کریں تو کر سکتی ہیں

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب

واله وصحبه وسلم

عززه الفقير البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرله

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سہمی عبدالحق شاہ

فوت ہوا، وراثت حسب ذیل ہیں :

متوفی عبدالحق شاہ

زینب ہمشیرہ حقیقیہ بعد میں فوت ہوئی

جنت ہمشیرہ حقیقیہ زندہ

محسن شاہ برادر حقیقی زندہ

مسما نور جاں بیوی متوفی

مسما بیگم والدہ حقیقی متوفی

زندہ

زندہ

منظہ علی لڑکا انور بی بی حسنہ بی بی لڑکی

السائل : محسن شاہ موضع ڈولووال ضلع منٹگری

نوٹ : سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ مسما زینب کا خاوند مسما محمد نواز بھی

موجود ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

والدہ کا  $\frac{1}{4}$  بیوی کا  $\frac{1}{4}$  باقی بھائی اور بہنوں کا، دو حصے بھائی کے اور ایک ایک بہنوں کا، مسئلہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی، حسب ذیل :

عبدالحق مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۸

بیگم والدہ نورجاں بیوی محسن شاہ برادر جنت ہمیشہ زینب ہمیشہ

$\frac{8}{28}$	$\frac{12}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{8}{28}$
----------------	-----------------	----------------	----------------	----------------

بعد ازاں مسماۃ زینب ہمیشہ کا حصہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، والدہ کا  $\frac{1}{4}$  خاوند کا  $\frac{1}{4}$  باقی کا نصف لڑکے کا اور چوتھائی چوتھائی لڑکیوں کی، حسب ذیل ہے :

زینب مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۸

بیگم مسماۃ بیگم والدہ محمد نواز خاوند مظہر علی لڑکا انور بی بی لڑکی حسنہ بی بی لڑکی

$\frac{8}{28}$	$\frac{12}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{8}{28}$
----------------	-----------------	----------------	----------------	----------------

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

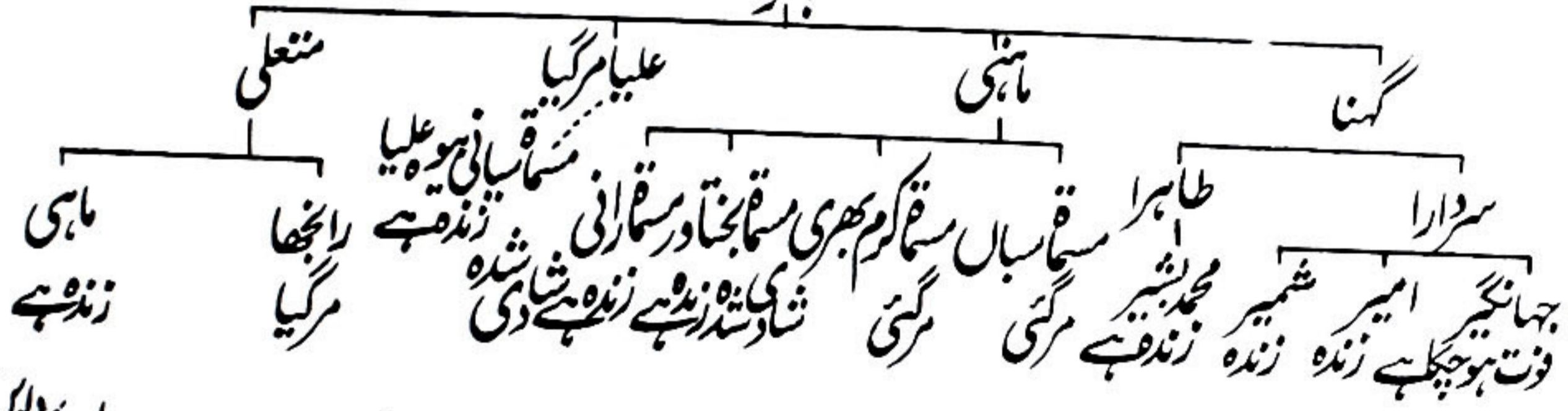
صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ سوال المکرم ۱۱۵



# الاستفاء

باکڑ



نوٹ : مسماة سباں مسماة کرم بھری دختران ماہنی فوت ہو چکی ہیں، ان کی وراثت کا فتویٰ بنا کر ماہنی کی وراثت پہلے انکی دوسری لڑکیوں کے نام نہیں ہے کیونکہ شادی شدہ تھیں۔ آپ پوری وضاحت کر دیوں کہ مسماة سباں، مسماة کرم بھری کی وراثت کس کو ملے گی؟

نوٹ : سائل زبانی منظر کشی ماہنی کی وفات پہلے ہی گنا فوت ہو گیا تھا اور مسماة علیا بعد میں فوت ہوا اور ایسے ہی مسماة متعلی بھی بعد میں فوت ہوا، نیز بوقت وفات ماہنی اس کی بیوی مسماة جنڈاں

زندہ تھی اور کل جائیداد حسب قانون انگریزی عارضی طور پر اس کے نام انتقال کی گئی اور جب وہ فوت ہوئی تو عارضی طور مسماة سباں اور مسماة کرم بھری کے نام انتقال ہوا نیز مسماة جنڈاں کی چار لڑکیاں زندہ ہیں جو کہ ماہنی کی لڑکیاں مندرجہ بالا ہیں اور کچھ مسماہ جنڈاں کے دور کے عصبیات ہیں اور مسماة سباں اور کرم بھری شادی سے پہلے ہی فوت ہو گئیں اور اس وقت ان کے چچا زاد بھائیوں سے رانجھا اور ماہی ہی زندہ تھے، سردار اور طاہرا پہلے فوت ہو چکے تھے اور ایسے ہی علیا اور متعلی چچے بھی۔

السائل : امیر ولد سردار اچک ۳۵ تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

انگریزی دور میں مستورات کے نام انتقالات عموماً محض عارضی نکاح و وفات تک ہوا کرتے تھے اور اصل مستحق و بازگشت عصبات ہی ہوا کرتے تھے لہذا ایسے مسائل میں یہ ضروری ہے کہ مورث کی وفات کے وقت جو لوگ شرعاً مستحق وراثت تھے ان پر تقسیم کر دی جائے اور جو ان میں سے فوت ہو گئے ان کے حصے ان کے وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم کر دئے جائیں تو مسئلہ ماہنی کے وفات کے وقت اس کے وارث حسب ذیل ہیں: بیابا، سائل کے لحاظ سے ہسمیان علیا، متعلی برادران مسماۃ جنڈاں، ہسمیات سباں، کرم بھری، بختاور، رانی، دختران، شہر عا جنڈاں کا  $\frac{1}{8}$  حصہ اور لڑکیوں کا  $\frac{2}{8}$ ، باقی کل ہسمیان علیا، متعلی برادران، یہ مسئلہ جو بیس سے آئیگا اور بیس اڑتالیس سے ہوگی، حسب ذیل:

ماہی مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

جنڈاں بیوی	سباں	دختر کرم بھری	دختر بختاور	دختر رانی	دختر علیا برادر	متعلی برادر
$\frac{6}{28}$	$\frac{8}{28}$	$\frac{8}{28}$	$\frac{8}{28}$	$\frac{8}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$

اب جبکہ مسماۃ سباں اور کرم بھری فوت ہو چکی ہیں تو ان کے خالص اپنے حصے حسب تقسیم مندرجہ بالا اور جو کچھ انہیں شرعاً اپنی والدہ جنڈاں کی جائیداد سے ملے، اس مجموعے کے وارث ان کی دو بہنیں بختاور، رانی اور دو چچا زاد بھائی رانجھا اور ماہی ہیں۔ بہنوں کا حصہ

۲ اور بھائیوں کا ۱/۳ حصہ چھ سے آئے گا تو ۲/۳ بخت اور بہن کے اور ۲/۳ رانی بہن کے اور

۱/۳ رانجا چچا زاد کا اور ۱/۳ ماہی چچا زاد کا کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

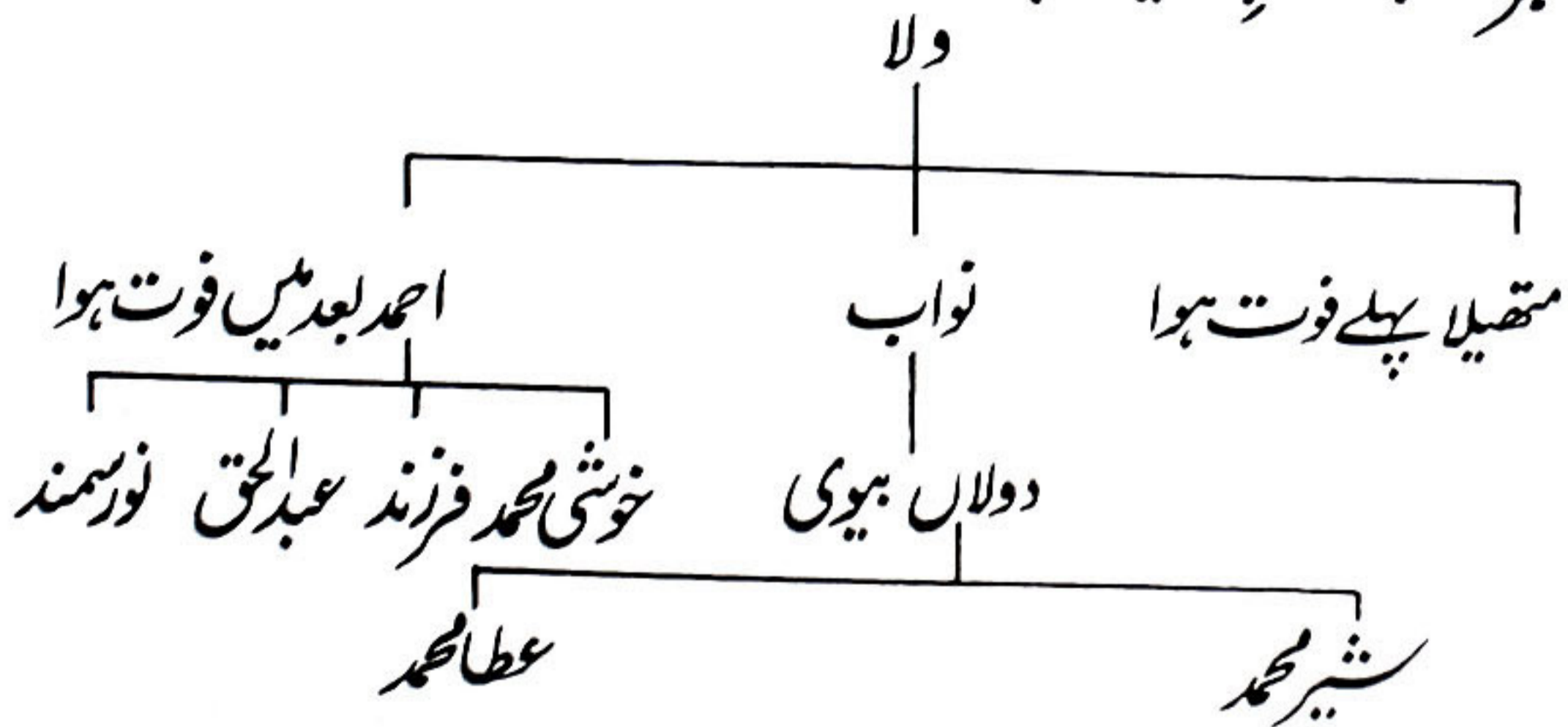
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و صحبہ

والہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسئلے نواب فوت ہوا ایک بھائی مسئلے احمد اور بیوی مسماۃ دولان چھوڑ گیا۔ انگریزی قانون کے مطابق کل جائیداد مسماۃ دولان کے نام عارضی طور پر انتقال کی گئی۔ بعد ازاں دولان فوت ہو گئی اور دولٹر کے شیر محمد و عطا محمد چھوڑ گئی تو کیا احمد مذکور کو اس جائیداد سے جو عارضی طور پر دولان کے نام تھی، کچھ ملے گا یا نہیں؟ شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



یہ دولٹر کے مسماۃ دولان کے ہیں جبکہ نواب لا ولد فوت ہوا ۱۲۱ من المعج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْجَوَابُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّوَابَ

شرعاً دولاب بیوی کا صرف  $\frac{1}{4}$  حصہ تھا باقی  $\frac{3}{4}$  احمد کا ہے تو وفاتِ دولال کے بعد اس کے وارث دونوں لڑکے صرف ماں کا وہی  $\frac{1}{4}$  حصہ لے سکتے ہیں باقی احمد کا حق ہے اس کو ملے گا یہ مسئلہ چار سے آئے گا، حسبِ ذیل کما فی السراجیۃ :

نواب مسئلہ از ۴

میت	تسماتہ دولال بیوی	مسمے احمد برادر
	$\frac{1}{4}$	$\frac{3}{4}$

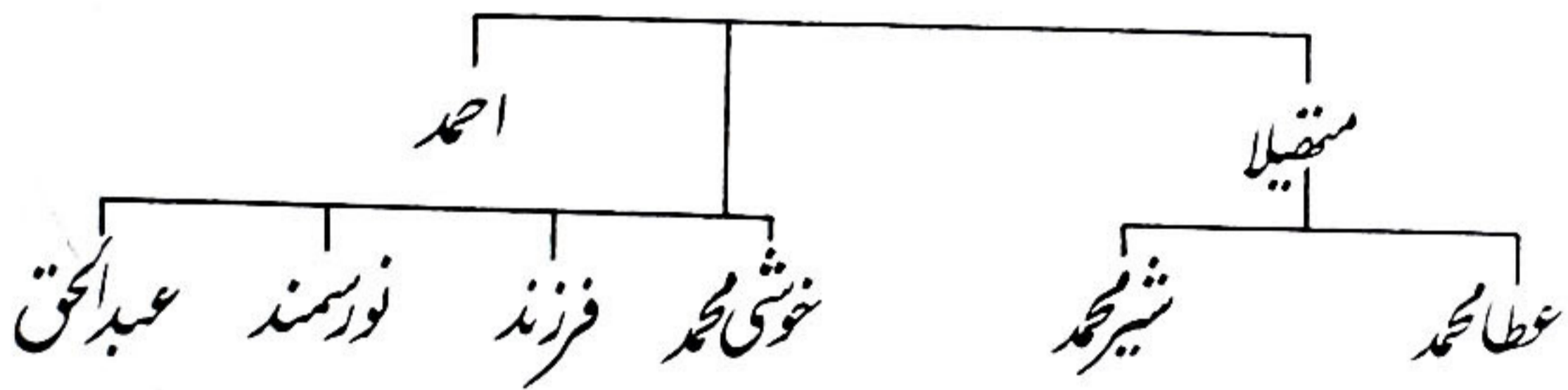
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ  
وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ و لا

کے مین لڑکے تھے، مسیمان مستحیلا، نواب، احمد مسماة دولان مستحیلا کے گھر آباد تھی جن کے لطن سے دولڑکے مسیمان شیر محمد، عطا محمد تھے بعد میں مستحیلا فوت ہو گیا اور مسماة دولان نے نواب کے ساتھ نکاح ثانی کر لیا مگر نواب لا ولد فوت ہو گیا۔ نواب کی زمین مسماة دولان کے نام انتقال ہو گئی اب مسماة دولان بھی فوت ہو گئی، اس کے فوت ہونے کے وقت احمد زندہ تھا۔ تین ماہ بعد احمد بھی فوت ہو گیا جس کے چار لڑکے مسیمان خوشی محمد، فرزند، عبدالحق، نور سمند ہیں۔ زمین جو نواب کے حصہ کی مسماة دولان کے نام تھی اب کس کس کو ملے گی۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



یہ خیال رہے کہ مسماة دولان پہلے مستحیلا کی بیوی تھی جس کے لطن سے شیر محمد، عطا محمد ہیں۔ ان کی پیدائش کے بعد مستحیلا فوت ہو گیا اور مسماة دولان نے نکاح ثانی نواب کے ساتھ کر لیا۔ نواب کے فوت ہونے پر نواب کی ملکیت مسماة دولان کے نام منتقل ہو گئی۔ اب مسماة دولان بھی فوت ہو گئی ہے۔ اس کی فوتیگی کے وقت احمد زندہ تھا اور مستحیلا کے شیر محمد، عطا محمد بھی زندہ ہیں مگر انتقال ابھی درج نہ ہوا تھا کہ احمد بھی فوت ہو گیا مگر یہ فتویٰ اب احمد کو زندہ تصور کر کے لکھا جائے گا کیونکہ وہ بعد فوت ہوا مگر عرض آنکہ مسیمان مستحیلا اور نواب ہندوستان میں انقلاب سے پہلے فوت ہو گئے جسکی وجہ سے مسی نواب کا حصہ اس کے منتقل ہو گیا مسماة دولان اور احمد پاکستان میں فوت ہوتے ہیں۔ دولان کو چھ ماہ اور احمد کو فوت ہوتے



تین ماہ گزر چکے ہیں۔ فقط

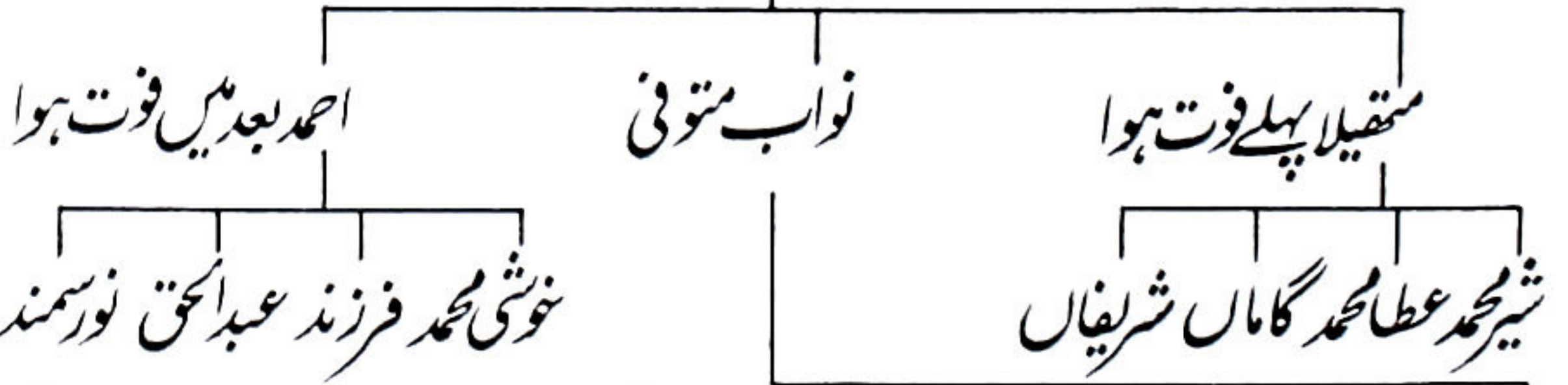
سائلہ : راراں موضع ڈولووال

۲۰-۹-۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

انگریزی دور کے منتقلات بیوگان کے نام محض عارضی تھے، ان کے نکاح یا وفات کے بعد عصبات بازگشت ہی مالک قابض قرار پاتے تھے بنا علیہ دولوں کے نام بھی انتقال محض عارضی تھا تو اب وفات دولوں سے انتقال ٹوٹ گیا اور شرعاً اس کا جو حصہ اور حق تھا وہ اس کے دونوں لڑکوں مسمیان شیر محمد، عطا محمد سپران مٹھیلا کو ملے گا مگر اس حیثیت سے نہیں کہ مٹھیلا کے لڑکے ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ دولوں کے لڑکے اور وارث ہیں کہ مٹھیلا کا نواب کی وراثت میں قطعاً کوئی حق نہیں جو اس کے لڑکے اس کے وارث بن کر لیں وہ تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، قبر میں پڑا ہوا وارث بن گیا؟ اور دولوں کا شرعی حصہ فریضہ تھا ہی حصہ ہے، باقی سب احمد کا ہے جو اس کے وارث لیں گے، شجرہ حسب ذیل ہے :

وَلَدٌ



لا وارث فوت ہوا، مسماة دولوں بیوی جس کے نام انتقال ہوا اور اب دو لڑکے



چھوڑ کر فوت ہوئی جو متھیلا سے ہیں شیر محمد، عطا محمد اور ہر دو لڑکیاں گاماں شریفیاں  
مسئلہ چار سے آئے گا :

نواب مسئلہ از ۴

مسئلہ احمد برادر	مسماة دوللاں بیوی
$\frac{3}{4}$	$\frac{1}{4}$

اور جب دوللاں فوت ہوئی تو دوللاں کا اصلی حق  $\frac{1}{4}$  اس کے دونوں لڑکے شیر محمد، عطا محمد لیں گے  
اب جب احمد بھی فوت ہو چکا تو اس کے  $\frac{3}{4}$  اس کے وارث چاروں لڑکے اور دوسرے  
حق دار بیوی اور لڑکیاں حسب دستور شرع لیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔  
نوٹ : اس جواب کی تحریر کے بعد سائل نے زبانی بتایا کہ مسماة دوللاں کی دو لڑکیاں  
گاماں، شریفیاں متھیلا کی پشت سے ہیں، تو مسماة دوللاں کے وارث اس کے دو لڑکے  
شیر محمد، عطا محمد اور دو لڑکیاں گاماں، شریفیاں ہیں۔

یہ مسئلہ چھ سے آئے گا، حسب ذیل :

دوللاں مسئلہ از ۶

شیر محمد	عطا محمد لڑکے	گاماں	شریفیاں لڑکیاں
$\frac{2}{4}$	$\frac{2}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$

دوللاں کے اصلی حق  $\frac{1}{4}$  کے چھ حصے بنا کر تقسیم کی جاتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ

والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر ابو الجیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسیٰ جہیل خاں عرصہ تقریباً ۳۵ سال ہوئے فوت ہو گیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں، اس کی ایک بیوی مسماہ جوانی جس سے دو لڑکے مسیٰ محمد علی و اکبر خاں پیدا ہوئے مسیٰ جہیل خاں کی حین حیات میں ہی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماہ حیات بانو سے تین لڑکیاں مسماہ سرداراں و فتح بی بی و بخشائی تھیں مسیٰ جہیل خاں کے ہر دو لڑکوں سے مسیٰ جہیل خاں کے فوت ہو جانے کے بعد بی سوتلی والدہ مسماہ حیات بانو کو اپنے باپ کی کل جائیداد کا  $\frac{1}{8}$  حصہ بطور معاش کے دے دیا اور کل جائیداد کے  $\frac{1}{8}$  حصہ کا انتقال بھی مسماہ حیات بانو کے نام ہو گیا۔ اب حیات بانو فوت ہو گئی، اس کے ورثہ میں سے تین لڑکیاں مذکورہ الصدر اور ایک بھائی ہے۔ آیا مسماہ حیات بانو کی کل جائیداد کے  $\frac{1}{8}$  حصہ کی شرعاً جائز وارث تھی اور اس کے ورثہ کو کتنا کتنا حصہ پہنچتا ہے؟

بینوا توجروا۔

السائل: مسیٰ محمد علی و جہیل خاں ساکن ایبٹین تحصیل دیپالپور ضلع مظفر گڑھی  
۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء



مسماہ حیات بانو کا صرف  $\frac{1}{8}$  حصہ تھا، باقی لڑکوں اور لڑکیوں میں للذکر مثل



حظ الاثنینین تھا یعنی ہر لڑکے کے دو حصے اور ہر لڑکی کا ایک حصہ، اور مسئلہ آٹھ سے صحیح تھا  
یعنی کل مال کے آٹھ حصے کر کے تقسیم کیا جاتا، حسب ذیل :  
جمل خاں مسئلہ از ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
حیات بانو	محب علی	اکبر خاں	سرار خاں	فتح بی بی	بخشتانی
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

بہر حال حیات بانو کا شرعاً جائز حق صرف آٹھواں حصہ ہی تھا تو وہ آٹھواں حصہ نکال کر  
اس کا  $\frac{2}{8}$  تینوں لڑکیوں کا حق ہے اور  $\frac{1}{8}$  حیات بانو کے بھائی کا حق ہے اور صوت مذکورہ  
میں جبکہ کل جائیداد کا  $\frac{1}{8}$  حصہ حیات بانو کے نام منتقل ہو چکا ہے تو آٹھواں نکالنے کے بعد جو بچے  
وہ صرف تینوں لڑکیوں کو دے دیا جائے کہ ان بیچاروں کا حق تو زیادہ ہے مگر انگریزی دور  
میں جو مستقل انتقال لڑکوں کے نام ہو گئے وہ قانون مال کی رو سے فسخ نہیں کئے جاتے ورنہ  
حق وہی ہے جو اوپر تحریر کیا گیا کذا فی السراجیۃ وغیرہا من کتب المذہب  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
وصحبہ و بارک و سلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

سائل نے بیان کیا کہ مسئلے علو کی نرسینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک لڑکی مسما سلطان بی بی

اور ایک بیوی مسماة رانی تھی تو انگریزی قانون کے مطابق کل زمین مسماة رانی کے نام بطور گزارہ منتقل ہوگی اور بازگشت شکر سالم محرم دوسا ہنالا پسرانِ جیل ولد نہتھو چچا حقیقی متوفی علو موجود اور زندہ ہے مگر بعد ازاں لشکر، سالم، محرم ہر سہ فوت ہو گئے ہیں اور دوسا اور ہنالا زندہ ہیں اب مسماة رانی مذکورہ بالا فوت ہو گئی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماة لشکر سالم محرم علو کے بعد اور مسماة رانی سے پہلے فوت ہو گئے ہیں، کی اولاد علو کی جائیداد منتقلہ بنام رانی سے حصہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سائل : نور احمد

از عملی کے اہتر شاہ علاقہ بہیر سنگھ

۱۵ ذی القعدة المبارکہ ۱۳۷۳ھ



جب وہ جائیداد علو کی ہے اور علو کی وفات کے بعد لشکر سالم محرم زندہ ہیں تو انکا حق شرعاً ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر ان کے نام منتقل نہ ہوا تو ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد ضرور بالفرض مستحق ہے کہ یہ جائیداد رانی کی نہیں بلکہ علو کی ہے، رانی صرف اٹھویں حصہ کی مستحق تھی جو اب بھی اس کے عصبے لیں گے اور لڑکی نصف کل جائیداد کی وارث ہے اور باقی لشکر وغیرہ پسرانِ جیل کا حق ہے، مسدہ اٹھ سے آتے گا :

علم مسئلہ از ۸

پسران جمیل لشکر وغیرہ چچا زاد بھائی	لڑکی سلطانہ	رانی بیوی
$\frac{3}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$

اور جب پسران جمیل کا برابر حق ثابت ہو گیا تو ان میں سے جو بھی فوت ہوا، اس کی اولاد وارث و مستحق رہے گی ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و یاربک و سلم۔

حزب الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسمیٰ صاحب خاں کی تین بیویاں تھیں، ایک بیوی سے ایک لڑکا و احد خاں ہوا اور وہ بیوی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماۃ لال بی بی سے فلکاں بی بی لڑکی پیدا ہوئی اور تیسری بیوی مسماۃ نور سین سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب صاحب خاں فوت ہوا تو اس کی جائیداد کا  $\frac{1}{8}$  حصہ احد خاں لڑکے کے نام منتقل ہوا اور  $\frac{1}{8}$  حصہ مسماۃ نور سین کے نام اور  $\frac{1}{8}$  حصہ مسماۃ لال بی بی کے نام منتقل کیا گیا انگریزی قانون کے مطابق اور فلکاں بی بی لڑکی کو کچھ نہ ملا، بعد ازاں واحد خاں بھی فوت ہو گیا اور اس کا ایک لڑکا ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ لال بی بی اور نورسین کے فوت ہونے کے بعد ان کے نام منقل شدہ اراضی شرعاً کس کو دی جائے؟ بینوا توجروا۔  
السائل: محمد خاں ولد شکر خاں حیدرآباد لکھو ملک کانہ

۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ



چونکہ لال بی بی، نورسین بیوگان صاحب خاں کے نام  $\frac{3}{8}$  اراضی محض بطور گزارہ انگریزی دور میں منتقل کی گئی تھی اور ان کے قانون کے مطابق بیوگان کی فوتگی کے بعد بازگشتوں یعنی صاحب خاں کے ورثہ کو بھی ملنی تھی لہذا انیوں تصور کرنا چاہئے کہ صاحب خاں اب فوت ہوا ہے اور اس کے ورثہ ایک لڑکا واحد خاں، ایک لڑکی فلکاں بی بی اور دو بیویاں مسماۃ لال بی بی، نورسین ہیں تو شرعاً دونوں بیویوں کا حق  $\frac{1}{8}$  اور باقی  $\frac{5}{8}$  سے دو حصے لڑکے کے اور ایک لڑکی کا ہے تو یہ مسئلہ آٹھ سے آیا اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی کہ بلا کہ تقسیم ہو سکے ہکذا :  
صاحب خاں مسئلہ از ۸ تصحیح از ۲۸

لال بی بی بیوی نورسین بیوی واحد خاں لڑکا فلکاں بی بی لڑکی  
 $\frac{3}{28}$   $\frac{3}{28}$   $\frac{28}{28}$   $\frac{12}{28}$

۳ یعنی آٹھ کے اڑتالیس حصے بنائے جائیں۔

اور جب واحد خاں کو تہائی یعنی  $\frac{16}{38}$  پہلے مل چکے ہیں تو  $\frac{12}{38}$  اور دسے کر  $\frac{28}{38}$  پورے کرتے جائیں اور جب وہ فوت ہو چکا ہے تو اس کے لڑکے وغیرہ ورنہ کو دسے دتے جائیں اور لال بی بی کے فوت ہونے پر اس کے حصہ  $\frac{3}{38}$  کا نصف اس کی لڑکی فلکاں بی بی کو اور باقی دوسرے ورنہ ذوی الفروض اور عصباء کو حسب دستور شرع دیا جائے اور اگر نہ ہوں تو باقی بھی لڑکی ہی کو دیا جائے اور نورسین کے  $\frac{3}{38}$  اس کے ورنہ کو موافق محکم شرع دتے جائیں۔ سراجیہ ص ۸ میں ہے

والثمن مع الولد نیز اسی میں ہے ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین

ص ۱۸ میں ہے والثمن من ثمانیۃ ص ۲۳ میں ہے فالحکم فیہا ان یضرب احد الاعداد فی جمیع الثانی الخ ص ۱ میں ہے النصف للواحدة ص ۲ میں ہے

ثم الرد علی ذوی الفروض النسبۃ بقدر حقو قرہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ارذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۵ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ہم تین حقیقی بھائی تھے رنگا، نور محمد، علی محمد پسران کالے خاں، رنگا فوت ہو گیا اور اس کی جائیداد اُسکے لڑکے خوشی محمد کے نام منتقل ہو گئی، بعد ازاں علی محمد لا ولد فوت ہوا اور اس کی کل جائیداد حسب

دستورِ برطانیہ عارضی طور اس کی بیوی مسماۃ نوراں کے نام انتقال کی گئی اور ۱۹۴۷ء میں ہم لوگ پاکستان میں آگئے اور موضع و نجل تحصیل دیپال پور میں رقبہ ملا۔ مسماۃ نوراں کے نام بھی حسب دستور موضع مذکور میں اراضی الاٹ ہو گئی، بعد ازاں وہ بھی لا ولد فوت ہو گئی اور اس کی حقیقی دو بہنیں مسماۃ سلطان اور راج بی بی اور ایک حقیقی تایا زاد بھائی نور محمد جو علی محمد متوفی کا حقیقی بھائی بھی ہے اور حقیقی تایا زاد رنگا کا لڑکا خوشی محمد موجود ہیں۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً اس اراضی کا وارث کون کون ہے؟ یہ کل اراضی خوشی محمد نے اپنے نام کسی حال سے منتقل کرا لی ہے۔ آیا یہ درست ہے؟

عرضہ

فدوی نور محمد ولد کالے خاں قوم وٹو

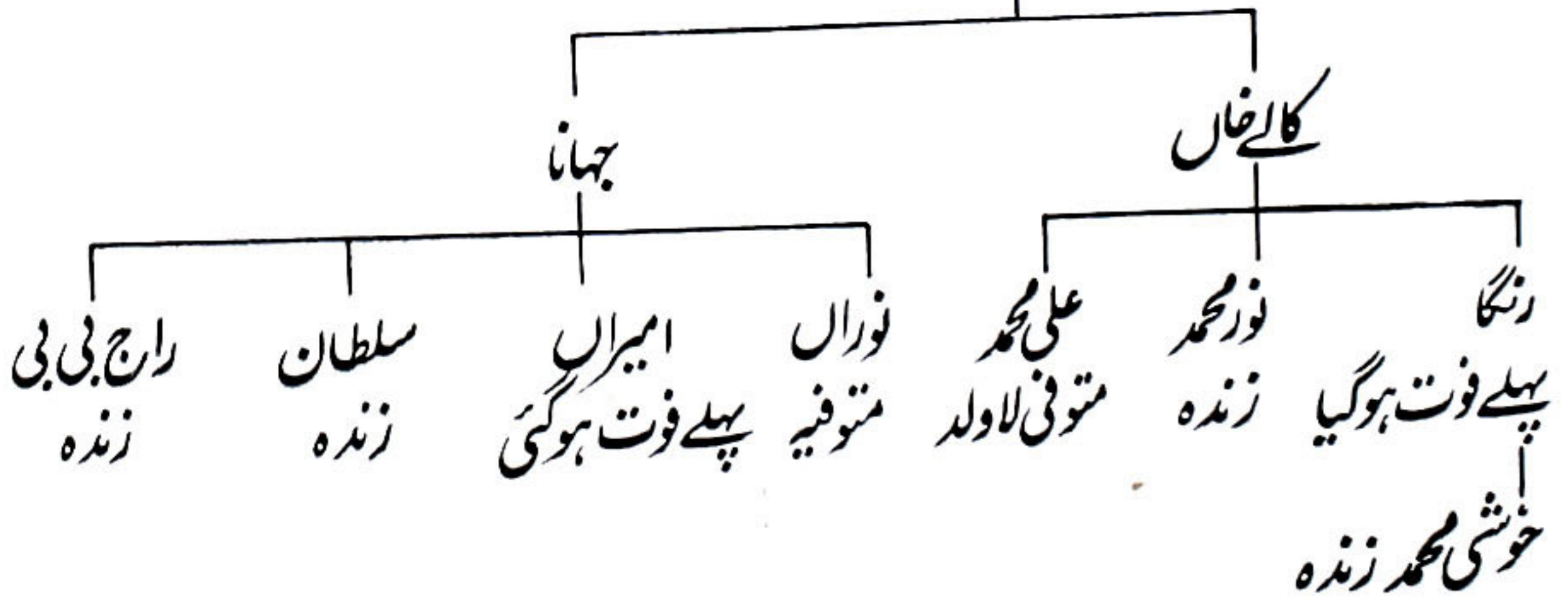
سکنہ و نجل تحصیل دیپال پور

ضلع مظفرگڑھی

۵۲ - ۸ - ۳

شجرہ نسب حسب ذیل ہے :-

جلا — گولے خاں — دُلا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصُّوْبَ

مسماة نوراں کے نام کل اراضی کا انتقال محض عارضی بطور گزارہ تھا، وہ مستقل مالک نہیں ہوئی تھی، دراصل اس کا شرعی حق صرف ۱/۴ تھا باقی ۳/۴ صرف نور محمد برادر حقیقی کا حق ہے جو اب اس کے سپرد کرنا ضروری ہے البتہ نوراں کے اصل حق ۱/۴ کے وارث اسکی دو حقیقی بہنیں مسماة سلطان اور راج بی بی اور نور محمد تایا زاد ہیں، ۲/۴ بہنوں کے اور ۱/۴ تایا زاد کا اصل سہ چار سے آئے گا اور نوراں کے ورثہ میں تقسیم کرنے کے لئے بارہ سے آئے گا یعنی علی محمد کی جائداد کے بارہ حصے مساوی بنائے جائیں جن سے ۹/۱۴ نور محمد کو علی محمد متوفی کے بھائی ہونے کے لحاظ سے دئے جائیں اور ۱/۴ نوراں متوفیہ کے حق سے تایا زاد بھائی کی حیثیت سے تو اس کے کل حصے ۱۱/۱۴ ہو گئے اور سلطان کا ۱/۴ نوراں کے حق سے ہے اور ایسے ہی راج بی بی کا ۱/۴ ہے لہذا :



میت علی محمد مسہ از ۴ پھر میت نوراں مسہ از ۳ کل کی تصحیح ۱۲ سے ہے

نور محمد حقیقی بھائی علی محمد کا اور تایا زاد نوراں کا سلطان راج بی بی ہر شیرگان حقیقی نوراں

۱۰/۱۴      ۱/۴      ۱/۴

سراجیہ میں ۷ ہے الربع للواحدة، ص ۴ میں ہے ثمر بالعصبات

ص ۱۰ میں ہے و الثلثان للثنتين ص ۱۸ میں ہے فمن خرج کل فرض سمیت

ص ۳۳۳ میں ہے وان کان بینہما مباينة فاضرب كل التصحيح الثاني  
في كل التصحيح الاول فالسبلغم مخرج المسئلتين۔

رہا خوشی محمد تو وہ نور محمد کی موجودگی کے سبب بالکل محروم و مجرب ہے کہ نور محمد  
علی محمد ستونی کا بھائی ہے اور بھائی کے ہوتے بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا اور اسی طرح مسما  
نوراں کا تایا زاد ہے اور تایا زاد کے ہوتے تایا کا پوتا وارث نہیں ہو سکتا۔ سراجیہ ص ۱۲  
میں ہے یرجحون بقرب الدرجة ص ۷۱ میں ہے والثانی الاقرب  
خلاقرب تو اس کے نام کل اراضی کا انتقال جائز نہیں بلکہ وہ تو حصہ دار بھی نہیں تو یہ انتقال  
فسخ کر کے نور محمد کے نام کیا جائے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آلہ

و اصحابہ و بارت وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

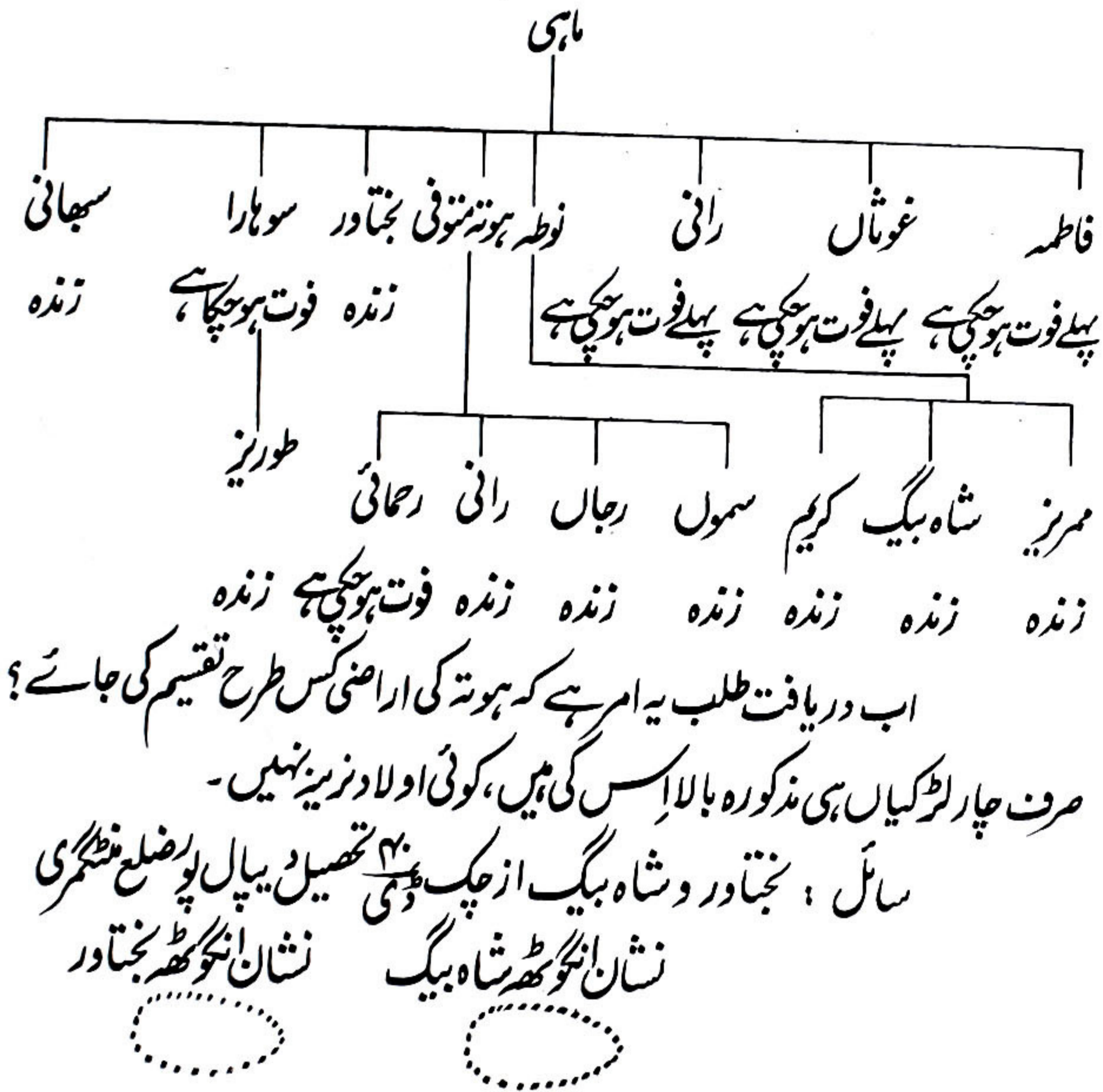
۲۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسما ہوتے فوت ہوا  
بعد ازاں اس کی لڑکی مسماہ رحمانی جو مرزیز ولد نوطہ کی بیوی تھی فوت ہوئی، اس کے پیٹ سے  
مرزیز کا لڑکا سوہارا موجود ہے، بعد ازاں مسماہ بھرو بیوہ ہوتے و والدہ رحمانی سے مذکور فوت ہوئی



اور اس کے صرف تین بھائی مسلمان بلوچ، سوجا، شہادہ موجود ہیں، شجرہ نسب ہوتے حسب ذیل ہے :-



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

مسئلے ہوتے کے وارث اس کی بیوی بھر و اور چار لڑکیاں مذکورہ بالا اور بختاور بھائی اور سجانی بہن ہیں، نوطہ وغیرہ جو فوت ہو چکے ہیں وہ وارث نہیں بن سکتے اور نہ ہی

ان کی اولاد کا ہوتے کی وراثت میں کوئی حق ہے اور مسئلہ چوبیس سے آئے گا، بھڑ بھڑ کا اٹھواں حصہ اور چار لڑکیوں کا دوہتائی ہے اور باقی بختا اور سبھانی کے درمیان دو حصے بختا اور کے اور تیسرا سبھانی کا اور صحیح تقسیم کے لئے چوبیس کو تین میں حسب قانون قرآن ضرب دیکر بنتے جائیں گے اور جب رحمانی فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کا لڑکا سوہارا ولد مرنیزا اور خاوند مرنیزا اور والدہ بھڑ وہیں، والدہ کا چھٹا حصہ اور خاوند کا چوتھا، باقی سب لڑکے کا ہے اور جب بھڑ بھی فوت ہو گئی تو اس کے وارث اس کی تین لڑکیاں سموں رجاں رانی مذکورہ بالا اور تین بھائی بلوچ، سو جا، شہاد امیں، دوہتائی تینوں لڑکیوں کا حق ہے اور ایک تہائی تینوں بھائیوں کا حق ہے اور چونکہ بھڑ کے پاس خاوند کی طرف سے  $\frac{9}{4}$  اور لڑکی کے حصہ سے  $\frac{2}{4}$  جو درحقیقت  $\frac{11}{4}$  ہے ہیں جن کا مجموعہ  $\frac{11}{4}$  ہے اور اکی صحیح تقسیم مذکورہ لڑکیوں اور بھائیوں میں نہیں ہو سکتی لہذا حسب دستور ۹ کو بہتر میں ضرب دیکر ۶۴۸ حصے بنا کر صحیح تقسیم کیا جائے گا۔ اب بھڑ کے گیارہ حصے مندرجہ بالا ۹۹ ہو گئے پس اس مسئلہ مناسخہ کی تصحیح صورت حسب ذیل ہے :

میت ہوتے ولد ماہی مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲ آئندہ تصحیح کیلئے حسب قانون ۹ سے ضرب دیکر کل تصحیح ۶۴۸

مسما بھڑ بھڑی سمو لڑکی رجاں لڑکی رانی لڑکی (رحمانی لڑکی) بختا اور بھائی سبھانی بہن

$\frac{5}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{9}{42}$
$\frac{25}{648}$	$\frac{90}{648}$	$\frac{108}{648}$	$\frac{108}{648}$	$\frac{108}{648}$	$\frac{108}{648}$	$\frac{81}{648}$
$\frac{108}{12}$	ماہی البید	مسئلہ از ۱۲	مسما رحمانی			
سوہارا لڑکا	مرنیزا خاوند	(بھڑ والدہ)				
$\frac{4}{12}$	$\frac{3}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{12}{12}$			
$\frac{4}{108}$	$\frac{3}{108}$	$\frac{1}{108}$	$\frac{1}{108}$			

میت بھرو مسد از ۳ تصحیح از ۹ مافی الیہ ۹۹/۱۱

سموں لڑکی	رجاں لڑکی	رانی لڑکی	بلوچ بھائی	سوجا بھائی	شہاد بھائی
$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$
$\frac{22}{99}$	$\frac{22}{99}$	$\frac{22}{99}$	$\frac{11}{99}$	$\frac{11}{99}$	$\frac{11}{99}$

الرحیہ

سموں	رجاں	رانی	بختاور	سجانی	ممریز	سولارا	بلوچ	سوجا	شہاد
ازوالد	ازوالد	ازوالد	ازبرادر	ازبرادر	ازبھوی	ازوالد	ازبرادر	ازبرادر	ازبرادر
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸							
ازوالدہ	ازوالدہ	ازوالدہ							
۲۲	۲۲	۲۲							
۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۹۰	۲۵	۲۷	۶۳	۱۱	۱۱	۱۱

واللہ تعالیٰ اعلم۔

صوہ الفقیر البواکیہ محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

## الاستفاء

ولیا ولد ہدایت متوفی کو فوت ہوتے تین چار سال گزر چکے ہیں۔ ولیا مذکور نے اپنی وفات کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا محمود باقی چھوڑا اور جب ولیا مذکور کی وراثت کا انتقال ہونے لگا، لڑکیوں کو حقوق وراثت دینے کے لئے بلایا گیا تو انہوں نے عدالت کے سامنے بیان حلفی دیا کہ ہم اپنی حصہ کی وراثت اپنے بھائی محمود کو دینا چاہتی ہیں۔

اس کے بعد عدالت نے فیصلہ کیا اور محمود کے نام تمام وراثت منتقل کر دی۔ اب مسئلے متوفی محمود بھی فوت ہو گیا ہے اور اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی باقی نہیں ہے، لا ولد فوت ہوا باقی اس کے ایک بیوی اور چار ہمیشہ رہیں اور ایک حقیقی چچا اور چچا زاد بھائی بھی ہیں لہذا سوال کیا جاتا ہے کہ اب محمود متوفی کی وراثت کے حقدار کون ہیں اور کتنے حصہ کے حقدار ہیں۔ برائے مہربانی جواب سے مشکور فرما کر ممنون فرمائیں۔

ذوالفقار ولد جمال خاں بلوچ چیک ۸۳ ڈاک خانہ فتنہ ریلوے اسٹیشن  
تھیل پاکستان ضلع مظفر گڑھی



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

آپ کا جوابی کارڈ ملا، جواب مسئلہ لکھا جاتا ہے۔

ولیا کی چار لڑکیاں اپنے حق وراثت سے اپنے بھائی محمود کے حق میں دستبردار گئیں تو محمود ہی مالک ہو گیا۔ اب جب محمود لا ولد فوت ہو گیا ہے تو وہ بہنیں بھی اسکی وراثت کی حقدار ہیں اور اسکی بیوی اور حقیقی چچا بھی اور چچا زاد بھائی محروم ہیں چاروں بہنیں دو تہائی ترکہ کی حقدار ہیں (قرآن کریم سورۃ النساء) اور بیوی چوتھائی کی۔ (قرآن کریم سورۃ النساء) اور باقی سب حقیقی چچا کا ہے (قرآن کریم اور حدیث متفق علیہ) یہ سئلہ بارہ سے آئے گا

صورت حسب ذیل ہے :-

مجموع مسئلہ از ۱۲

بیوی بہن بہن بہن بہن حقیقی چچا چچا زاد بھائی  
 $\frac{3}{14}$   $\frac{2}{14}$   $\frac{2}{14}$   $\frac{2}{14}$   $\frac{2}{14}$   $\frac{1}{14}$   $\frac{x}{x}$

نوٹ : یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ چاروں بہنیں مجموعہ ہی کی حقیقی بہنیں یا سب سوتیلی باپ سے ہوں اور اگر بعض حقیقی اور بعض سوتیلی یا کل سوتیلی صرف ماں سے ہوں تو حکم بدل جائے گا، دوبارہ سوال کر کے دریافت کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الراجح محمد نور الدین غفرلہ  
 ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

## الاستفتاء

جناب مولانا مولوی صاحب حسب ذیل مسئلہ کا جواب دیکر مشکور فرمادیں :-

۱۔ سوال : مسئلہ حسب ذیل ہے :

یہ کہ ولیا متوفی نے اپنے مرنے کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا ہے، اس کی وراثت کے مقدار کون کون ہیں؟ از روئے شریعت جواب دے کر مشکور فرمائیں، اس کی بیوی بھی زندہ ہے۔ اس کا جواب علیحدہ دیوں۔

۲۔ یہ کہ محمود متوفی نے اپنے مرنے کے بعد چار بھتیجے اور ایک بیوی ایک چچا چھوڑا ہے اور اس کی جو چار بہنیں ہیں انہوں نے پہلے بھی اسی وراثت سے جو محمود کو تقسیم ہوئی تھی اپنے باپ کی طرف سے حصہ لے چکی ہیں اور اب محمود اور اس کی والدہ کا انتقال وراثت ہوتا ہے۔ یہ وراثت جو اب تقسیم ہو رہی ہے یہ محمود کے باپ کی ہے۔ پہلے یہ مندرجہ ذیل طریقہ سے تقسیم ہوئی ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس کا جواب علیحدہ دیوں۔

کل وراثت سے بیوی کو  $\frac{1}{8}$  حصہ اور باقی  $\frac{7}{8}$  حصہ سے  $\frac{1}{4}$  حصہ محمود کو اور  $\frac{3}{8}$  حصہ اسکی چار بہنوں کو دیا گیا۔ اب محمود اور اسکی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ان دونوں کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔ وارثان مندرجہ بالا ہیں، چار بہنیں اور ایک بیوی اور ایک چچا محمود کا حقیقی ہے اور اس کے والدہ کے بھی یہ وارثان ہیں۔ اس کی والدہ محمود سے پہلے فوت ہوئی تھی، تقریباً ایک سال ان ہر دو سلسلہ کا جواب علیحدہ علیحدہ مفصل لکھیں، مہربانی اور نوازش ہوگی۔

السائل : ذوق لفتار بقلم خود



السلام علیکم :-

قبل ازیں محمود کی وراثت کا فتوے آپ ہمیں سے لے چکے ہیں مگر پہلے آپ نے محمود کی والدہ و لیا کی بیوہ کا ذکر ہی نہیں کیا، یہ تمہاری سخت غلطی تھی پھر دوسری سخت غلطی یہ ہے کہ

آپ نے لکھا تھا کہ لڑکیوں کے علفی بیان پر عدالت نے تمام وراثت محمود کے نام منتقل کر دی ہے حالانکہ اب لکھا ہے کہ ولیا کی بیوی کو اور لڑکیوں کو بھی حصے دئے گئے ہیں۔ شرعی فتوے حاصل کرنے وقت غلط بیانیوں سے کام لیا نہایت ہی برا کام ہے۔ اب آپ ہی بتاؤ کہ تمہاری کس بات کا اعتبار کر کے فتوے دیا جائے؟

بہر حال جو صورت آپ نے لکھی ہے اگر وہ صحیح ہے اور ولیا کی کوئی اور بیوی یا ماں باپ یا دادا دادی نانی بھی زندہ نہیں ہے اور محمود اور لڑکیوں کے ماسوا کوئی اور اولاد بھی نہیں تھی تو یہ فیصلہ یعنی  $\frac{1}{8}$  حصہ بیوی اور  $\frac{1}{8}$  حصہ محمود کو اور  $\frac{1}{2}$  اسکی چاروں بہنوں کو دیا گیا، یہ درست ہے مگر اس کی تقسیم از روئے قواعد یوں ہوگی کہ ولیا کے مال کے ۲۸ حصے کئے جائیں اور حسب ذیل تقسیم ہوں:

ولیا مسئلہ از ۸ تصحیح از ۲۸

بیوی	محمود لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{6}{28}$	$\frac{12}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$	$\frac{5}{28}$

کذا فی السراجیۃ بعد از ان ولیا کی بیوہ اور محمود اور ان چاروں لڑکیوں کی ماں فوت ہوئی اور اس کے وارث بھی یہی تھے یعنی اس نے کسی اور مرد سے نکاح بھی نہیں کر لیا تھا اور اس کے ماں باپ دادا دادی نانی زندہ نہ تھے اور نہ ہی کوئی اور اسکی اولاد تھی پھر اسکے ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے محمود بھی فوت ہو گیا اور اس کے وارث صرف ایک بیوی، چار عقی بہنیں اور ایک چچا ہے اور دادا دادی نانی زندہ نہیں اور وہ لا ولد فوت ہوا تو اب ان دونوں مال بیٹا کا ترکہ یوں صحیح طور پر تقسیم ہوگا کہ محمود کو ولیا کی وراثت سے جو ۱۲ حصے اور اسکی ماں کو ۱ ملے تھے، یہ کل بیٹل حصے ہوتے، ان کے ساٹھ برابر حصے بنا لئے جائیں اور حسب ذیل دئے جائیں۔



بیوہ ولیا ۶ حصے اور دوسرا میت محمود ۱۲، کل ۲۰ اور تین کی ضرب سے ۶۰ ہوتے

محمود کی بیوی بہن بہن بہن بہن چچا

۱۲ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۲

من السراجیۃ و غیرہا۔

نوٹ : محمود کا چچا اور بیوی صرف محمود کے وارث ہیں اور اس کی ماں کے وارث نہیں اور محمود کی بہنیں ماں اور محمود بھائی دونوں کی وارث ہیں۔ یہ سلسلہ مناسخہ کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خان محمد نامی جو ۱۹۷۵ء میں فوت ہو چکا ہے اس کی زمین جو اسکو اپنے باپ سے بذریعہ ورثہ ملی تھی وہ یہاں پاکستان میں انہیں مل گئی، اس وقت اس کے متعلقین میں سے یہ افراد زندہ ہیں اس کی بیوی (جو اس کے فوت ہونے کے بعد دوسری جگہ شادی کر چکی ہے) اس کا ایک لڑکا جو اس کی وفات کے بعد تین ماہ کو اسی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا مگر وہ فوت ہو چکا ہے اس کا بھتیجا حقیقی زندہ ہے، اس کی تین بہنیں تھیں جن سے دو فوت ہو چکی ہیں ان کی اولادیں



ایک کے تین لڑکے ہیں اور ایک کا ایک لڑکا ہے، باقی ایک بہن خان محمد مذکور کی زندہ ہے یہ وارث اس کے موجود ہیں۔ شریعت حقہ کے مطابق ان میں جائداد (زمین) کی تقسیم کس طرح ہوگی۔ بیوی کا نام فاطمہ اور نومولود متوفی لڑکے کا نام عبدالعزیز تھا اور حقیقی بھتیجے کا نام قاسم ولد چراغ ہے اور زندہ بہن کا نام جویو ہے۔

سائل: قاسم ولد چراغ از بہون ۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ نشان انگوٹھ سائل



یہ مسئلہ مناسختہ ہے۔ خان محمد میت کا مسئلہ آٹھ سے ہے۔ آٹھواں حصہ بیوی فاطمہ کا اور باقی سات عبدالعزیز نومولود کے ہیں اور خان محمد کی وراثت سے حقیقی بھتیجے قاسم اور بہن جویو اور دو متوفی بہنوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا۔ پھر عبدالعزیز کا مسئلہ تین سے آئے گا یعنی اسکو اپنے باپ کی وراثت سے جو سات حصے آئے ہیں ان کا تیسرا حصہ اسکی ماں فاطمہ کا ہے اور باقی دو حصے قاسم چچا زاد بھائی کے ہیں اور جویو پھوپھی اور دوسری دو پھوپھیوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا اور چونکہ سات تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین سے کو خان محمد کے مسئلہ کے آٹھ میں ضرب دے کر چوبیس بنائے جائیں گے تو ان چوبیس سے آٹھواں حصہ تین فاطمہ کو خان محمد خاوند کی وراثت سے ملیں گے اور اکیس حصے باقی عبدالعزیز کو، پھر ان اکیس سے تیسرا حصہ سات فاطمہ کو اپنے لڑکے کی وراثت کے ملیں گے اور باقی چودہ قاسم چچا زاد کو بوجہ عصبہ

ہونے کے ملیں گے تو خان محمد کی جائداد کے چوبیس حصوں سے دس حصے فاطمہ کے اور چودہ قاسم کے حسب تفصیل مندرجہ بالا ہیں :

ہکذا

میت		
خان محمد مستہ از ۸ ز ۲۲		
فاطمہ بیوی	عبدالغزیز لڑکا	قاسم
$\frac{۳}{۲۲}$	$\frac{۲۱}{۲۲}$	جمیہ وغیرہا
	x	x
میت		
عبدالغزیز مستہ از ۳ مانی لید ۲۱		
فاطمہ ماں	قاسم چچا زاد بھائی	پھوپھی وغیرہا
$\frac{۴}{۲۱}$	$\frac{۱۲}{۲۱}$	x
الاحیاء		
فاطمہ	قاسم	جمیہ وغیرہا
$\frac{۱۰}{۲۲}$	$\frac{۱۲}{۲۲}$	

سراجی میں ۷ میں ہے والثلثین مع الولد، ص ۱۲ میں ہے وہم اربعة اصناف جزء المیت (الی ان قال) الاقرب فالاقرب، ص ۱۱ میں ہے وبنو الاعیان والعلات کلم یسقطون بالابن الخ، ص ۱۲ میں ہے وجزء جدہ، ص ۳۳ میں ہے وان کان بینہما ماینتہ فاضرب کل التصحیح الثانی فی کل التصحیح الاول فالسبلغ مخرج المسئلین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحبہ



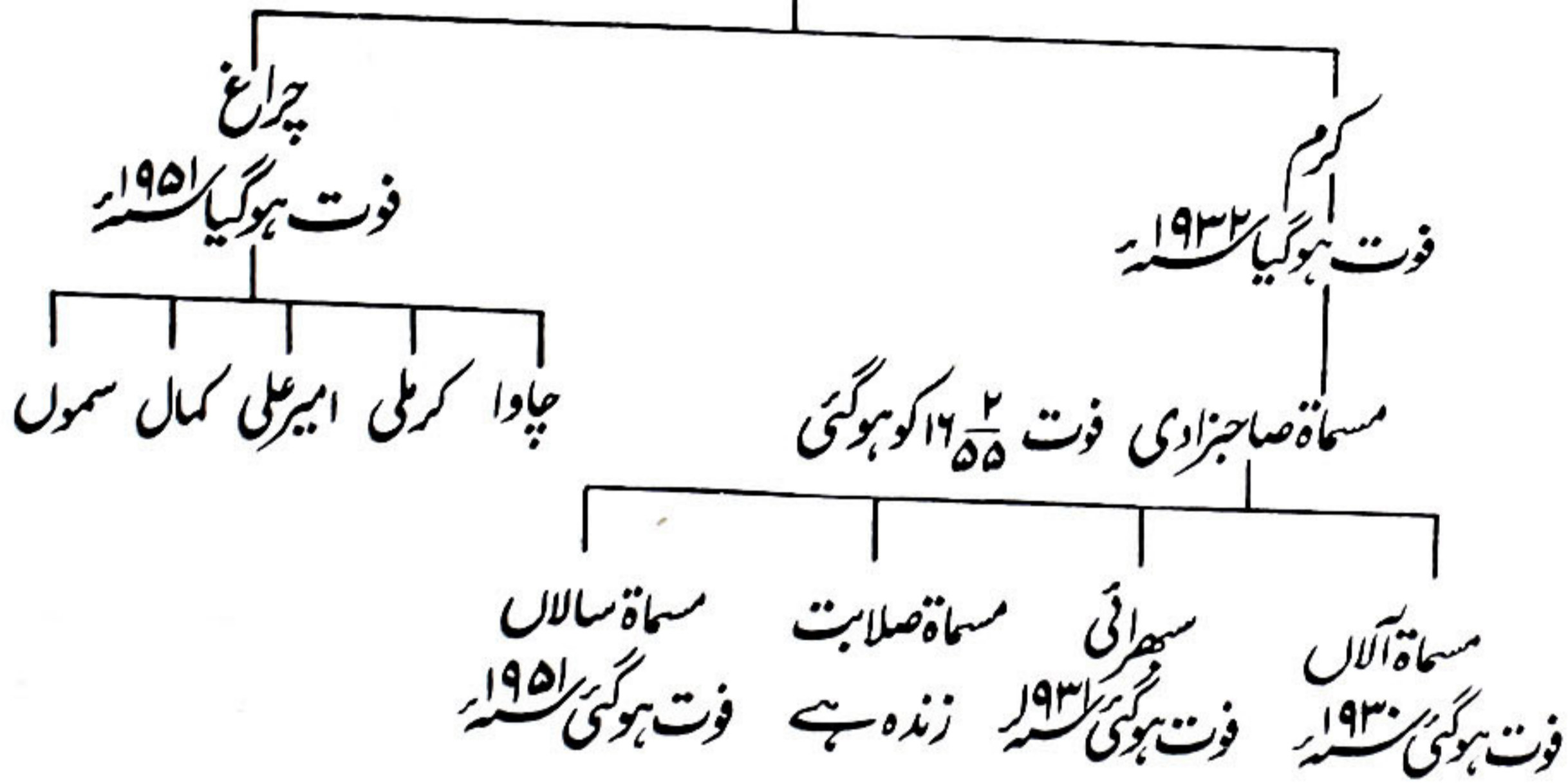
و بارت و سلم۔

صّره الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

# الاستفتاء

شجرۂ نسب

محبت



جب مسٹی کرم فوت ہوا تھا تو اس کی تمام زمین کا انتقال اس کی بیوی مسماۃ صاحبزادی کے نام بطور گزارہ ہوا تھا، اب مسماۃ صاحبزادی ۱۶/۵ کو فوت ہو گئی ہے حالانکہ اس کا بھائی بہادر زندہ ہے تو اب یہ زمین کس طرح تقسیم ہوگی۔

سائل: کرملی سکھ ٹھٹھہ کالیاں ابراہیم ضلع منٹگمری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

سائل نے یہ بیان کیا ہے کہ وفاتِ چراغ کے وقت اس کی بیوی زندہ نہیں تھی اور مسماۃ سالان کے لڑکے ہیں۔ یہ سکہ مناسخہ کا ہے، اصل میں چوبیس سے آتا ہے اور حسب القواعد چار سو تیس سے صحیح آئے گا۔ مسماۃ صاحبزادی کا آٹھواں حصہ ہے اپنے خاوند کے ترکے کا جو ۵۴ ہے اور مسماۃ صلابت کو ۱۴۴ باپ کے ترکے سے اور مسماۃ سالان لڑکی کو بھی ۱۴۴ باپ کے ترکے سے ملے، پھر جب سالان فوت ہوئی تو اس کے ترکے سے چھٹا حصہ صاحبزادی ماں کا بنا جو ۲۴ ہے اور ۱۲۰ سالان کے لڑکوں کے ہیں تو اب صاحبزادی کے پاس کل ۷۸ آگے جو اس کے ایک بھائی اور ایک لڑکی میں تقسیم ہو گئے، لڑکی صلابت کو ماں کے حصوں کا نصف (۳۹) ملے اور باقی اس کے بھائی مسٹے بہادر کا ہے اور چراغ کو باقی ۹۰ حصے آتے جو اس کے چار لڑکوں اور ایک لڑکی پر تقسیم ہوئے، لڑکوں کے بیس بیس اور لڑکی کے دس حصے بنے، ہلکا صورت :-

مسٹے کرم پہلے فوت ہوا پھر سالان اور چراغ فوت ہوئے بعد ازاں مسماۃ صاحبزادی فوت ہوئی

اصل سکہ از ۲۴۲، تصحیح ۲۳۲

صلابت	بہادر	درحقی	صاحبزادی	سالان کے لڑکے	چاوا	کرلی	امیر علی	کمال	سموں	اولادِ چراغ
۱۸۳	۳۹	۱۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۱۰	
۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	

آلاں اور سبھائی کرم سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں تو محروم رہیں۔



یہ جواب اس صورت میں ہے کہ بہادر صاحب جزادی کا عینی یا علاتی بھائی ہو اور اس کی کوئی اور بہن یا بھائی یا ماں باپ سے کوئی بھی نہ ہو ورنہ یہ حکم نہیں رہے گا۔

نوٹ : اور یہ تو عام دستور شرعی ہی ہے کہ کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچے ہوئے ترکہ کے وارث مستحق ہو کرتے ہیں، سراجیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

رہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مانا ہندوستان میں فوت ہوا جس کی دو عورتیں تھیں، ایک عورت مسماۃ عجباں بی بی مانا مذکور کی موجودگی میں فوت ہوئی اور دوسری مسماۃ بختا اور جو کہ اب فوت ہوئی ہے جس کے نام مانا مذکور کی زمین تھی۔ مسماۃ بختا اور سے دو لڑکیاں مانا سے ہیں اور عجباں بی بی سے ایک لڑکی مسماۃ رحمت بی بی مانا سے ہے مگر عجباں بی بی کے نام ہندوستان میں زمین نہ تھی، بختا اور کی لڑکیوں کے نام مذکور ہیں۔ رانوں بی بی، رجاں بی بی اور ایک بھائی بختا اور کا مستحق جیل زندہ ہے۔ مسماۃ بختا اور کا قرضہ اتارنے کے کوئی مستحق نہیں۔

مسائل: محمد الدین لقلم خود از بھون تحصیل دیپال پو ضلع مظفر گڑھی ۲ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالصَّوَابَ

اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو مانا کی جائداد سے دو تہائی تین لڑکیوں رحمت بی بی، رانوں بی بی، رجاں بی بی کی ہیں اور آٹھواں حصہ سماءہ بنتا اور بیوی کا ہے اور باقی مانا کے عصبات میں سے جو قریبی ہو، خواہ آٹھویں پشت میں ملتا ہو، اس کا ہے اور اگر کوئی جدی عصبہ نہ ہو تو باقی سب تینوں لڑکیوں کا ہے۔ بیوی کو اس باقی سے کچھ نہیں ملے گا اصل میں یہ مسئلہ ۲۴ سے ہے اور حسب قواعد ۷۲ سے صحیح ہوگا، حسب ذیل :

مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲

بیوی بنتا اور لڑکیاں رحمت بی بی رانوں بی بی رجاں بی بی عصبہ قریبی سے ایک یا زیادہ

$\frac{9}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{15}{42}$
----------------	-----------------	-----------------	-----------------	-----------------

اور اگر کوئی بھی جدی عصبہ موجود نہ ہو تو پھر یہ صورت ہوگی :

مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲

بنتا اور بیوی لڑکیاں رحمت بی بی رانوں بی بی رجاں بی بی

$\frac{9}{42}$	$\frac{21}{42}$	$\frac{21}{42}$	$\frac{21}{42}$
----------------	-----------------	-----------------	-----------------

اور جبکہ بنتا اور بھی فوت ہو چکی ہے تو اس کے نو حصے اس کی دو لڑکیوں رانوں بی بی رجاں بی بی اور اس کے بھائی سبیل کے ہیں اور قواعد کے رُو ہر ایک کا مستحق ہے مگر جب بنتا اور پر قرض ہے تو حسب قانون وراثت بنتا اور کے ترکہ سے جو نو حصے مذکورہ ہیں صرف یا اس کا کوئی ذاتی مال درہو



تو اس سمیت کل مال سے پہلے قرضہ پورا کیا جائے گا اور جو بچے وہ وارثوں کا ہے اور ایسے ہی تجنیز و تکفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے کئے جاتے ہیں، بعد میں وارث اپنے حق لیتے ہیں، سراجیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرت الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

نوٹ : سائل کہتے ہیں کہ مانا، بھانا دو بھائی تھے، بھانا پہلے فوت ہو گیا اور اس کی دو لڑکیاں اور کل جائداد انگریزی قانون کے تحت مانا کے نام منتقل ہو گئی، اب مانا کی جائداد سے ان لڑکیوں کو کچھ ملتا ہے یا نہیں؟  
تو شرعاً جواب واضح ہے کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی دو بھائی جائداد کی وارث ہیں اور مانا کی ذاتی جائداد کی وارث نہیں۔

ابو الخیر انعمی غفرلہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ مسمیٰ بھانا فوت ہوا اور اس وقت اس کا ایک لڑکا مسمیٰ اکبر اور دو لڑکیاں عیجاں اور ہابچاں اور ایک بھائی مانا موجود تھے

توانگریزی دستور کے مطابق زمین، لڑکے اکبر کے نام منتقل ہوئی، بعد ازاں اکبر کنوارہ ہی فوت ہو گیا اور زمین ہا پچاں کنواری کے نام منتقل ہوئی۔ بعد ازاں ہا پچاں کی شادی ہو گئی اور زمین مانا کے نام ہو گئی، پھر مانا فوت ہوا اور چونکہ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا اور ایک بیوی بختاور اور تین لڑکیاں تھیں تو زمین بختاور کے نام منتقل ہوئی۔ اب بختاور فوت ہو گئی ہے تو از روئے شرع شریف عیجاں اور ہا پچاں دختران بھانا کا کوئی حق ہے تو تفصیل دے دیا جائے۔ بیوا تو جوہر۔

سائلہ: عیجاں بنت بھانا از روئے والدہ تحصیل دیا پو ضلع مظفر گڑھی ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو بھانا کی زمین کے وارث اکبر لڑکا، عیجاں اور ہا پچاں لڑکیاں ہی وارث تھے اور مانا کا اس میں کوئی حق نہیں تھا، قرآن کریم میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین تو مسئلہ چار سے تھا دو حصے اکبر کے اور ایک ایک عیجاں اور ہا پچاں کا تھا اور جب اکبر بھی کنوارا ہی فوت ہو گیا تو اس کے جائز وارث اسکی دو بہنیں عیجاں اور ہا پچاں اور ایک چچا مانا تھے۔ بہنوں کی دوہتائی اور باقی تیسری ہتائی مانا چچا کی، قرآن کریم میں ہے وان امر وھلک لیس لہ ولدولہ اخت فلہا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لہا



ولد فان كانتا اثنتین فلهما الثلثان مما ترک اور حدیث شریف میں ہے  
 فما ابقتہ الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔ (مستدرک ج ۲ ص ۳۳۸، کنز العمال ج ۶ ص ۱۳)  
 یہ مسئلہ اکبر تین سے ہے، سب کا ایک ایک حصہ بنا اور چونکہ پہلے مسئلہ سے  
 اکبر کے دو حصے تھے اور دو تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین کو چار میں ضرب دیکر  
 بارہ بنائے جائیں گے یعنی بھانا کے ترکہ (زمین) کے بارہ حصے برابر بنائے جائیں گے جن سے  
 عیجاں اور ہا پچاں کو تین تین حصے بھانا باپ کے ترکہ سے آئیں گے اور دو حصے اکبر بھائی  
 کے ترکہ سے تو ان کے مجموعی طور پر پانچ پانچ حصے بن گئے اور مانا کا حق اپنے بھتیجے اکبر کے  
 ترکہ سے صرف دو حصے تھے حسب ذیل (یہ مسئلہ مناسخہ ہے)۔

یہ بھانا مسئلہ از ۲ اور بوجہ وفات اکبر مناسخہ ہوا تو تصحیح از ۱۲

مانا	ہا پچاں	عیجاں
$\frac{۲}{۱۲}$	$\frac{۵}{۱۲}$	$\frac{۵}{۱۲}$

سراجیہ وغیرہ۔

رہا انگریزی دستور سے اکبر، ہا پچاں، مانا، بختا اور کے نام تمام زمین کا بالتسریب انتقال  
 تو وہ محض ظلم اور غصب تھا اور جب یکے بعد دیگرے وہ سب فوت ہو چکے ہیں اور عیجاں اور  
 ہا پچاں جائز حقدار اور وارث زندہ ہیں تو بھانا کی اراضی کے برابر برابر بارہ حصوں سے دس حصے  
 حسب تفصیل مندرجہ بالا ان کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں دوسرے فریق نے صرف مانا کے ترکہ کا سوال کیا اور جب شرعی جواب  
 لکھا گیا تو بھانا کی لڑکیوں کا ذکر کیا اور لڑکے کے اکبر کا ذکر کیا بلکہ ظاہر یہ کیا کہ اور کوئی وارث نہیں تھا

تو نوٹ کی صورت میں یہ لکھا گیا کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی جائداد سے دوہتائی کی حقدار ہیں مگر اب اس سائل نے ظاہر کیا کہ بھانا کا لڑکا بھی تھا تو اس صورت میں حسب تفصیل مندرجہ بالا ان کا حق بڑھ گیا۔ ایسے مسائل میں سائل بعض دفعہ ایر پھیر سے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، افسران مجاز کا فرض ہے کہ خوب غور سے کام لیں۔

صوفی الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

## الاستفتاء

واضح رائے شریف ہو کہ مسئلے نیاز احمد کی وفات کے بعد جب چھ مہینے گزرے تو اس کی بنت امیراں فوت ہو گئی، اب بغیر لڑکی کے اس کے پانچ وارث موجود ہیں ایک بھائی سردارا اور دو بہنیں ایک نظراں دوسری سرداراں، ایک عورت الہی سین اور ایک والدہ مہراں۔ ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟ بینوا تو جسرو۔

متوفی نیاز احمد ذہیل

اخ	اخت	اخت	بنت	زوجہ	والدہ
سردارا	سردارا	نظراں	امیراں	الہی سین	مہراں
پدري	پدري	پدري			

اس کی تصدیق کے لئے محمد حیات ولد بالا قوم مہار حصہ دار قائم کے مہار  
محمد حیات بقلم خود مستفتی، محمد اسماعیل بقلم خود



متوفی نیاز احمد کی لڑکی امیراں کا حصہ نصف اور والدہ مہراں کا چھٹا حصہ اور عورت الہی سین  
کا آٹھواں، باقی سب سردار امجانی اور سرداراں، نظراں بہنوں کا ہے۔ حسب قواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے  
اسیگا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہکذا:

نیاز احمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶

میت لڑکی امیراں والدہ مہراں زوجہ الہی سین برادر سردارا بہن سرداراں نظراں

۵ ۵ ۱۰ ۱۲ ۱۶ ۲۸

پھر جب امیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث صرف اسکی ماں الہی سین اور چچا سرداراہیں، ماں کا  
تیسرا حصہ، باقی سب چچا کا۔ اس کا مسئلہ ۳ سے ہی صحیح ہے ہکذا:

امیراں مسئلہ از ۳

چچا سردارا

والدہ الہی سین

۲

۱

اور چونکہ امیراں کا کل مال ۲۸ حصہ ہے تو ماں کا تیسرا حصہ ۱۶ بنے اور چچا کے دو حصے ۳۲ بنے تو ۹۶ سے  
ماں کے کل حصے بمع سابقہ ۲۸ بنے اور سردارا کے بمع سابقہ ۲۲ بنے تو اب حصوں کی یہ صورت ہے :

نیازا احمد ۹۶ حصے مع المناسخہ

میت  
والدہ مہراں بیوی الہی سین بھائی سردارا بہن سرداراں نظرائے

۱۶ ۲۸ ۲۲ ۵ ۵

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسیٰ شیخ محمد فونت ہوا

اس کے فوت ہونے کے وقت اس کی والدہ مسماۃ سماں ایک بیوی مسماۃ کرم بھری، ایک لڑکی مسماۃ خورشید، تین حقیقی بہنیں مسماۃ مریم، سلوں، جنت موجود تھیں اور اس کا کوئی لڑکا اور بھائی نہیں اور بعد از چھ ماہ اس کی والدہ سماں بھی فوت ہو گئی، اب اس کا ترکہ کس طرح تقسیم جائے؟ اس پر کوئی قرض نہیں اور نہ ہی اس نے کوئی وصیت کی ہے۔

نوٹ: مسماۃ سماں کے حقیقی بھتیجے اور تین لڑکیاں جنت وغیرہ موجود ہیں۔  
مستفتی: مسیٰ علاول بھٹہ

ساکن رتہ کھنہ نزد دیپال پور



اگر سوال صحیح ہے تو مسیٰ شیخ محمد کے کفن و دفن سے بچے ہوئے کل ترکہ کا چھٹا حصہ والدہ کا ہے اور آٹھواں حصہ بیوی کا اور آدھا لڑکی کا باقی سب تین بہنوں کا ہے حسب القواعد (اصل سندہ ۲۲ سے اور تصحیح ۲ سے ہے یعنی کل ترکہ کے ۲ حصے برابر بنا کر حسب تفصیل ذیل دئے جائیں)

شیخ محمد مسد از ۲۲ تا ۷۲

میت

والدہ ساماں بیوی کرم بھری لڑکی خورشید بہن مریم بہن سلوں بہن جنت

$\frac{۱۲}{۷۲}$   $\frac{۹}{۷۲}$   $\frac{۳۶}{۷۲}$   $\frac{۵}{۷۲}$   $\frac{۵}{۷۲}$   $\frac{۵}{۷۲}$

پھر جب مسماۃ ساماں والدہ فوت ہوئی تو اس کے کفن دفن وغیرہ سے بچے ہوتے کل ترکہ کی دو تہائی حصے اس کی تینوں لڑکیوں کے ہیں اور باقی تیسرا حصہ بھتیجوں کا ہے۔ سراجیہ میں ہے السدس مع الولد، والثمن مع الولد، النصف للواحدة، ولهن الباقی مع البنات، والثلاثان للثنتين فصاعداً، ثم بنوہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیم جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البوا کبیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

۵۵ یہ اصل سلسلہ تین سے آئے گا:

ساماں مسد از ۳

میت

بھتیجے

۳ لڑکیاں

اور اس کی تصحیح اس لئے نہیں کی گئی کہ بھتیجوں کی تعداد مذکور نہیں ۱۲ میں ۱ صحیح

# الاستفتاء

مورث علیٰ صباہ خاں

ست بھرائی

دو بیویاں

لال بی بی

سمنڈ خاں  
ممنڈ خاں  
مطابق رواج نصف حصہ کے مالک

مشرقی خاں  
موسیٰ خاں  
مراد خاں  
ما بھی خاں  
لا ولد

لڑکا احمد خاں  
لڑکی مائی صویاں

احمد خاں کی دو بیویاں

روشن بی بی  
صاحبزادی

لڑکا محمد امین  
لڑکیاں فجاں بی بی  
رجاں بی بی

وراثت ۲ حصہ محمد امین خاں یعنی نصف حصہ مائی صاحبزادی سوتیلی والدہ بموجب رواج  
چونڈے فونڈ

وراثت بر فونڈ کی محمد امین خاں روشن بی بی اور محمد امین خاں کی دادی مائی صباہ کے نام  
چھٹا حصہ

مائی صباہ یعنی محمد امین کی دادی کی فونڈ کی پرانی روشن بی بی اور مائی صاحبزادی سوتیلی والدہ کے نام  
روشن بی بی کی فونڈ کی پر کلہم حصہ مائی صاحبزادی کے نام

تین بیویاں

مائی اللہ جوانی  
جوانی  
مائی بھرائی

پسر فخرین سرور خاں علاؤ خاں  
مرحوم مرحوم زندہ  
انور خاں مرحوم سجاد خاں  
ایک لڑکی مائی روشن بی بی والدہ محمد امین خاں مرحوم

نوٹ: الورثان اہل موم بہ جاول خاں اہل موم کی  
فونڈ کی سے بعد مائی روشن بی بی سے انتقال کیا  
فتح الدین سرور دین

اس کی والدہ کا نام صباہ جو رب کے بعد فوت ہوئی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

حسب بیان سائلین علاول خان وغیرہ متوفی احمد خاں کے ورثہ اس کا ایک لڑکا محمد امین خاں، دو لڑکیاں فجاں بی بی۔ رجاں بی بی اور والدہ صباں بی بی، دو بیبیاں روشن بی بی اور صاحبزادی بوقت وفات احمد خاں زندہ تھے، بعد ازاں محمد امین خاں بچپن میں ہی فوت ہوا اس وقت روشن بی بی مذکورہ اسکی والدہ اور فجاں بی بی، رجاں بی بی بہنیں اور علاول خاں، نور خاں، سجاول خاں پسران ماجھی خاں محمد امین خاں کے پردادے صابے خاں کے پوتے جو اس کے دادے کے حقیقی بھتیجے تھے، موجود تھے پھر روشن بی بی فوت ہوئی اور اسکی دونوں لڑکیاں فجاں بی بی رجاں بی بی اور ایک بھائی علاول خاں مذکور تھے۔ صباں بی بی والدہ احمد خاں قبل از وفات روشن بی بی فوت ہوئی اور اس کی دو پوتیاں فجاں بی بی، رجاں بی بی اور کچھ بھتیجے وغیرہ زندہ تھے حالانکہ سمن خاں، ممد خاں وغیرہ پسران صابے خاں محمد امین خاں کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو دریافت کیا کہ اس صورت میں مذکورہ بالا ورثہ کے کیا کیا حصے آتے ہیں۔ جو شجرہ نسب منسلکہ سوال میں درج ہیں تو متوفی احمد خاں کی والدہ کا چھٹا حصہ اور دونوں بیویوں کا آٹھواں حصہ اور باقی حسب دستور لڑکے اور لڑکیوں کا۔ یہ سہ ۲۴ سے آئے گا اور صحیح ۹۶ سے ہے حسب ذیل:



سہ فجاں بی بی روشن بی بی سے قبل فوت ہو چکی تھی، یہ علاول خاں نے آج بیان دیا ہے۔ نور غفرلہ ۲۵-۳-۶۳





آخر میں جب روشن بی بی فوت ہوئی تو اس کے مال سے نصف اس کی لڑکی  
رجاں بی بی کا اور باقی نصف اس کے بھائی علاول خاں کا ہے اور کل اس کے مافی البیہ ۲۲۶۲  
حسب ذیل :

روشن بی بی مسئلہ ۲ مافی البیہ ۲۲۶۲	
لڑکی	برادر حقیقی
رجاں بی بی	علاول خاں
۱۱۳۱	۱۱۳۱

اب حسب بیان سائلین جو زندہ ورثاء ہیں ان کے حصص یوں ہیں :

الاحیاء					
رجاں بی بی	صاحبزادی	علاول خاں	انور خاں	سجاول خاں	صبا کے بھتیجے وغیرہ
ازورثت والد	ازورثت خاوند	ازورثت محمدین خاں	ازورثت محمدین خاں	ازورثت محمدین خاں	
۱۵۳۰		بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	
ازورثت بھائی		۱۴۰	ازورثت		
۱۰۲۰		ازورثت	ہمشیرہ روشن بی بی		
ازورثت دادی		۱۱۳۱			
۲۸۰					
ازورثت ہمیشہ					
۱۸۱۸					
ازورثت والدہ					
۱۱۳۱					
۵۹۷۹	۵۲۰	۱۳۰۱	۱۴۰	۱۴۰	۲۸۰

نوٹ : شریعت اسلامیہ کی رو سے اگر کوئی وارث اپنے مورث کی وفات کے وقت

مرد ہو چکا ہے مثلاً عیسائی وغیرہ بن چکا ہے تو وہ حصہ وراثت نہیں پاسکتا اور محروم رہتا ہے  
تو اگر ان مذکورہ بالا میں سے کوئی ایسا ہو تو محروم رہے گا اور دوسرے اس کے ہم درجہ  
کے حصے بھی بدل جائیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی  
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک و سلم۔

حزق الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ ذی القعدہ المبارکہ ۱۳۸۸ھ

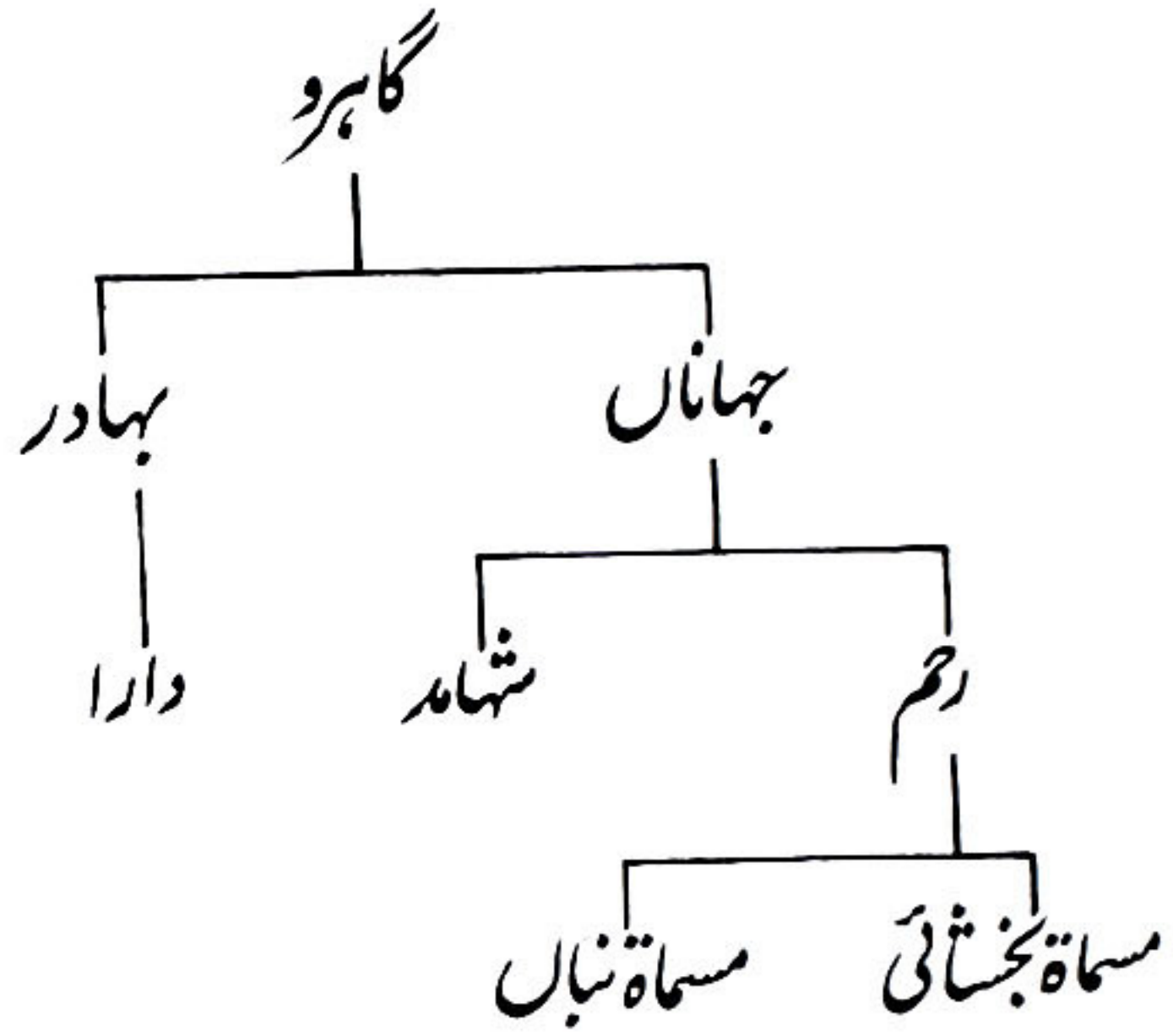
بروز التوار

## الاستفتاء

بھنو جناب حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعمت دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرت پورہ شریف ضلع مظفر  
درخواست برادریافت حکم شرع نسبت تقسیم جائیداد منقولہ بصورت ذیل

جناب عالی!

۱۔ یہ کہ مسمیان بہادر، جہاناں پسران گہر و تھنے، بہادر کا ایک لڑکا مسمیٰ دارانامی ہے اور جہاناں  
کے دو لڑکے مسمیان رحم و شہاد تھے۔



۲ : یہ کہ رحم مذکور شادی شدہ تھا اور اس کے نطفہ سے دو لڑکیاں مسماة بختانی و مسماة نبال تھیں جو کہ ان دو لڑکیوں اور اپنی بیوی کو تقریباً آٹھ برس بگیاں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کا بھائی شہادہ کنوارہ تھا مگر اپنے بھائی متوفی سے علیحدہ تھا۔

۳- یہ کہ رحم کے فوت ہو جانے کے بعد شہادہ مذکور نے اپنی بیوہ بھادج کا نکاح کر لیا۔ بھتیجیوں اور جائیداد منقولہ کو بھی حاصل کر لیا اور کچھ عرصہ بعد خود بھی فوت ہو گیا۔ اس کے اپنی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جائیداد میں پچانوے برس بھڑو بگیاں چھوڑ کر فوت ہوا جس میں رحم متوفی کی مذکورہ بگیاں اور ان کے بچے جن کی تعداد کا علم نہیں، شامل ہیں۔

۴ : شہادہ کی وفات سے پہلے اس کی بیوی جو کہ لڑکیاں کی والدہ تھی وہ بھی فوت ہو چکی تھی۔ اب شہادہ کی وفات پر یتیم بچیوں کو منجملہ جائیداد مذکورہ ان کے نائے اپنے پاس لے گئے اور وہ بمع جائیداد اپنے حقیقی نانا دوسا کے پاس ہیں اور ان کی نانی ان کی ماں وزیراں سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

۵ : یہ کہ اب دارا مذکور جو کہ مسماة بختانی، مسماة نبال دختران رحم متوفی کا رشتہ میں تالیہ ہے اور یک جدی ہے، جائیداد مذکورہ و لڑکیاں مذکورہ ان کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے،



دونوں لڑکیاں نابالغ ہیں۔

بذریعہ درخواست ہذا ملتمس ہوں کہ اندر یہ حالات مذکورہ جائیداد اور لڑکیوں پر مسمیٰ دار اندک اور لڑکیوں کے ناما مسمیٰ دوسرے مذکور کا کہاں تک حق ہے؟ واضح فرمایا جاوے  
حضرت کی عین نوازش ہوگی۔

نوٹ: مسمیٰ بہادر رحم سے پہلے فوت ہو چکا تھا اور رحم اور شہادہ کی کوئی بہن نہیں تھی۔

المرقوم ۹ جون ۱۹۵۹ء

عضو  
سائل، فلک شیر ولد محمد قوم ہریکے وٹو ساکن ہریکے نوآباد تحصیل سیالپور ضلع مظفر  
نشان انگٹھ سائل مذکور



مسمیٰ رحم کے وارث اس کی دو لڑکیاں اور ایک بیوی اور ایک بھائی شہادہ تھے  
اور دار رحم کا وارث نہیں تھا اور وارثوں کے حصے رحم کے ترکہ میں حسب ذیل تھے، دونوں  
لڑکیاں ۲ اور بیوی ۱ اور بھائی کا باقی سب بھیر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی  
دونوں لڑکیاں اور اس کا باپ اور دوسرا خاوند شہادہ تھے لڑکیوں کے ۲ اور باپ کا ۱ اور خاوند  
کا ۱ اور دارا کا کوئی حق نہیں تھا تو مسماۃ وزیراں کے فوت ہونے پر مسمیٰ رحم کی چھوڑی ہوئی  
کل جائداد کے حصے اور خداد حسب ذیل تھے (حسب قواعد اسکی کل جائداد کے ۳۱۲ حصے)

مستی رحم بعد ازاں اس کی بیوی زیرا

بخشائی نبیاں دخترانِ رحم اور وزیراں دوسا، والدِ وزیراں شہادہ بردہ حقیقی رحم اور وزیراں کا خاند  
 $\frac{116}{312}$   $\frac{116}{312}$   $\frac{6}{312}$   $\frac{42}{312}$

مسماۃ بخشائی اور نبیاں یتیم بچیوں کے یہ ۱۱۶ اور ۱۱۶ کل ۲۳۲ حصے خالص ان دونوں کا حق ہے اس میں سے کوئی نانا یا چچا ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہیں لے سکتا اور دوسا کے چھ حصے بھی اسی کا حق ہیں اور شہادہ کے یہ ۷۲ حصے جو رحم کی جائداد سے اسے ملے اور اس کی دوسری کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ان سب کا وارث بعد از وفاتش دار اولد بہادر بنا، شہادہ کے ترکہ سے بخشائی اور نبیاں یتیم بچیوں کو کچھ نہیں ملے گا (کما فی السراجیۃ وغیرہا)۔

جب یہ سب حق واضح ہوئے تو معلوم ہوا کہ دار اند کو شہادہ کے کل ترکہ (جس میں رحم کی جائداد سے ۷۲ حصے بھی شامل ہیں) کا حقدار ہے اور اپنے اس حق کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ لڑکیوں کی پرورش نہیں کر سکتا بلکہ یہ دوسا نانا کا ہی حق ہے ہدایہ، فتح القدر، عنایہ ج ۲ ص ۱۸۷، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۶۹، تبیین الحقائق، شلبی ج ۳ ص ۲۸، ملتقى البحر، مجمع الانهر، در المنقح ج ۱ ص ۲۸۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۹، شامی ج ۲ ص ۸۷۹، عقود الدرر ج ۱ ص ۶۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہے (والنظم منها) والصفیرۃ لاتدفع الیہم۔ یعنی چھوٹی بچی غیر محرم عصبات (جیسے چچوں کے لڑکے) کے سپرد نہ کی جائے نیز فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے لاحق لغیر المحرم فی حضانتہ الجاریۃ یعنی غیر محرم کے لئے لڑکی کی پرورش میں کوئی حق نہیں۔

فتاویٰ قاضیخان ص ۱۹۲ میں ہے لاحق لابن العمرفی حضانتہ الجاریۃ

عہ ونحوہ فی البدائع ج ۲ ص ۲۳ و نصہ وان کان جاریۃ فلا تسلما الیہ لانہ لیس بمحرم منها لانہ یجوز لہ نکاحہا فلا یؤمن علیہا ۱۲ منہ غفرلہ



عقود الدرر ج ۱ ص ۶۲ میں ہے لاحق لابن العم و ابن الخال فی کفالة الجارية  
شامی ج ۲ ص ۸۷۹ میں ہے لاحق لابن العم فی الجارية مطلقاً۔

اس سب کا حاصل یہ کہ چچا کا لڑکا پرورش نہیں کر سکتا کہ غیر محرم ہے تو باپ کے  
چچے کا لڑکا (دار اولد بہادر) کیونکر پرورش کر سکتا ہے کہ وہ بھی غیر محرم ہے اور نسبتاً دور کا رشتہ دار ہے  
اور نانا چونکہ محرم ہے تو پرورش کر سکتا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۸۷۹، عقود الدرر ج ۱ ص ۶۲ میں ہے  
(والنظم منها) فالحضنة للجد لام لانہ رحم محرم کہ اس صورت میں بچہ پرورش  
نانے کا حق ہے کہ وہ ایسا سگاہے جو محرم ہے۔

حاصل یہ کہ دارالترکیوں کا نامحرم ہے، لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے لہذا لڑکیوں  
کی پرورش کا حق نہیں رکھتا اور نانا محرم ہے اور ننانے سے قریب کوئی اور محرم ہے نہیں تو نانا ہی  
حق دار ہے لہذا لڑکیاں اسی کے پاس رہیں۔

والله تعالى اعلم وعلمه مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ

تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

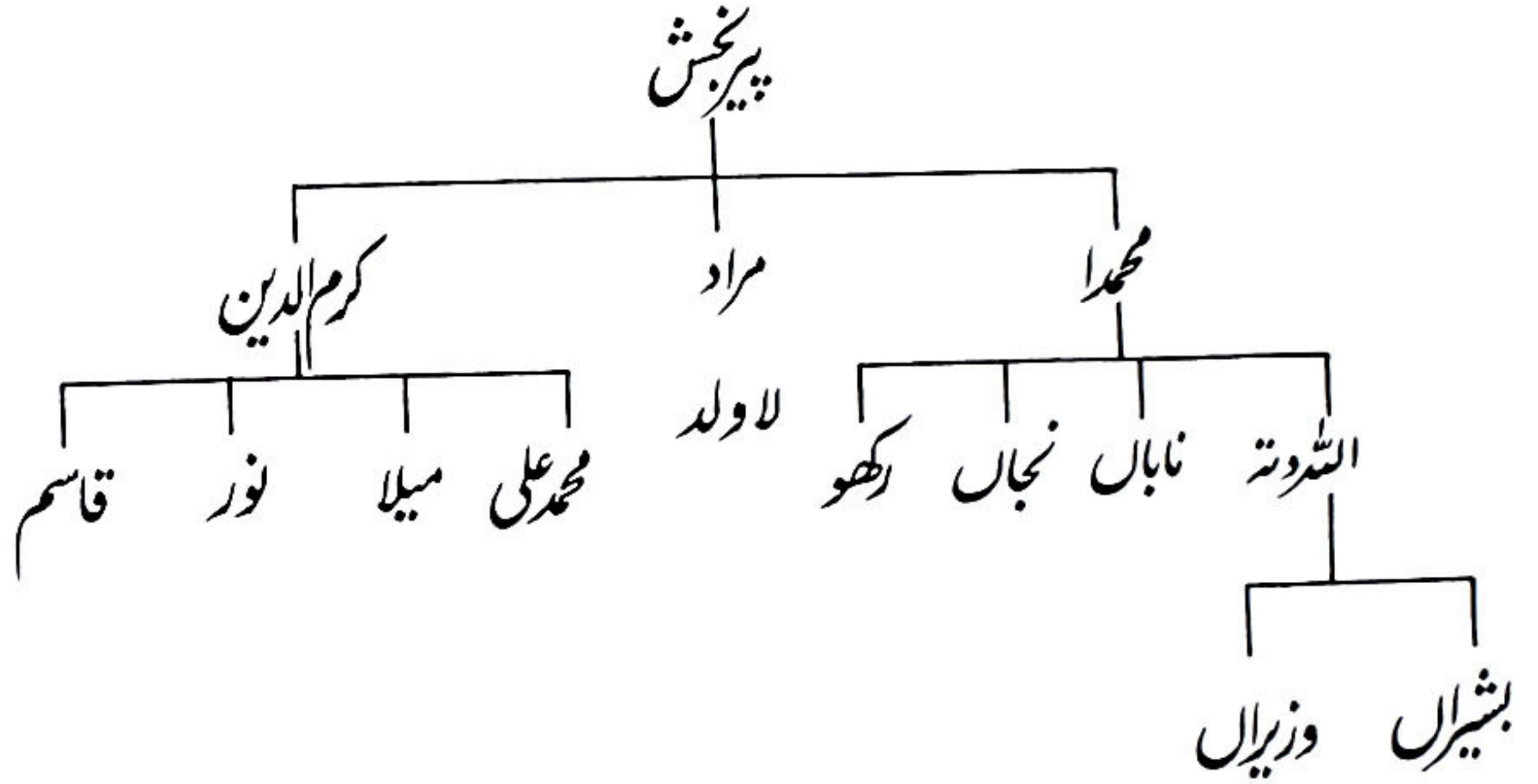
حضرت الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۷ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۷۹ھ بروز پیر

الاستفتاء

مسمی اللہ تہ ولد محمد اجب فوت ہوا اس وقت اسکی بیوی راج بخت اور دو بیٹی بہنیں  
بچاں اور رکھو اور تین چچا زاد بھائی مسمیان میلا، نور، قاسم اور دو لڑکیاں مسماۃ بشیراں اور وزیراں زندہ

تھے بعد ازاں اس کی لڑکی بشیراں فوت ہو گئی اور پھر دوسری لڑکی وزیراں بھی فوت ہو گئی تو اسکی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ نیز اسکی ایک بہن ناباں بھی تھی جو اس سے پہلے فوت ہو گئی اور یونہی اس کا چچا زاد محمد علی بھی اس سے پہلے فوت ہو چکا تھا، شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



السائل: خوشی محمد از چک ۵ تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھی



الشدتہ کے ترکہ سے راج بخت بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور دونوں لڑکیوں کیلئے دو تہائی اور باقی سب دونوں بہنوں کا ہے اور چچا زاد بھائیوں کے لئے الشدتہ کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر جب لڑکی بشیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی ماں اور بہن وزیراں اور میلا، نور، قاسم جو اس کے والد کے چچا زاد ہیں، ماں کا تیسرا حصہ اور بہن کا نصف اور باقی



تینوں چچوں کا حق ہے۔

بعد ازاں جب دوسری لڑکی وزیراں بھی فوت ہوئی تو اس کے وارث اسکی ماں راج بخت اور میلا، نور، قاسم چچے ہیں، ماں کا تیسرا حصہ ہے اور باقی سب چچوں کا ہے تو حسب القواعد اللہ دتہ کے ترکہ کے کل حصے چار سو تیس <sup>۲۳۲</sup> ہیں گے جن میں سے راج بخت کو ایک صد چوبیس حصے ملیں گے اور مسماۃ نجاں اور رکھو کو پینتالیس <sup>۴۵</sup> پینتالیس <sup>۴۵</sup> حصے اور میلا، نور، قاسم کو چھپن چھپن <sup>۵۶</sup> حصے ملیں گے مسماۃ راج بخت، اللہ دتہ خاوند اور بشیراں، وزیراں لڑکیوں کی وارث ہے لہذا اس کا حق تین طرح ثابت ہو گیا اور نجاں رکھو صرف اپنے بھائی اللہ دتہ کی وارث ہیں تو ان کا حق ایک ایک مرتبہ ہے اور مسمیان میلا، نور، قاسم مسماۃ بشیراں اور وزیراں دونوں کے وارث ہیں، ان کے لئے دو دو مرتبہ حق ثابت ہوا۔ یہ مسئلہ مناسب کا ہے اور یہ جواب سراجیہ وغیرہ سے ہے جو مذہب حنفی کی معتبر کتابیں ہیں۔ تقسیم کی صورت حسب القواعد مندرجہ ذیل ہے:

اللہ دتہ مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸، بعد ازاں بشیراں فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ از ۶ تصحیح از ۸ اور جب حسب قاعدہ ۹ کو ۲۸ سے ضرب دی گئی تو ۲۳۲ ہوئے پھر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ از ۶ تصحیح از ۹ اور ۲۳۲ سے

مسماۃ راج بخت بیوہ اللہ دتہ نجاں، اللہ دتہ کی بہن رکھو، اللہ دتہ کی بہن میلا نور قاسم، اللہ دتہ کے چچا زاد بھائی

$\frac{144}{232}$	$\frac{25}{232}$	$\frac{25}{232}$	$\frac{25}{232}$	$\frac{25}{232}$
-------------------	------------------	------------------	------------------	------------------

نوٹ : وارث وہ ہوتا ہے جو بوقت وفات میت زندہ ہو لہذا مسماۃ ناباں اور محمد علی وارث نہیں۔

نوٹ : میت کے کفن، دفن کے اخراجات اور یونہی اگر قرض ہو تو اس کے ادا کرنے کے بعد وارثوں کا حق بنتا ہے۔ یونہی اگر میت نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی تک پوری کرنے

کے بعد جو مال بچے اس میں وارثوں کے حصے ہو کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و

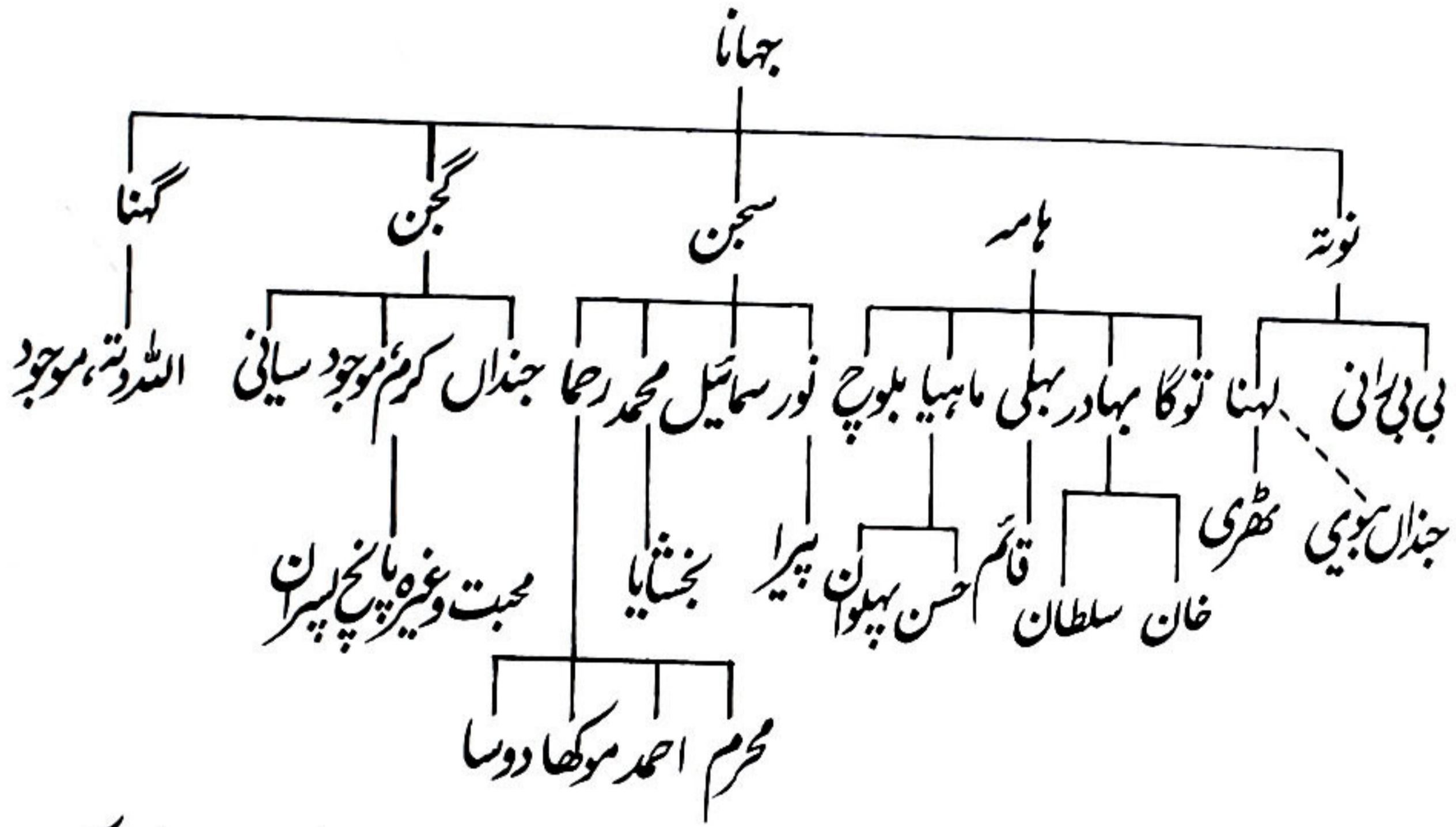
واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۹ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۶۱-۷-۳۱

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندر میں مسئلہ کہ مسملے لہنا برطانوی دور میں فوت ہو حالانکہ اس کا کوئی لڑکا یا بھائی نہیں تھا اور ایک بہن بی بی رانی تھی جو پہلے فوت ہو چکی تھی اور والدین بھی پہلے فوت ہو چکے تھے ہاں لہنا کے حقیقی دو چچوں گجن اور گہنا کے لڑکے مسیمان کرم اور اللہ دتہ موجود تھے اور اب بھی ہیں اور باقی دو چچوں ہامہ اور سجن کے لڑکے سب فوت ہو چکے تھے ہاں انکے پوتے سلطان وغیرہ زندہ تھے اور اب بھی ہیں تو انگریزی قانون کے مطابق لہنا کی کل جائداد کا انتقال اس کی بیوہ جنداں کے نام ہو گیا اور پھر جنداں کے فوت ہونے پر اس کی لڑکی ٹھری کے نام انتقال ہو گیا اب سماء ٹھری بھی فوت ہو گئی ہے حالانکہ اس کی بھی کوئی اولاد نہیں ہاں خاوند مسملے محبت موجود ہے اور باپ کے لڑکے کرم اور اللہ دتہ اور چچوں کے پوتے سلطان وغیرہ بھی موجود ہیں نیز جنداں فوت ہوئی تھی تو اس کی صرف ایک لڑکی ٹھری اور ایک بھائی کرم اور ایک بہن سیانی موجود تھے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



تو اب مسماۃ مٹھری کے فوت ہونے کے بعد مسماۃ لہنا مذکور کی جائداد کا کون کون

وارث ہے، شرعی وضاحت سے جواب دیں۔

نوٹ : توگا، ہامہ وغیرہ پانچوں حقیقی بھائی ہیں اور لویہ کریم اور جنڈاں، سیانی یہ تینوں

حقیقی بہن بھائی ہیں۔

السائل : کریم ولد گجن چک ۲۲ تحصیل دیپال پور ۶۲-۳-۵



مسماۃ لہنا کے وارث اس کی بیوی جنڈاں اور لڑکی مٹھری اور کریم اور اللہ دتہ چچا زاد

بھائی ہیں، بیوی کا اکٹھا حصہ اور لڑکی کا نصف اور باقی کریم اور اللہ دتہ کا بھتہ مساوی ہے

اور سلطان وغیرہ جو چچوں کے پوتے ہیں وہ چچا زاد بھائیوں کی موجودگی میں عصبیاتِ بعیدہ ہیں اور وارث نہیں۔ بعد ازاں جب جنڈاں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی لڑکی ٹھری اور کرم بھائی اور سیانی بہن ہے، لڑکی کا نصف اور باقی نصف کی دوہٹائی بھائی اور ایک ہٹائی بہن کا حق ہے پھر جب مسماہ ٹھری فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کا خاوند محبت اور کرم اور اللہوتہ باپ کے چچا زاد عصبیاتِ قریب ہیں۔ خاوند کا نصف اور باقی کرم اور اللہوتہ کا بھٹہ مساوی ہے اور حسب القواعد میسئلہ ۱۹۲ سے آئے گا یعنی مسئلے لہنا کی کل جائداد کے کل ۱۹۲ حصص مساوی بنانے سے تقسیم صحیح ہوگی حسب ذیل :-

پہلے لہنا فوت ہوا تو مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶ پھر جنڈاں فوت ہوئی تو مسئلہ از ۶ تصحیح از ۲۸

پھر ٹھری فوت ہوئی تو مسئلہ از ۲۲ اور تصحیح از ۱۹۲

کرم	اللہوتہ	سیانی	محبت	سلطان وغیرہ
$\frac{۶۱}{۱۹۲}$	$\frac{۶۳}{۱۹۲}$	$\frac{۲۲}{۱۹۲}$	$\frac{۵۲}{۱۹۲}$	محروم

کما فی السراجیۃ وغیرہا حسب احکام القرآن الکریم والاحادیث الشریفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ و

اصحابہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

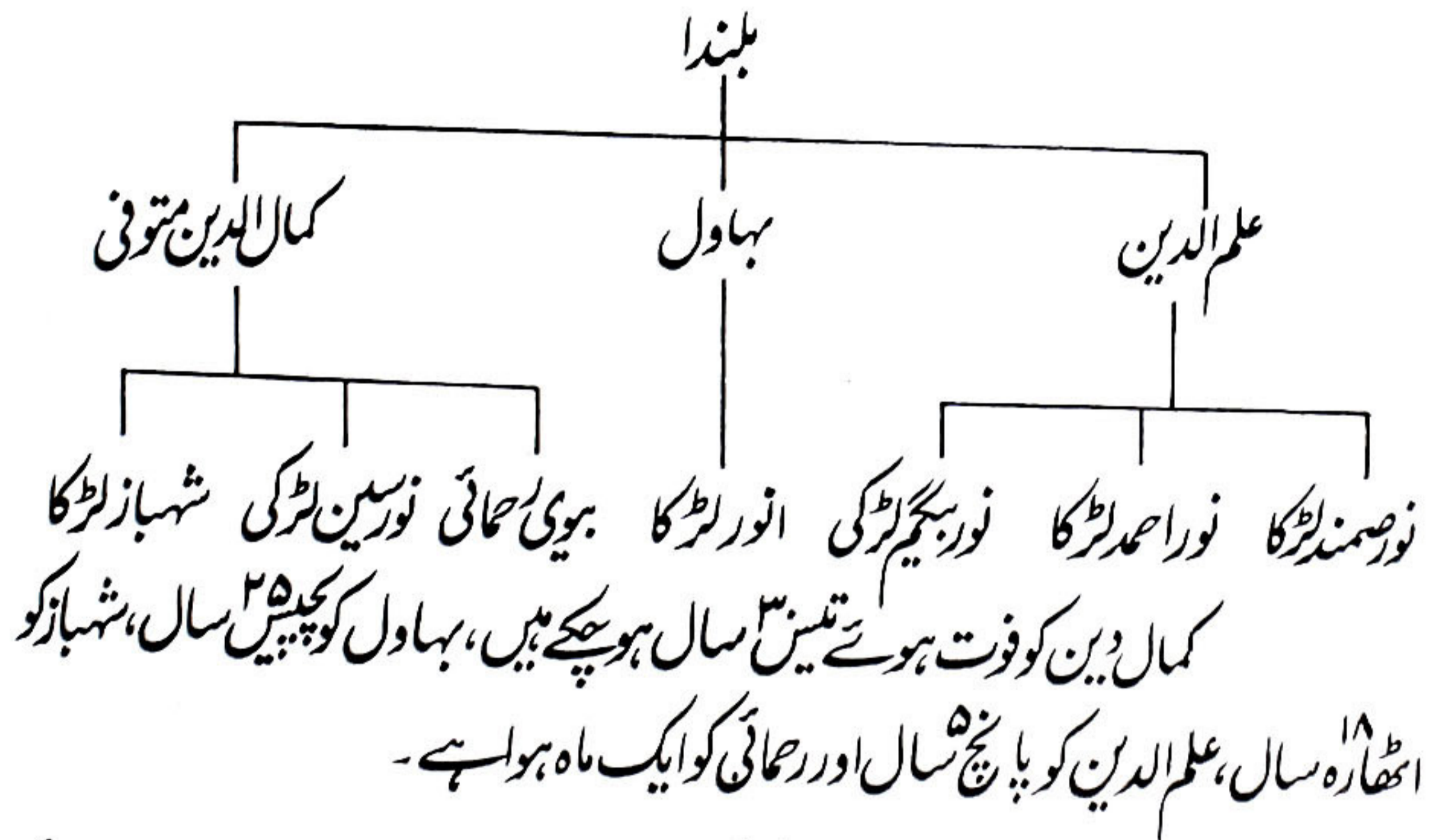
۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

مطابق ۷ مارچ ۱۹۶۲ء

# الاستفتاء

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ کمال دین متوفی کی جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا جب وہ فوت ہوا تو اس کا ایک لڑکا شہباز، ایک لڑکی نورسین، بیوی مسماۃ رحمانی، دو بھائی بہاول و علم الدین چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاول فوت ہو گیا اور ایک لڑکا نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد شہباز فوت ہو گیا اور ماں رحمانی، بہن نورسین، چچا علم الدین اور چچا زاد بھائی نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد علم الدین دو لڑکے نور صمند، نور احمد اور ایک لڑکی نور بیگم چھوڑ کر فوت ہو گیا، اس کے بعد رحمانی فوت ہو گئی ہے، شجرہ نسب حسب ذیل ہے :-



نوٹ : سائل نور صمند نے زبانی بیان کیا کہ متوفی شہباز شادی شدہ نہیں تھا اور مسماۃ رحمانی کا صرف ایک بھائی اور ایک بہن سوتیلے ہیں یعنی اس کے باپ کے ہیں اور اس نے کسی اور سے

نکاح نہیں کیا۔ بینوا توجروا۔

استفتی: العبد غلام رسول غفرلہ از حویلی لکھا برائے نور صمد  
نشان انگوٹھا نور صمد



یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو حسب القواعد اس کی تصحیح سات سو بیس سے ہوگی۔ متوفی اول کمال دین کی جائیداد کے سات بیس حصوں سے اس کی بیوی کا اٹھواں حصہ  $\frac{9}{20}$  اور باقی کی دو تہائی  $\frac{11}{20}$  لڑکے کے اور ایک تہائی  $\frac{1}{20}$  لڑکی کے ہیں۔ بعد ازاں شہباز فوت ہوا تو اس کے پاس اپنے باپ کی جائیداد سے شرعاً  $\frac{11}{20}$  تھے تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ  $\frac{11}{20}$  اور بہن کا نصف  $\frac{1}{20}$  اور باقی کل  $\frac{11}{20}$  چچا علم الدین کے ہیں۔ بعد ازاں رحمانی فوت ہوئی تو اس کے پاس اس جائیداد سے خاوند اور لڑکے کی وراثت سے کل  $\frac{11}{20}$  تھے تو اس کی لڑکی کا نصف  $\frac{11}{40}$  اور باقی اس کے سوتیلے بہن اور بھائی کا ہے، بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ ہے اور جب علم الدین فوت ہوا تو اس کے پاس اس جائیداد سے  $\frac{11}{20}$  تھے جو اس کے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کا حق ہے، ایک لڑکے کو  $\frac{11}{40}$  اور لڑکی کو  $\frac{11}{80}$  ملیں گے حسب ذیل :-

الاموات (مرے) کمال دین - شہباز - علم الدین - رحمانی ، تصحیح از سات صد بیس۔  
 الاحیاء (زندے) نور سبین ، جاگیر اور حسنا ، رحمانی کے بھائی بہن۔ نور صمند ، نور احمد ، نور نسیم ،  
 $\frac{۱۲}{۴۰}$   $\frac{۲۸}{۴۰}$   $\frac{۲۸}{۴۰}$   $\frac{۱۱۵}{۴۰}$   $\frac{۵۳۵}{۴۰}$  نور۔

مسئلے نور اس لئے محروم ہے کہ اس کا باپ بہاول شہباز سے پہلے فوت ہو گیا تھا والمسائل مصرح بھائی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

نوٹ ، سائل نے کئی بار دریافت کرنے کے باوجود بھی بعد میں جا کر بتایا کہ مسماۃ رحمانی کے بہن بھائی بھی ہیں لہذا ان دونوں کے حصے مشترک لکھے ہیں۔ اگر ان کے الگ الگ حصے معلوم کرنے ہوں تو تین کو سات صد بیس میں ضرب دے کر حصے بنا لئے جائیں تو کل دو ہزار یکصد ساٹھ حصے بنیں گے جن میں سے رحمانی کے حصے تین صد پنجاہ تیس ہونگے اور اس کے بھائی جاگیر کے  $\frac{۲۳۰}{۲۱۶}$  اور بہن حسنی کے  $\frac{۱۱۵}{۲۱۶}$  بنیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

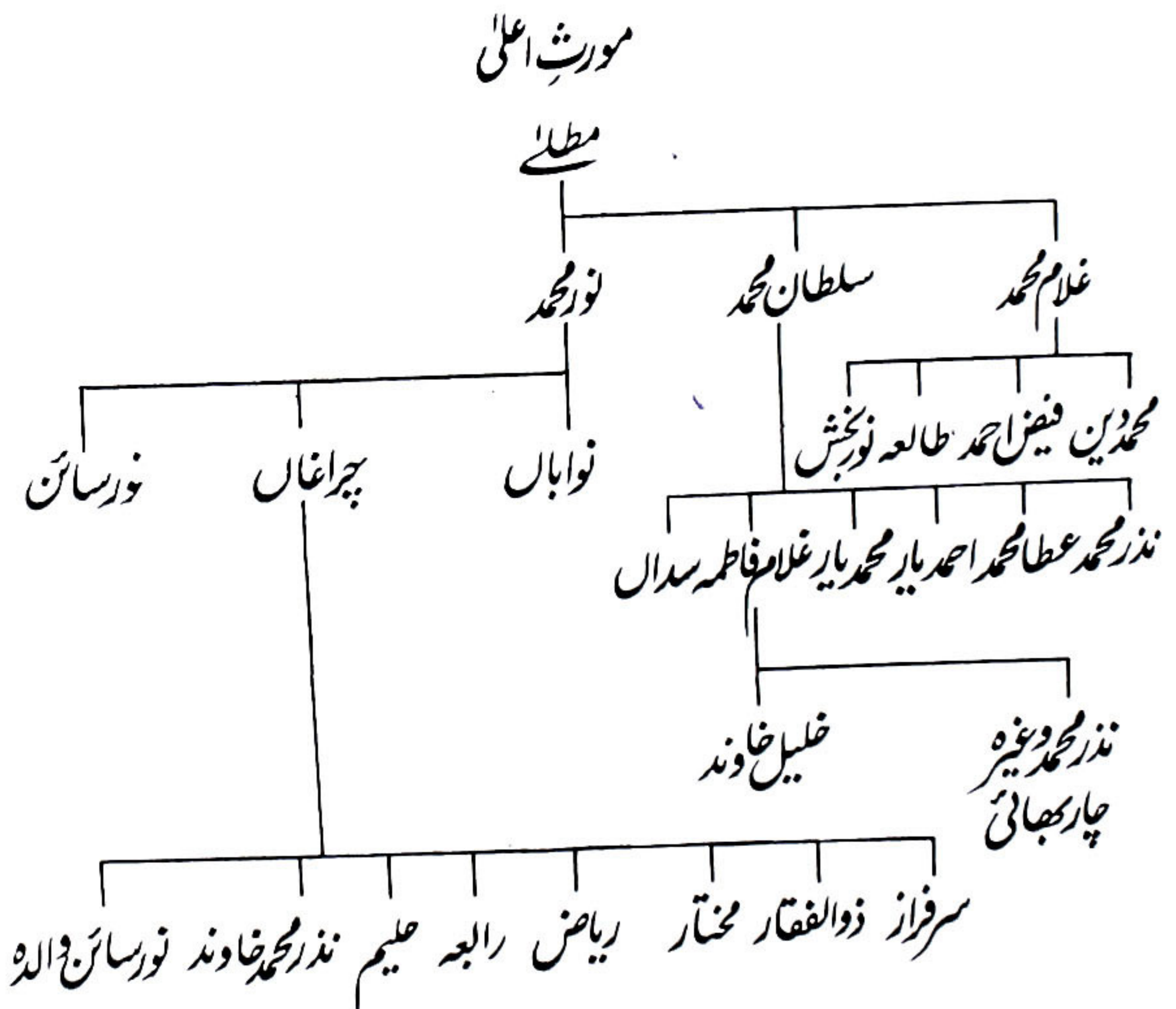
عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۶۲-۱-۱۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسئلے نور محمد ولد

مطلی فوت ہوا اس کی ایک بیوی اور دو لڑکیاں اور دو حقیقی بھائی زندہ تھے، بعد ازاں اس کا بھائی غلام محمد فوت ہوا، اس کے دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک بیوی موجود تھے، بعد ازاں نور محمد متوفی کی لڑکی نواباں فوت ہوئی جس کی ایک بہن اور ماں اور چچا زندہ تھے، بعد ازاں سلطان محمد برادر نور محمد فوت ہوا، اس کے چار لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک بیوی موجود تھے، بعد ازاں اس کی بیوی سداں، چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئی، بعد ازاں اس کی لڑکی غلام فاطمہ، چار بھائی اور خاوند چھوڑ کر فوت ہوئی نیز مسیحی غلام محمد کی بیوی مسماۃ نور بخش، دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئی اور سب کے بعد مسماۃ پیراغان دختر نور محمد فوت ہوئی، اس کی والدہ اور خاوند مسیحی، دو لڑکے، چار لڑکیاں زندہ تھے شجرہ حسب ذیل ہے :-

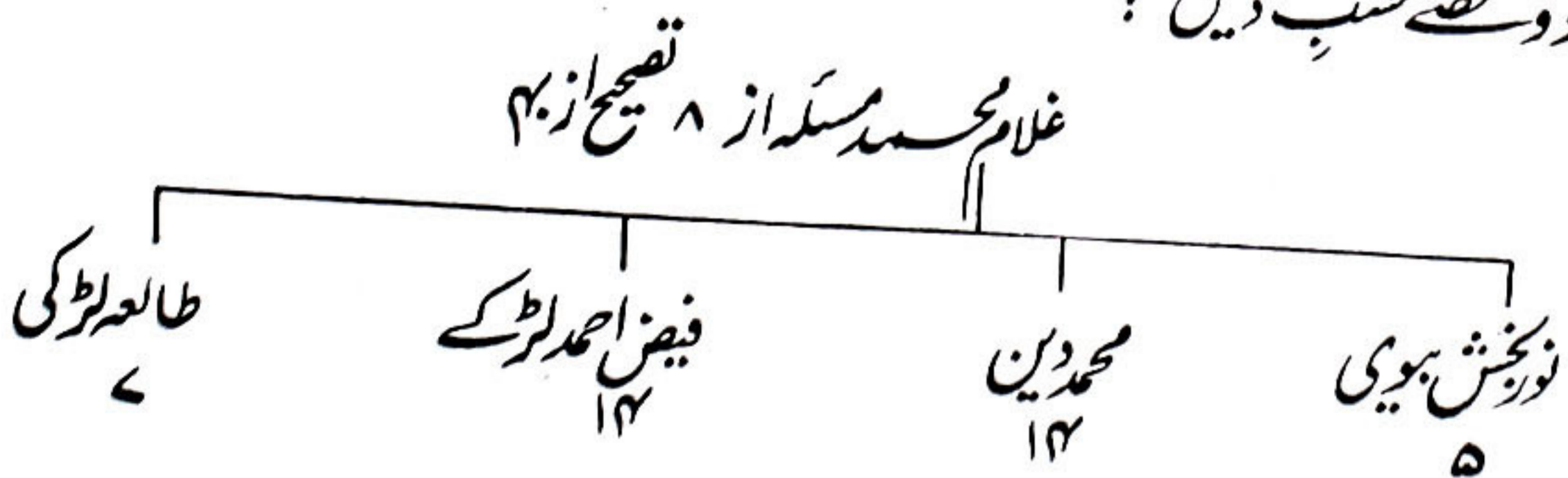
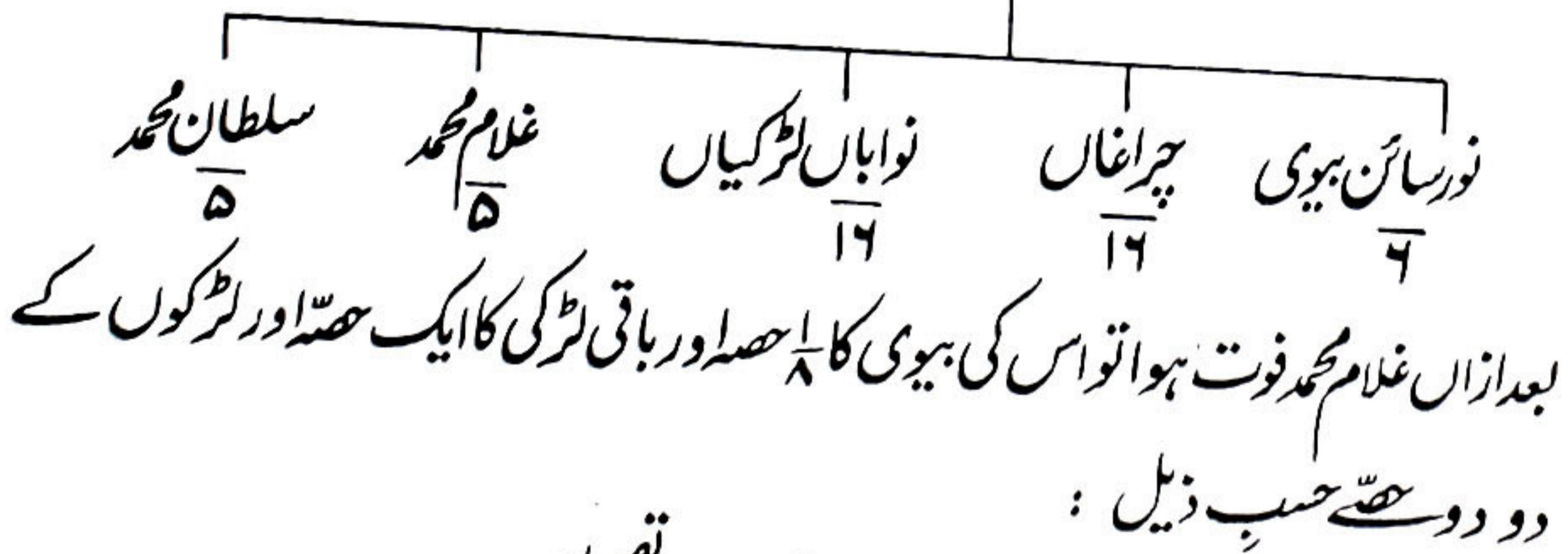




تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ متوفی نور محمد کا ترکہ شجرہ مندرجہ بالا کے موجود افراد  
میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بینوات وجود و  
السائل: نذر محمد ولد سلطان محمد سکنہ موضع بلاڑہ ڈاکخانہ کلیانہ تحصیل پاکپتن شہر فیض ضلع ساہیوال  
دستخط بکروف اردو نذر محمد ۲۶/۲

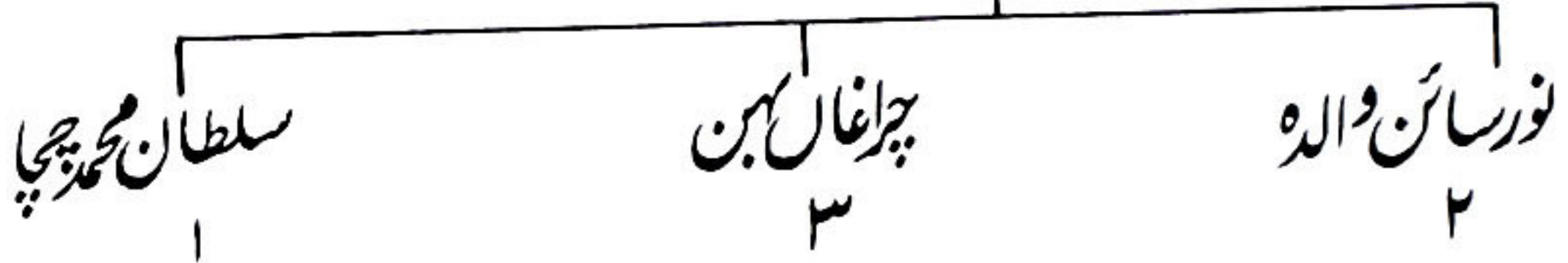


نور محمد کی لڑکیاں نواباں اور چراغاں دو تہائی کی مالک تھیں اور نور سائیں ۱/۸ حصہ  
کی اور باقی غلام محمد و سلطان محمد بھائیوں کا تھا حسب ذیل :  
نور محمد مسدہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸



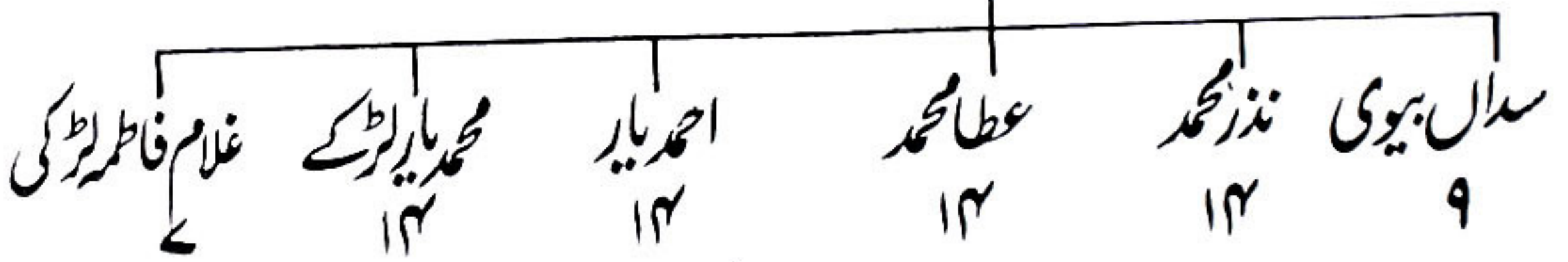
بعد ازاں مسماة نواباں فوت ہوئی تو اس کی ماں کے لئے ۱ اور چہراغاں بہن کا نصف اور باقی سلطان محمد چچا کا حق تھا حسب ذیل :

نواباں مسئلہ و تصحیح از ۶



بعد ازاں سلطان محمد فوت ہوا تو اس کی بیوی کا حق آٹھواں حصہ اور باقی سے لڑکی کا ایک حصہ اور چار لڑکوں کے دو دو حصے حسب ذیل :

سلطان محمد مسئلہ از ۸ تصحیح از ۷۲

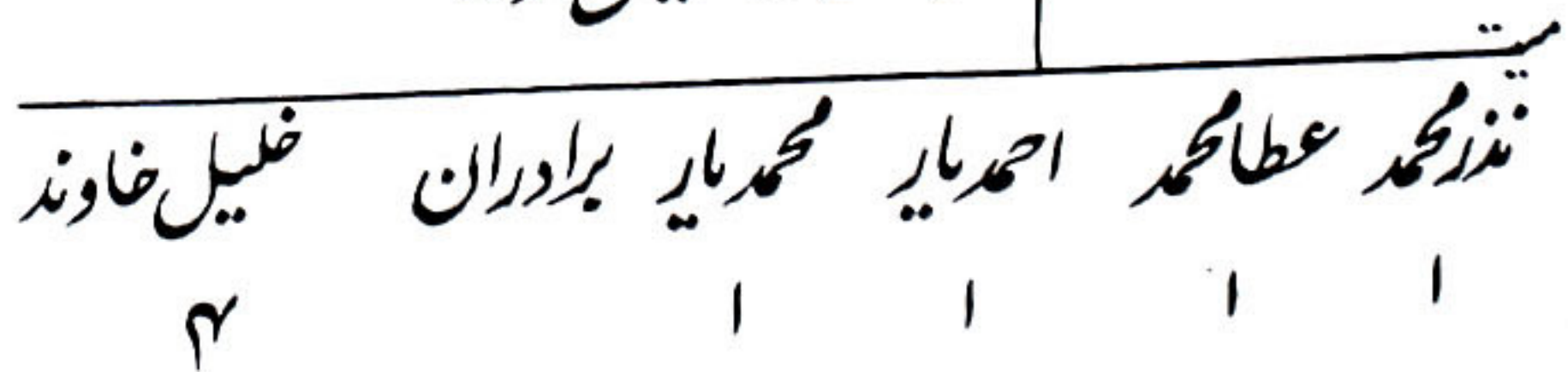


بعد ازاں مسماة سداں فوت ہوئی تو اس کی لڑکی کا ایک حصہ، لڑکوں کے دو دو حصے حسب ذیل :

سداں مسئلہ و تصحیح از ۹

نذر محمد عطا محمد محمد یار احمد یار لڑکے غلام فاطمہ لڑکی  
بعد ازاں مسماة غلام فاطمہ فوت ہوئی تو اس کے خاوند کا حق نصف ہے اور باقی چار بھائیوں کا، حسب ذیل :

غلام فاطمہ مسئلہ از ۲ تصحیح از ۸



اور جب مسماة نور بخش فوت ہوئی تو اس کے وارث دو لڑکے اور ایک لڑکی

حسب دستور ہیں، حسب ذیل :

مسماة نور بخش، مسئلہ و تصحیح از ۵

محمد دین فیض احمد لڑکے طالبع لڑکی

اور جب چراغاں فوت ہوئی تو اس کی والدہ کا حق چھٹا حصہ اور خاوند کا حق

چوتھا حصہ اور باقی سب لڑکوں اور لڑکیوں کا حق ہے، حسب ذیل :

چراغاں مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۹۶

نور سائن والدہ نذر محمد خاوند سرفراز ذوالفقار لڑکے ممتاز ریاض رابعہ حلیمہ لڑکیاں

۱۶ ۲۲ ۱۲ ۱۲ ۷ ۷ ۷ ۷

ایسا پیچیدہ مسئلہ جس میں تقسیم سے پہلے یکے بعد دیگرے ورثہ مرتے جاتے

اس کو مناسخہ کہا جاتا ہے اور تصحیح کے لئے ضربیں دے کر ترک کے حصے بنائے جاتے

ہیں چنانچہ قواعد فقہیہ کے رو سے مسی نور محمد کی جائداد کے حصے ۱۰۳۶۸ بنائے جائینگے

اور تفصیلات مندرجہ بالا کے رو سے زندہ اور موجود افراد کے حصے جو ان کو اپنے اپنے

مورثوں سے ملتے ہیں، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

نور محمد کی جائداد کے کل حصص ۱۰۳۶۸ ہیں۔

الاحیاء نور سائن محمد دین فیض محمد طالبع نذر محمد عطا محمد محمد یار احمد یار خلیل سرفراز

۳۳۱۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۱۶	۱۶۸۷	۳۹۱	۳۹۱	۳۹۱	۹۲	۷۵۶
ذوالفقار	ممتاز	ریاض	رابعہ	خلیمہ					
۷۵۶	۳۷۸	۳۷۸	۳۷۸	۳۷۸					

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آله

وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: یہ جواب فتاویٰ عالمگیری اور سراجیہ سے ہے۔

حضرت الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ سوال المکرم ۳۸۶ ۲/۴۷

## الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسبین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ محمد شریف ولد سوجا قضاہ الہی سے فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے مندرجہ ذیل وارث چھوڑ گیا :

- ۱۔ مسماۃ فیضال، بیوہ
- ۲۔ زیب الہی، دختر
- ۳۔ بصری، دختر چھوٹی
- ۴۔ محمد نور، بھائی
- ۵۔ زینب، بہن
- ۶۔ زہرہ، بہن۔

مسماۃ فیضال نے جائیداد مکان مسکنہ کو کمیٹی کے رجسٹر ہائے میں اپنے اور ہر دونوں لڑکیوں کے نام منتقل کروالی، بعد ازاں ہر دونوں لڑکیاں ایک ماہ کے اندر فوت ہو گئیں اور اب وارث مسماۃ فیضال، بیوہ۔ محمد نور، بھائی۔ مسماۃ زینب، بہن اور مسماۃ زہرہ، بہن رہ گئے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بیینواتوجروا۔

استفتی: محمد نور ولد سوجا قوم سن سکنہ حویلی کھانہ ضلع ساہیوال

(اس کے جواب میں حضرت فقیر اعظم نے سائل کے نام تحریر فرمایا: (مرتب)

”یہ وضاحت کریں کہ دونوں لڑکیاں بیک وقت فوت ہوئیں یا یکے بعد دیگرے؟“

تو پہلے کون سے فوت ہوئی؟“

ابوالخیر النعمانی غفرلہ، ۶ رذی الحجۃ المبارک ۳۸۹ھ ۱۳-۲-۷۰

(اس پر سائل نے یہ وضاحتی تخریر بھیجی:)

”پہلے بصری چھوٹی لڑکی فوت ہوئی اور تقریباً ایک ماہ بعد زینب الہی بڑی لڑکی فوت ہوئی۔ فقط“

محمد انور



یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے، حسب القواعد محمد شریف کا وہ ترکہ جو کفن و دفن اور قضاے دیون و

وصیت سے بچا، اس کے ورثہ پر حسب ذیل تقسیم ہوگا:

محمد شریف مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶ ص ۳۰۸

فیضان بیوی زینب الہی لڑکی بصری لڑکی محمد انور بھائی زینب بن زہرہ بن

۱۵:۳x۵ ۱۵:۳x۵ ۳۰:۳x۱۰ ۹۶:۳x۳۲ ۹۶:۳x۳۲ ۳۶:۳x۱۲

بعد ازاں بصری فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ حسب ذیل ہے:

بصری مافی البید ۳۲، مسئلہ از ۹۶ تصحیح از ۹۶ اور حسب القاعدہ محمد شریف کے ورثہ کے حصوں کو بھی تین میں

ضرب دیے کر بڑھایا جائے گا،

فیضان والدہ	زیب الہی بہن	محمد انور چچا	زینب پھوپھی	زہرہ پھوپھی
۳۲	۲۸	۱۶	محروم	محروم

بعد ازاں زیب الہی فوت ہوئی تو اس کا سہ حصہ ذیل ہے :

زیب الہی مافی الید از حصہ آب ۹۶ و از حصہ بصری بہن ۲۸ کل : ۱۲۴، مسدہ از ۶

فیضان والدہ	محمد انور چچا	زیب الہی پھوپھی	زہرہ پھوپھی
۲۸	۹۶	محروم	محروم

تو اب زندہ وراثت کے حصے حسب ذیل بنے از ۲۸۸ حصص :

۱۔ فیضان از ترکہ زوج : ۳۶	۲۔ محمد انور از ترکہ برادر : ۳۰	۳۔ زینب از ترکہ برادر : ۱۵
از ترکہ بصری دختر : ۳۲	از ترکہ بصری بھتیجی : ۱۶	۴۔ زہرہ از ترکہ برادر : ۱۵
از ترکہ زیب الہی دختر : ۲۸	از ترکہ زیب الہی : ۹۶	
۱۱۶	۱۲۴	کل : ۲۸۸

کذا فی السراجیۃ والہندیۃ وغیر ہما من اسفار المذہب

المذہب الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

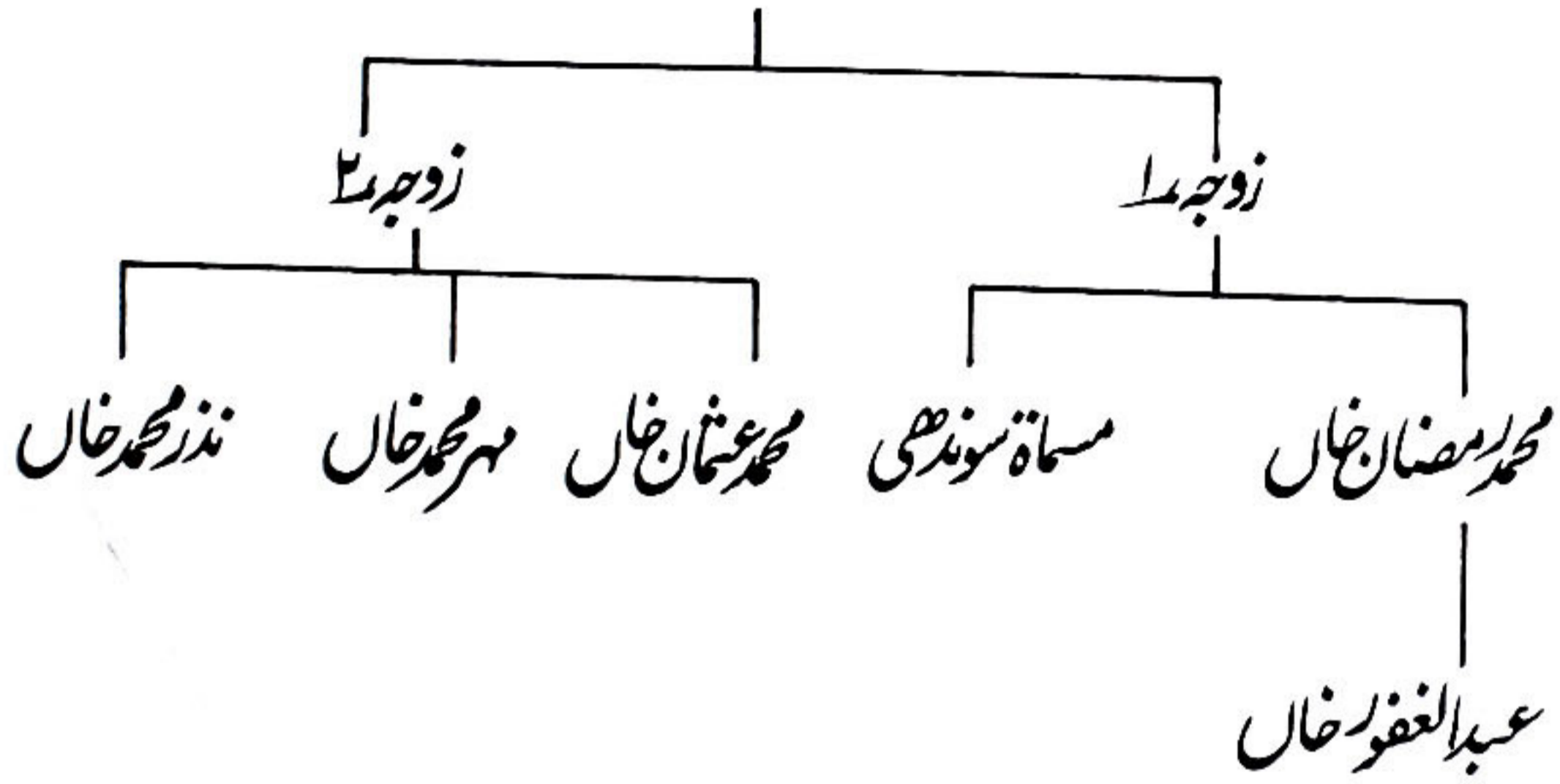
۱۴ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ

۲۰/۲/۴۰

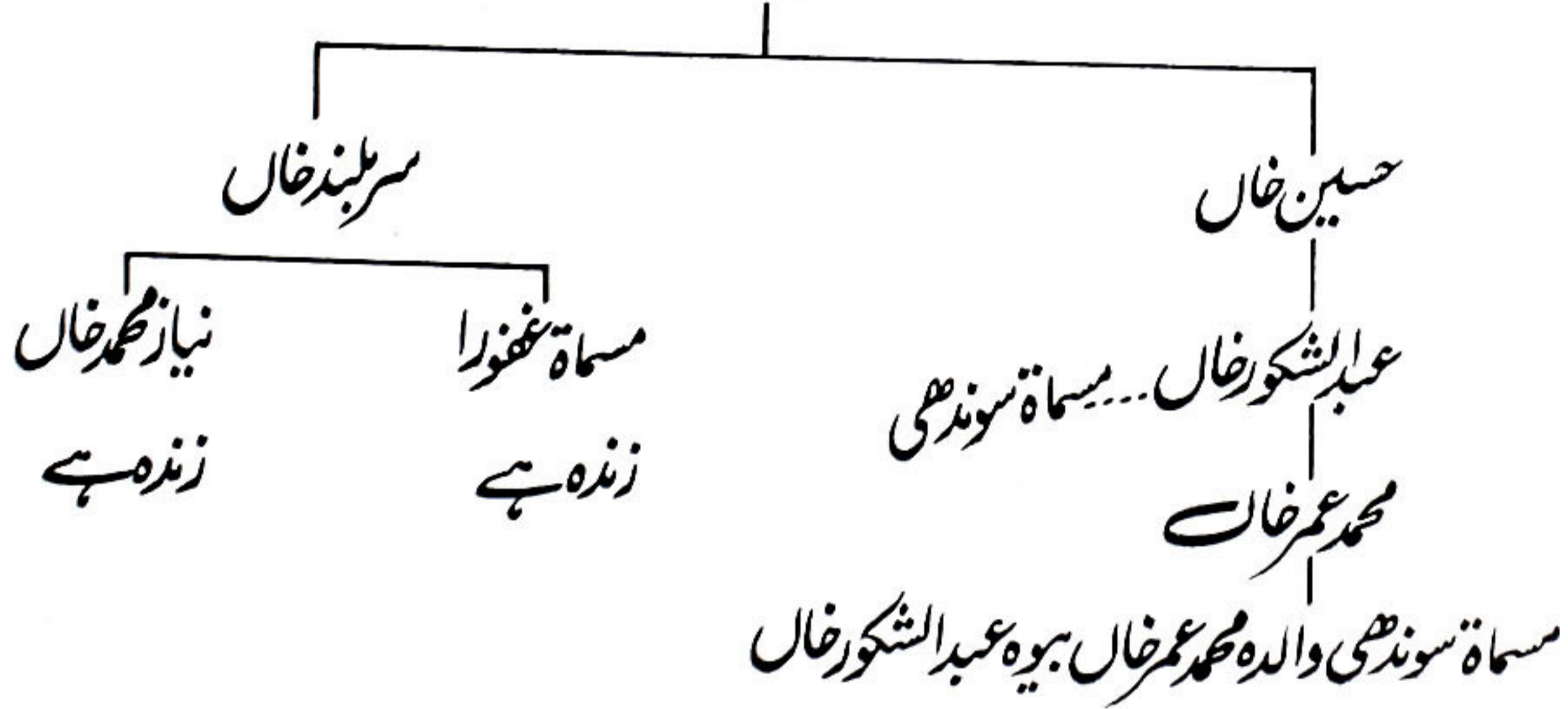
# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میراث میں جس کا شجرہ نسب ذیل میں درج ہے  
مسماة سونڈھی متوفیہ کے بازگشت حق داران۔ جواب باثواب سے بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں۔

محمد حیات خاں



حید خاں



نوٹ: عبدالشکور ۱۹۲۶ء میں مقام ٹوہانہ میں فوت ہوا۔

محمد عمر خاں ۱۹۳۷ء میں مقام ٹوہانہ میں فوت ہوا۔

مسماة سونڈھی ۱۹۶۰ء میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوئی۔  
 محمد مصان خاں ۱۹۶۹ء میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوا۔  
 مسماة سونڈھی کے خاوند عبدالشکور خاں کے بازگشت مقدار ان کی بھی وضاحت کی جائے۔  
 سر بلند خاں عبدالشکور خاں سے پہلے فوت ہوا۔

العارض

سعید اختر خاں ولد عبد الغفور خاں مورخہ ۱۱/۲۶



عبدالشکور خاں کے وارث مسماة سونڈھی زوجہ اور مسماة محمد عمر خاں لڑکا ہیں،  
 حسب ذیل :

عبدالشکور خاں مسئلہ از ۸ تصحیح بعد از مناسخہ از ۲۲

محمد عمر خاں لڑکا

سونڈھی زوجہ

$\frac{۷}{۸}$

$\frac{۱}{۸}$

$\frac{۲۱}{۲۲}$

$\frac{۳}{۲۲}$

بعد ازاں محمد عمر خاں فوت ہوا تو اس کے جائز وارث اسکی والدہ سونڈھی اور نیاز محمد خاں

جو اس کے والد کے چچا کا لڑکا ہے۔



مسئلہ از ۳ اور تصحیح حسب القواعد از  $\frac{۲۱}{۲۴}$  ہے، حسب ذیل :

محمد شکر خاں مسئلہ از ۳ تصحیح از  $\frac{۲۱}{۲۴}$

سوندھی والدہ نیاز محمد خاں عصبہ

$\frac{۱۲}{۲۴}$

$\frac{۴}{۲۴}$

بعد ازاں مسماة سوندھی فوت ہوئی تو اس کا وارث اس کا بھائی محمد رمضان خاں ہے حسب ذیل :

مسماة سوندھی مافی الیہ ۳ از خاوند اور ۱ از لیسر کل ۱۰ حصے ہیں

محمد رمضان خاں عصبہ

لہذا عبد الشکور خاں کی کل مملو کہ جائیداد کی تقسیم حسب ذیل کی جائے :

عبد الشکور خاں کی جائیداد کے کل ۲۴ حصے الاحیاء (زندگان) نیاز محمد خاں اور

محمد رمضان خاں میں از روئے قواعد یوں تقسیم ہوں گے کہ مسمیٰ نیاز محمد خاں کے  $\frac{۱۲}{۲۴}$  ہیں اور محمد رمضان خاں

کے  $\frac{۱۲}{۲۴}$  ہیں کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۱ - ۲ - ۶۶

الاستفتاء

سائل مظہر کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے جس کا ایک بچہ اور خاوند اور والدہ والدہ

اور بہنیں بھائی زندہ موجود تھے، بعد ازاں وہ بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم کی جائے زیور، کپڑا، برتن وغیرہ

سائل

مسئلہ محمد شریف ولد بشیر احمد، سکنا بھلہ پورن کمبوہ خاص ۲۹ ۱/۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوْبَةَ وَالصَّوَابَ  
الْجَوَابُ

یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے تو اصل میں خاوند کا حصہ کل مال سے چوتھائی ہے اور ماں اور باپ کا چھٹا چھٹا حصہ اور باقی بچے کا ہے اور جب بچہ بھی فوت ہو گیا ہے تو بچہ کا کل حصہ بھی باپ کا ہے جو اس عورت متوفیہ کا خاوند ہے۔ حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے جو صحیح ہے حسب ذیل :

عورت مسئلہ از ۱۲

میت	خاوند	بچہ	ماں	باپ	بہن	بھائی
	$\frac{۳}{۱۲}$	$\frac{۵}{۱۲}$	$\frac{۲}{۱۲}$	$\frac{۲}{۱۲}$	x	x

پھر جب بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کا کل حصہ بھی اس کے باپ کا حق ہے، تو مسئلہ حسب ذیل :

عورت پھر اس کا بچہ مسئلہ از ۱۲

میت	خاوند جو بچے کا باپ ہے	ماں	باپ	عورت کے بہن بھائی
	$\frac{۸}{۱۲}$	$\frac{۲}{۱۲}$	$\frac{۲}{۱۲}$	x x

کما فی القرآن الحکیم والسراجیۃ -  
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ  
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشدائی نعمی غفرلہ  
۱۵ ذی القعدة الحرام ۱۳۹۶ھ ۲۹/۷

## الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ پیر نظام الدین صاحب جب فوت ہوئے تو انہوں نے پندرہ ایکڑ زمین وراثت میں چھوڑی اور متوفی کے دولٹ کے (ہدایت محمد، محمد علی) اور ایک دختر مسماة امیرنشاں تھی، اپنے باپ کی وراثت سے مسماة مذکورہ کو کتنا حصہ ملا اور پھر پیر ہدایت محمد صاحب جب فوت ہوئے تو مسماة مذکورہ اپنے بھائی متوفی کی وراثت سے کتنے حصہ کی حقدار ہوگی اور بعد میں مسماة مذکورہ کا بھائی محمد علی فوت ہوا تو اس متوفی کا ایک لٹکا اور ایک لٹکی اور ایک پوتا تھا محمد علی متوفی کی جائیداد سے ان کی بہن مسماة مذکورہ کا کتنا حصہ ہوگا، مسماة امیرنشاں کتنی زمین کی حقدار ہے؟

پٹواری کہتا ہے کہ مسماة امیرنشاں کو اپنے بھائی ہدایت محمد جو کہ لاولد فوت ہوا، اس سے تو حصہ ملے گا اور محمد علی چونکہ صاحب اولاد ہے اس لئے اسکی وراثت سے کوئی حق نہیں مہربانی فرما کر قرآن و حدیث سے مدلل جواب تحریر فرمادیں اور مدرسہ کی مہر

بھی ثبت کریں۔

السائل: پیر محمد شریف حسینی، موضع شرف پور (اردو پورہ) تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر



ہاں پٹواری سچا ہے، مسماۃ امیر نشان کو مسماۃ محمد علی کی وراثت سے حصہ نہیں ملیگا کیونکہ اس کے لڑکا اور لڑکی ہے اور اپنے باپ سے اسے حکم للذکر مثل حظ الانثیین تین ایکڑ ملیں گے اور مسماۃ ہدایت محمد کو چھ ایکڑ اور مسماۃ محمد علی کو بھی چھ ایکڑ ملیں گے اور جب مسماۃ ہدایت محمد فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک بھائی اور بہن ہیں تو مسماۃ امیر نشان کو اس کی وراثت سے حکم وان كانوا اخوة رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین دو ایکڑ ملیں گے اور مسماۃ محمد علی کو چار ایکڑ ملیں گے اور جب مسماۃ محمد علی فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو پہلی آیت کی رو سے لڑکے کو ۶ ایکڑ ۵ کنال ۶ مرلے اور ۶ سرسہاہی اور لڑکی کو ۳ ایکڑ ۲ کنال ۱۳ مرلے اور ۳ سرسہاہی ملے گا۔

یہ نسخہ کا ہے ہکذا:

نظام الدین مسئلہ از ۵ و تصحیح از ۱۵

امیر نشان	محمد علی	ہدایت محمد
$\frac{3}{15}$	$\frac{6}{15}$	$\frac{6}{15}$

ہدایت محمد مسئلہ و تصحیح از ۶

امیرنشاہ بن

$\frac{۲}{۶}$

محمد علی بھائی

$\frac{۲}{۶}$

محمد علی مسئلہ از ۳

پوتا

x

لڑکی

۱

لڑکا

۲

یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ کوئی اور وارث نہ ہو اور اگر مسئلے نظام الدین کی بیوی اس کی وفات کے وقت موجود تھی یا ہدایت محمد کی بیوی یا محمد علی کی بیوی یا والدہ تو حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد

والہ واصحابہ اجمعین۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

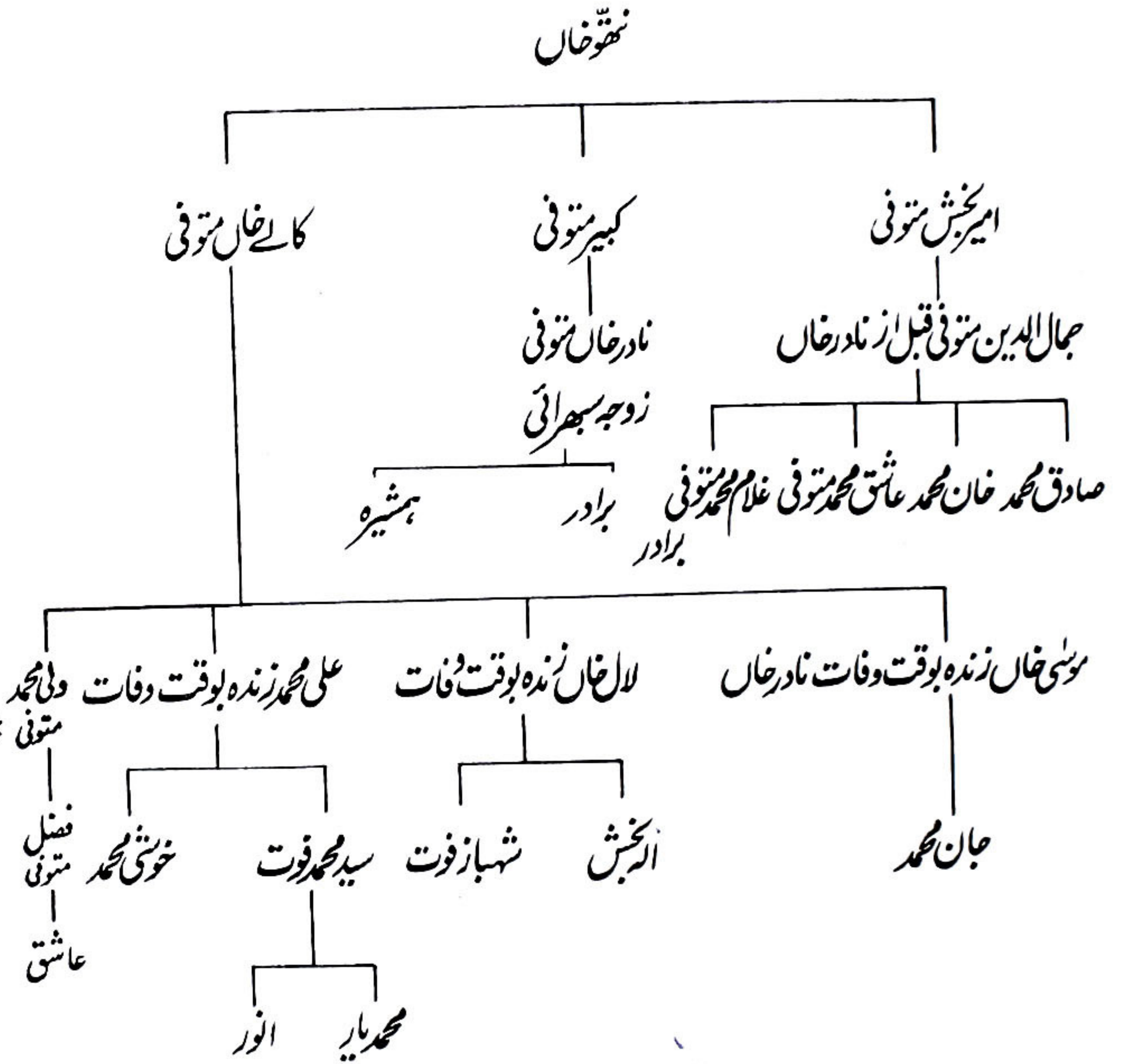
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

۲۵-۳-۸۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سنی نادریاں لاولد

فوت ہوا اور شجرہ نسب اس کا حسب ذیل ہے :-



انگریزی قانون کے مطابق کل جائیداد نادرخاں کا اس کی بیوی بھرائی کے نام انتقال ہوا اب بھرائی مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی زندہ ہیں لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ نادرخاں کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے اور اس کے جدی رشتے داروں کے کون کون مستحق ہیں اور بھرائی کے بہن بھائی بھی کچھ حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔

سائل: خوشی محمد از صالح وال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْبُؤْسَ وَالضُّوْبَ

مسماة سبھرائی بیوی متوفی کے کل مال مورث کی چوتھائی کی مستحق ہے اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ وَقَرَّانِ كَرِيمٍ پاره چہارم اور مسماں موسے خاں، لال خاں، علی محمد خاں باقی تین حصوں کے برابر حقدار ہیں۔ قرآن کریم میں ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانُ وَالْأَقْرَبُونَ (پاره چوتھا) کیونکہ نادر خاں کے اقربوں یعنی زیادہ قریبی رشتہ دار اس کی وفات کے وقت یہی تھے، حدیث شریف اور مذہب اہل سنت وجماعت کی فقہ مبارک کا یہی فیصلہ ہے، حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم مصرح ہے فَلَوَلِيٌّ رَجُلٌ ذَكَرَ، سراجیہ میں ہے الرِّبْعُ لِلوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْإِبْنِ ص ۷۷، ۸ نیز ص ۱۲ میں ہے وَجُزْءُ جَدِّهِ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ أَوْ رَجَبُ سَبْرَائِيٍّ وَمُوسَى خَاں وَغَيْرُهُ فَوْتَ هُوَ يَحْكُمُ فِي تَوَانِ الْوَارِثِ، ہی حقدار ہیں انہیں دلائل مذکورہ بالا سے سبھرائی کا چہارم حصہ بہن اور بھائی کا ہے، چہارم کا تیسرا بہن اور دو حصے بھائی کے ہیں اور موسے خاں، علی محمد خاں، لال خاں کے وارث ان کی اولاد زینہ و مادہ حسب دستور یعنی لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ اور ان کی بیویوں کا آٹھواں آٹھواں حصہ، غرضیکہ مورث کی وفات کے وقت جو زندہ ہو وہی وارث ہوتا ہے مردہ وارث نہیں ہو سکتا لہذا جمال الدین خاں، ولی محمد خاں، نادر خاں کے وارث



نہیں ہو سکتے اور جب وہ وارث نہ ہوتے تو ان کی اولاد وغیرہ کیسے وارث بن سکتے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ  
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ











## بَابُ مَسَائِلِ الشُّكِّ

### الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ دربار حضرت خواجہ عبدالکریم صاحب کے مجاور میاں محمد دین متونی کے تین بھائی مجاوری سے بے دخل ہیں، اب ان کے فوتیگی کے بعد محمد فاضل پشور مجاور اور خادم ہے مگر ایک چچا کی لڑکی تنگ کرتی ہے اور حق وراثت مانگتی ہے اس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور دو چچے محمد فاضل کے زندہ ہیں جنہوں نے تحریر کر دیا ہے کہ ہمارا کوئی حق نہیں اور نہ ہی ہمارے بھائی احمد دین لڑکی مدعیہ کے باپ کا کوئی حق تھا، جاہل از دین وغیرہ کوئی شے نہیں صرف چرائی اور کچھ غلہ لوگ بطور خود دے دیتے ہیں اور دیتے بھی محمد فاضل کو

سہ علم والے اس حدیث پر عمل کرتے ہیں ۱۲ سے غفر

ہیں تو کیا اندریں صورت احمد دین متوفی چچا محمد فاضل کی لڑکی کا دعویٰ حق وراثت صحیح ہے یا نہیں؟  
بینوا توجروا۔

سائل: محمد فاضل از دربار خواجہ عبدالکریم صاحب چک، تحصیل پاکپتن ضلع مظفری



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو چچا کی لڑکی کا دعویٰ غلط ہے اور اس کا کوئی حق نہیں کہ حق وراثت ترکہ میں ثابت ہوتا ہے اور ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو، تعریفات ص ۲۹ میں ہے ہوا المال الصافی عن ان یتعلق حق الغیر بعینہ تو ثابت ہوا کہ یہ حق چراغی وغیرہ چونکہ مال نہیں تو ترکہ بھی نہیں لہذا لڑکی کا کوئی حق نہیں اور بالخصوص جب اس کے والد احمد دین کا بھی اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا تو لڑکی کا کیسے حق ہو سکتا ہے، پھر جب لوگ اپنا مال تیل، غلہ، نقدی دیتے ہی محمد فاضل کو ہیں تو لڑکی کیوں مانگتی ہے، بہر حال لڑکی کا کوئی حق نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الردی القعدۃ المبارکۃ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید سردار علی شاہ صاحب ولد سید امام شاہ صاحب نے اپنے تین بیٹوں مسدیان سید حیدر شاہ، سید زمان شاہ، سید امیر علی شاہ کی اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ہر ایک کو روبرو گواہاں کے بھٹہ برابر تقسیم کر دیا اور مالک قابض بنایا اور آپ اپنے بڑے بیٹے سید حیدر شاہ کیساتھ گزر کرتے رہے اور بڑا بیٹا سید حیدر شاہ کچھ عرصہ کے بعد قضاۃ الہی سے فوت ہو گیا پھر بھی سید سردار شاہ صاحب حیدر شاہ کی اولاد یعنی ان کے اپنے پوتے جن کے ساتھ گزراوقات کرتے رہے جس طرح آپ نے اپنے بیٹے کو مالک بنا دیا اسی طرح پوتوں کو بھی جائیداد کا مالک بنایا گیا اور پوتوں کے ساتھ گزراوقات کرتے رہے حتیٰ کہ سید سردار شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال بھی پوتوں کے ہاتھوں میں ہی ہوا اور سید سردار شاہ صاحب کا انتقال بھی ان ہی پوتوں کے ہاتھ میں ہوا اور پوتوں نے ان کا کفن و دفن اچھے رسم و رواج سے کیا جنکے نام مندرجہ ذیل ہیں :

احمد علی شاہ فرزند علی شاہ نادر علی شاہ وغیرہ

غرضیکہ ان تینوں کو روبرو گواہاں جس طرح اپنے لڑکے حیدر شاہ کو مالک بنایا تھا اسی طرح اسکی اولاد کو بھی اسی جائیداد کا مالک قابض بنایا اور تصور کیا، گواہاں کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱- میاں سردار علی ولد میاں محمد دین محب علیکا

۲- میاں سرفراز ولد میاں احمد بخش میاں

۳- سید حامد حسین ولد سید شہباز حسین

۴- سید ذاکر حسین ولد سید خادم حسین نمبر دار



۵۔ سید محمد عباس شاہ ولد سید محمد حسین شاہ، سجادہ نشین شیر گڑھ

۶۔ سید فیض علی شاہ ولد سید مدد علی شاہ

۷۔ قاضی غلام علی ولد قاضی قائم الدین انصاری

۸۔ حافظ محمد دین ولد مولوی غلام حسین صاحب بھٹی وغیرہ

ان کے علاوہ تمام ضلع مظفر گڑھ کے زمینداروں اور رعایا لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سید سردار شاہ صاحب اپنے پوتوں کو مالک بنا گئے ہیں۔

العبد

سید احمد علی شاہ ولد سید حمید شاہ، قصبہ شیر گڑھ ۲۵۹

گواہ شد

گواہ شد

گواہ شد

سید ذاکر علی شاہ نمبر دار

حامد حسین بھٹلم خود

غلام علی ولد قائم الدین بھٹلم خود

گواہ شد

گواہ شد

سید فیض علی شاہ بھٹلم خود

حافظ محمد دین بھٹلم خود

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ سید سردار شاہ صاحب نے اپنی صحت اور درستی ہوش و حواس میں پوتوں کو مالک و قابض بنایا اور کئی سال اپنے پوتوں کے پاس رہ کر فوت ہوئے تو کیا ایسی صورت میں سردار شاہ صاحب کے لڑکے پوتوں کو بے دخل کر سکتے ہیں؟



شرعیاً یہ ہے جو قبضہ سے مکمل ہو گیا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۲ میں ہے قولہ

هذه الدار لك وهذه الارض لك هبة لعيني انسان كا كهنا كه به جو ملي تيرے لئے ہے يا به زمين تيرے لئے ہے، پہبہ ہے، لہذا بے دخل نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مؤرخہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ بروز جمعۃ المبارک

۶-۱۱-۵۹

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں سید احمد شاہ مرحوم نے ترکہ میں بیس ایکڑ اراضی جس میں ٹیوب ویل لگا ہوا تھا، چھوڑی تھی، اس کی ایک بیوہ، تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جن میں مذکورہ اراضی بمطابق قانون شریعت تقسیم کی گئی ہے جس پر وہ قابض ہیں مگر لڑکے کہتے ہیں کہ ٹیوب ویل میں بیوہ اور لڑکیاں حقدار نہیں ہیں حالانکہ ٹیوب ویل بھی سید احمد شاہ مذکور نے خود لگوا یا تھا، اس کے متعلق حدیث قرآن کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ بیوہ اور لڑکیاں ٹیوب ویل میں حقدار ہیں یا کہ نہیں؟ آپ کی



عین نوازش ہوگی۔ فقط

منجانب: مسماں بیوہ سید احمد شاہ مرحوم اور لڑکیاں  
کٹی پیر احمد شاہ داخلی ماہلہ کن تحصیل دیپ لپو ر ضلع ساہیوال

۲۱-۱۱-۷۹



از روئے قرآن کریم اور حدیث پاک ترکہ کی ہر ایک چیز میں تمام وارثوں کا  
حق ہے جبکہ قرض اور وصیت نہ ہو، اگر قرض و وصیت ہو تو ادائیگی قرض و وصیت  
حسب دستور شرع اطہر کے بعد بھی باقی ترکہ میں سب وارث حقدار ہیں۔ قرآن کریم میں ہے  
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور یونہی حدیث پاک  
صحیح بخاری وغیرہ کتب فقہ میں مصرح و مشرع ہے۔

واللہ اعلم بالصواب و صلی اللہ علی سیدنا محمد و

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ ذوالحجۃ المبارک ۱۳۹۹ھ

۲۱-۱۱-۷۹



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے مسامات امیر بی بی کی شادی مسٹے افضل محمد سے عرصہ تقریباً ۳۵ سال قبل ہوئی تھی۔ شادی کے بعد مسٹے افضل محمد خاوند نے اپنی بیوی کو اپنی زمین ملکیت کا ۱/۴ حصہ بطور تملیک زبانی واسطے گزارہ تاحیات منتقل کرایا۔ اب مسٹے امیر بی بی عرصہ دس بارہ سال سے عدم پتہ ہے، اس کی فوتیگی کی تصدیق نہیں ہو سکتی اور افضل محمد کو بھی ۱۹۶۵ء میں فوت ہو گیا تھا۔ افضل محمد کے تین بھائی زندہ ہیں اور مسماۃ امیر بی بی کا ایک بھائی اور بہن زندہ ہے لہذا مذکور جائیداد تملیک زبانی واسطے گزارہ کے برائے شرع محمدی کون کون حقدار ہیں۔

السائل

سید محمد عبدالغفار شاہ غفرلہ

سکنہ ساہو کا تحصیل لویا

ضلع وہاڑی



اگر یہ سوال صحیح ہے تو امیر بی بی کی وفات کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے

اور اگر شہادت سے وفات ثابت نہ ہو سکے تو اس کی پیدائش سے پورے نوے سال گزر جانے پر موت کا حکم ہوگا تو اس کی ملکیت اراضی وغیرہ کے وارث اس کے بہن بھائی ہی ہیں اور جو بطور گزارہ تھی تو اس کے وارث فضل محمد وارث نہیں ہیں کما فی کتب المذہب من السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم

و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ۲۹-۶-۸۰





# فہرست آیات مبارکہ

- ۱- ان بعض الظن اثم 175'86 12 / 49
- ۲- فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم 88 194 / 2
- ۳- والذين هم لامنتهم و عهدهم راعون 135 8 / 23
- ۴- يا ايها الذين آمنوا اوفوا بالعقود 146'137 1 / 5
- ۵- ان الله يامرکم ان تؤدوا الامنت الى اهلها 151'137 58 / 4
- ۶- احل الله البيع 148 275 / 2
- ۷- الا ان تكون تجارة عن تراض 148 29 / 4
- ۸- عفى الله عنها 503'176 101 / 5
- ۹- يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين 180 278 / 2



۱۰- فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و

رسوله

189 279 / 2

199 279 / 2

۱۱- لا تظلمون ولا تظلمون

210 128 / 4

۱۲- و الصلح خير

۱۳- يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل

حظ الانثيين

'300 '292 '235 11 / 4

'461 '432 '358

594 '545 '502

۱۴- للرجال نصيب مما ترك الوالدان و

الاقربون و للنساء نصيب مما ترك الوالدان و

الاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا

'284 '257 '235 7 / 4

'310 '303 '288

'353 '329 '320

'362 '359 '356

'368 '364

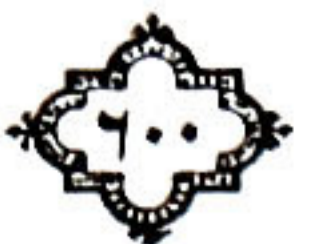
'383 '381 '374

'447 '443 '390

509

316 '278 '254 11 / 4

۱۵- من بعد وصية يوصى بها او دين



509 '278	11 / 4	١٦- ولا بويه لكل واحد منهما السدس
'292 '280 '278	12 / 4	١٧- فلهن الثمن مما تركتم
'368 '330 '316		
'461 '430 '405		
502		
'293 '283 '278	11 / 4	١٨- وان كانت واحدة فلها النصف
'300 '296		
'316 '311 '305		
443 '430 '405		
		١٩- و لهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد
'290 '289 '288	12 / 4	
'356 '335 '320		
'450 '413		
584 '490		
'314 '313 '288	11 / 4	٢٠- فلامه الثلث
413 '383 '319		
		٢١- ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد
'314 '313 '306	12 / 4	
319		



461'444'368 11/4

۲۲- فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما  
ترك

503 29/2

۲۳- هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا

430 19/4

۲۴- لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها

450 11/4

۲۵- فان كان له اخوة فلامه السدس

۲۶- ان امرء هلك ليس له ولد وله اخت

فلها نصف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها

545 176/4

ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثن مما ترك





# فہرست احادیث مبارکہ

- 86 ۱- ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث
- ۲- من اتى عرفا فساله عن شیى لم يقبل له
- 86 صلوة اربعین لیلہ
- 88 ۳- علی الید ما اخذت حتی تؤدی
- 88 ۴- لا ضرر و لا ضرار
- 128 ۵- البر بالبر
- 129 ۶- ینہی عن بیع الذهب بالذهب
- 129 ۷- لا تبیعوا الذهب بالذهب
- 129 ۸- نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الورق بالورق
- ۹- آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اؤتمن خان
- 135
- ۱۰- آیۃ المنافق ثلاث وان صام و صلی و زعم انه مسلم اذا حدث کذب.....
- (الحدیث)
- 135
- ۱۱- الا لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له
- 137
- ۱۲- ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله



- 146 حسن
- 151 ۱۳- ان الله طيب لا يقبل الا طيبا
- ۱۴- الربوا سبعون جزءا ايسرها ان ينكح  
190 الرجل امه
- ۱۵- من رهن ارضا بدين عليه فانه يقضى من  
190 ثمرتها . . . الخ
- 233 ۱۶- الولد للفراش
- 278 ۱۷- ان الدين قبل الوصية
- 296 '293 '278 ۱۸- اجعلوا الاخوات مع البنات عصبه
- ۱۹- الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو  
'350 '305 '303 لاولى رجل ذكر
- '364 '362 '353
- 490 ۲۰- وان ترك ابن ابن ولم يترك ابنا فابن الابن  
350 بمنزلة الابن
- 286 '282 ۲۱- ولم يكن له يومئذ الا ابنته
- 283 ۲۲- للابنة النصف و لابنة الابن السدس  
تكملة للثلثين
- '381 '320 '290 ۲۳- ما ابقته الفرائض فلاولى رجل ذكر
- 546 '383



296 - ۲۴ - لا وصية لوارث

303 - ۲۵ - من ترك مالا فلورثته

۲۶ - الحقوا الفرائض باهلها فما تركت

368 '364 '284 الفرائض فلاولى رجل ذكر

۲۷ - وان اعيان بنى الام يرثون دون بنى

العلات الرجل يرث اخاه لاييه وامه دون اخيه

لاييه

368

۲۸ - الحلال ما احل الله و الحرام ما حرم الله

و ما سكت عنه فهو مما عفى عنه

503

۲۹ - و ما سكت عنه فهو عافية فاقبلوا من

الله عافيته فان الله لم يكن نسيا

503

۳۰ - انظروا اكبر رجل من خزاعة

284

۳۱ - وما بقى فلاحت

502

۳۲ - النصف للابنة والنصف للاخت

330

۳۳ - من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم

يستطع فبلسانه

113

۳۴ - يسمونها (يعنى الخمر) بغير اسمها

فيستحلونها

178

۳۵ - لا ربوا بين المسلمين و بين اهل الحرب

174



- 189 ۳۶- ما اصاب من ظهره فهو ربا
- 189 ۳۷- و ان كان قبضة من علف فهو ربا
- ۳۸- كل قرض جر منفعة فهو وجه من
- 189 وجوه الربوا
- ۳۹- ان كانوا ليكرهون ان يستمتعوا من
- 189 الرهن بشئى
- ۴۰- جاء رجل الى ابن مسعود فقال ان رجلا
- رهنتى فرسا فركبتها قال ما اصبحت من ظهرها
- 189 فهو ربا
- ۴۱- من رهن ارضا بدين عليه فانه يقضى من
- 190 ثمرتها بعد نفقتها
- 199 ۴۲- ان المرتهن فى الفصل امين
- 257 ۴۳- و الثلث كثير
- ۴۴- الرجل يرث اخاه لابييه و امه دون اخيه
- 366 لابييه
- 503 ۴۵- وما سكت عنه فهو عفو
- 412 ۴۶- اجعلى الثمن التسع



# مآخذ و مراجع

01 القرآن الکریم

## احادیث

- 02 صحیح بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، م 256ھ  
اصح المطابع، دہلی، 1357ھ
- 03 صحیح مسلم مسلم بن حجاج قشیری، م 261ھ  
اصح المطابع، دہلی، 1349ھ
- 04 سنن ابو داؤد ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، م 275ھ  
مجیدی، کانپور، 1341ھ
- 05 سنن ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، م 279ھ  
علیمی، دہلی، 1350ھ
- 06 سنن ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، م 273ھ  
اصح المطابع، دہلی، 1372ھ
- 07 موطا امام مالک امام مالک بن انس اصبحی، م 179ھ  
دارالاشاعت، کراچی، 1372ھ



- 08 سنن دارمی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن سمرقندی دارمی م  
255ھ
- 09 سنن دارقطنی نظامی، کانپور، 1293ھ  
ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی، م 385ھ  
فاروقی، دہلی، 1310ھ
- 10 متدرک ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم، م 405ھ  
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1334ھ
- 11 السنن الکبریٰ (سنن بیہقی) ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، م 458ھ  
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1344ھ
- 12 مشکوٰۃ المصابیح ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب بغدادی، م 740ھ  
اصح المطابع، دہلی
- 13 عمدة القاری (یعنی) ابو محمد محمود بن احمد حنفی عینی، م 855ھ  
دار الطباعة، عامرہ، مصر، 1308ھ / منیریہ، بیروت،  
1348ھ
- 14 فتح الباری شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، م 852ھ  
بہیمہ، مصر، 1348ھ
- 15 ارشاد الساری علامہ احمد بن محمد قسطلانی، م 923ھ  
بولاق، مصر، 1285ھ
- 16 اشعة اللمعات شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی، م  
1052ھ



منشی نولکشور، دہلی، 1354ھ

17 کنز العمل فی سنن  
الاقوال و الافعال

علاء الدین علی متقی ہندی، م 975ھ  
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1312ھ تا 1314ھ

### تفاسیر

ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، م 516ھ  
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ  
امام فخر الدین بن محمد بن عمر رازی، م 606ھ  
بہیہ، مصر، 1357ھ

18 معالم التنزیل

19 مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر

20 انوار التنزیل و اسرار  
التاویل، (بیضاوی)

ابو سعید عبد اللہ بن عمر قاضی بیضاوی شافعی، 685ھ  
692ھ

نولکشور، لکھنؤ، 1282ھ

21 مدارک التنزیل و  
حقائق التاویل

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد محمود نسفی، م 710ھ  
عیسیٰ بابی حلبی، مصر، 1357ھ

22 لباب التاویل فی معانی  
التنزیل (خازن)

علی بن محمد بغدادی صوفی خازن، م 741ھ  
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ



23 ارشاد العقل الی مزایا

الکتاب الکریم (ابو سعور)

علامہ ابو سعور بن محمد عمادی، م 982ھ

ج 1 تا 3، طبع اول، حسینہ، مصر

ج 4 تا 8، طبع ثانی، عامرہ شرقیہ، مصر

جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، م 864ھ /

جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی شافعی، م

911ھ

مجیدی، دہلی

ابو سعید شیخ احمد ملا جیون، م 1130ھ

علیمی، دہلی، 1349ھ

شیخ اسماعیل حقی، م 1137ھ

عثمانیہ، 1330ھ

سلیمان بن عمرو عجیلی شافعی، م 1204ھ

عیسیٰ بابی حلبی، مصر

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، م 1225ھ

ندوة المصنفین، دہلی

شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی، م 1241ھ

مطبع ازہریہ، مصر، 1348ھ

24 جلالین

25 تفسیرات احمدیہ

26 روح البیان فی تفسیر

القرآن

27 الفتوحات اللہیہ

(تفسیر جمل)

28 تفسیر مظہری

29 تفسیر صاوی





## فقہ

- 30 مبسوط سرخسی محمد بن احمد بن ابو سهل سرخسی، م 483ھ  
السعادة، مصر، 1331ھ
- 31 مختصر القدوری ابو الحسين احمد بن محمد قدوری بغدادی، م 428ھ  
اصح المطابع
- 32 ہدایہ برهان الدین علی بن ابو بکر مرعینانی، م 593ھ  
مجتبائی، دہلی، 1350ھ / میمنہ، مصر، 1307ھ
- 33 کفایہ مولانا جلال الدین خوارزمی، م 711ھ  
میمنہ، مصر، 1307ھ
- 34 عینی علی الہدایہ (بنایہ) علامہ بدر الدین محمود عینی، م 855ھ  
نولکشور، دہلی، 1293ھ
- 35 فتح القدر کمال الدین ابن ہمام محمد بن عبد الحمید محقق علی  
الاطلاق، م 861ھ / میمنہ، مصر، 1307ھ
- 36 عنایہ محمد بن محمود بابرقتی، م 786ھ / میمنہ، مصر، 1307ھ
- 37 قاضی خاں (خانہ) حسن بن منصور بن محمد اوزجندی، م 592ھ  
نولکشور، لکھنؤ، 1344ھ
- 38 جوہرہ نیرہ ابو بکر بن علی حدادی عبادی حنفی یمنی، م 800ھ  
محمود بک، آستانہ، 1301ھ
- 39 غر الاحکام منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885ھ  
در سعادت، مصر، 1329ھ



منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885ھ	40	درر الحکام
در سعادت، مصر، 1329ھ		
شیخ ابراہیم بن محمد حلبی، م 956ھ	41	ملتقى الاحر
عامرہ، مصر، 1319ھ		
محمد بن سلیمان شیخ زاوہ، م 1078ھ	42	مجمع الانهر
عامرہ، مصر، 1319ھ		
علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی، م 1088ھ	43	در المنتقى
عامرہ، مصر، 1319ھ		
فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زہلعی، م 743ھ	44	تبیین الحقائق
امیریہ، مصر، 1313ھ		
محمود بن اسرائیل ابن قاضی سماونہ، م 823ھ	45	جامع الفصولین
کبریٰ امیریہ، مصر، 1300ھ		
محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز کردری، م 828ھ	46	بزازیہ
کبریٰ امیریہ، مصر، 1310ھ		
سراج الدین علی بن عثمان الفرغانی اوشی، تکمیل	47	سراجیہ
کتاب، 569ھ		
نولکشور، لکھنؤ، 1344ھ		
ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی، م	48	بدائع صنائع
587ھ		
جمالیہ، مصر، 1328ھ		
	49	خلاصہ الفتاویٰ (مجموعہ
طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری، م 542ھ		الفتاویٰ)



ایکسپورٹ لیتھو پرنٹنگ پریس، لاہور

50 کنز الدقائق طبع مع

العینی

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، م 710ھ

اسلامیہ، لاہور، 1345ھ

زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، م 970ھ

دار الکتب العربیہ، مصر، 1333ھ

محمد بن حسین بن علی طوری، م 1137ھ

دار الکتب العربیہ، مصر، 1334ھ

شیخ خیر الدین بن احمد رملی، م 1081ھ

در سعادت، 1312ھ

نصیر الدین مینائی

نولکشور، لکھنؤ، 1914ء

سیدی عبد الوہاب بن احمد شعرانی، م 973ھ

مصطفیٰ البابا حلبی، مصر، 1354ھ

شیخ محمد بن عبد الرحمن (دمشقی شافعی)، تکمیل کتاب،

780ھ

مصطفیٰ البابا حلبی، مصر، 1354ھ

ملا نظام الدین برہان پوری وغیرہ

مجیدی، کانپور، 1350ھ

محمد بن عبد اللہ ترمذی غزی، م 1004ھ

عثمانیہ، در سعادت، مصر، 1324ھ

51 بحر الرائق

52 تکملہ بحر الرائق

53 فتاویٰ خیرہ

54 فتاویٰ برہنہ

55 میزان شعرانی

56 رحمہ الامہ

57 عالمگیری

58 تنویر الابصار



محمد بن عبد اللہ ترمناش غزی، م 1004ھ	59	تنویر الابصار
احمدی، دہلی، 1280ھ		
علاؤ الدین حصکفی، م 1088ھ	60	در المختار
عثمانیہ، در سعادت، مصر، 1324ھ		
احمدی، دہلی، 1280ھ		
سید محمد امین ابن عابدین (شامی)، م 1252ھ	61	رد المحتار (شامی)
عثمانیہ، دار سعادت، مصر، 1324ھ		
سید احمد بن محمد طحطاوی، م 1231ھ یا 1237ھ	62	طحطاوی علی الدر
عامرہ، مصر، 1252ھ		
عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ، م 747ھ	63	شرح وقایہ طبع مع
نولکشور، لکھنؤ، 1326ھ		چلپی
علامہ شامی، م 1252ھ	64	العقود الدرر (فتاویٰ)
میمنا، مصر، 1310ھ		حامدہ)
حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، م	65	فتاویٰ نوریہ
1403ھ		

## فرائض

سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی، م	66	سراجی (فتاویٰ سراجیہ)
590ھ		
سعید، کراچی، 1375ھ		



67 شریفیہ  
سید میر شریف جرجانی، م 816ھ  
گلشن احمدی، 1872ء / معتبائی، دہلی، 1341ھ

## متفرقات

68 التعریفات  
سید میر شریف علی بن محمد جرجانی، م 816ھ  
شرکہ مکتبہ، مصر، 1357ھ

69 الاشباہ و النظائر  
زین الدین ابراہیم ابن نجم، م 970ھ  
نولکشور، لکھنؤ، 1915ء

70 ثلاثین شامی  
علامہ شامی، م 1252ھ  
در سعادت، مصر، 1325ھ

71 نشر العرف فی بناء بعض  
الاحکام علی العرف

علامہ شامی، م 1252ھ  
در سعادت، مصر، 1325ھ



## فتاویٰ نوریہ

کامل چھ جلدیں

- حضرت فقیہ اعظم کے فقہی قلم کا عظیم شاہکار
- سات ہزار جدید و قدیم مسائل کا بے مثال حل
- ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل شرعی دائرۃ المعارف
- علماء و مشائخ وقت کا محبوب و پسندیدہ
- آفٹ کتابت، اعلیٰ طباعت، عمدہ سفید کاغذ، خوبصورت جلد
- ہدیہ مکمل سیٹ-----1430 روپے

---

جانشین حضرت فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری  
کی عظیم تصانیف، جنہیں اہل علم نے بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(1) باب مدینۃ العلم-----مرتضیٰ، مشکل کشا، مولا علی  
کتابت، طباعت، کاغذ، جلد عمدہ-----صفحات 240  
ہدیہ-----100 روپے

---

(2) ور فعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر  
(غوث الوریؒ بحیثیت مظهر مصطفیٰ)  
کتابت، طباعت، کاغذ، جلد اعلیٰ-----صفحات 136  
ہدیہ-----80 روپے

